اضافہ شدہ اشاعت

101 احادیث قدسی

شیخ اکبر مُحیُ الدّین محمد ابن عربی

بسم الله الرحمن الرحيم

والله يعلم وأنتم لا تعلمون

١٤١٩

101 احادیث قدسی

مِشْكَاةُ الْأَنْوَارِ فِيمَا رُوِيَ عَنِ اللهِ مِنَ الْأَخْبَارِ

تصنیف

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی الحاتمی الطائی الاندلسی

تحقیق عربی متن

اسٹیفن ہرٹنسٹائن اور مارٹن ناٹ کٹ

ترجمہ

ابرار احمد شاہی

ابن عربی فاونڈیشن

www.ibnarabifoundation.com

نام کتاب: 101 احادیث قدسی

مِشْكَاةُ الْأَنْوَار فِيمَا رُوِيَ عَنِ اللهِ مِن الأَخْبَار

تصنیف: شیخ اکبر محی الدین ابن عربی الحاتمی الطائی الاندلسی

عربی متن: اسٹیفن ہرٹنسٹائن، مارٹن ناٹ کٹ

اردو ترجمہ: ابرار احمد شاہی

معاونت و پروف: ملک ہمیش گل، مبشر احمد جاوید

ایڈیشن: دوم

کاغذ: ۹۰ گرام آف وائٹ پیکیجز لمیٹڈ

مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور

نشرواشاعت: ابن عربی فاؤنڈیشن پاکستان

رابطہ: 0334-5463991,03345463996

قیمت: پاکستان میں -/Rs 525، انٹرنیشنل -/US $ 25

تقسیم کار: اسلامک بک کارپوریشن

دکان نمبر 3، بیسمنٹ فضل داد پلازہ، اقبال روڈ راولپنڈی

051-5536111, 03005829668

ملنے کا پتہ

عباسی کتب خانہ، جونا مارکیٹ کراچی
021-32526456

احمد بک کارپوریشن، راولپنڈی
051-5558320

مکتبہ اسلامیہ، اردو بازار لاہور
042-37244973

شبیر برادرز، اردو بازار لاہور
042-37246006

انتساب

الشیخ الامام العارف العالم، وارث انبیاء و خاتم اولیاء، برہان شریعت محمدی و ستون حقائق الہی، سید اہل صفا و مُرشِد عقدہ کشا، سرچشمہ حکمت و خزینۂ معرفت، علامہ عرب و عجم، راز دان ارباب مجاہدہ، واقف اسرار مشاہدہ وصاحب مکاشفات عالیہ، مظہر علم حقائق ومنبع علم دقائق، رمز شناس رمز آشنا، رمز نگار و رمز نویس، نکتہ آراء نکتہ بیں نکتہ شناس و نکتہ ور الشیخ الاکبر والکبریت الاحمر ابو عبد اللہ محمد بن علی بن محمد بن العربی الحاتمی الطائی الاندلسی رحمۃ اللہ علیہ کے نام!

ابرار احمد شاہی

فہرست کتاب

اظہار تشکر

اس کتاب پر کام شروع کرتے وقت شاید ہمیں اس بات کا مکمل ادراک نہیں تھا کہ اس منصوبے پر کتنا کام ہونا باقی ہے، مگر ہم اس پاک ذات کے مشکور ہیں جس نے ہمیں اس عمل کی توفیق دی اور ایسے وسائل مہیا کیے جن کی مدد سے ہم اس منزل کو احسن طریقے سے حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ میں اس سلسلے میں ان لوگوں کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جن کی حمایت اور تعاون کے بغیر اس منصوبہ کا پایہ تکمیل تک پہنچنا ممکن نظر نہ آتا تھا۔

سب سے پہلے ہم عنقاء پبلشنگز کے جناب اسٹیفن ہرٹنسٹائن اور جناب مائکل ٹائرنن کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں جنہوں نے اس کتاب کی بنیاد بننے والا تحقیق شدہ عربی متن شائع کرنے کی نہ صرف اجازت دی بلکہ بغیر کسی دنیاوی غرض کو سامنے لاتے ہوئے یہ کمپوز شدہ متن فراہم بھی کیا۔ اسی طرح ہم جناب شاہ محمود چشتی صاحب کے مشکور ہیں کہ انہوں نے کتاب کے پہلے ایڈیشن میں چند خامیوں کی جانب ہماری توجہ مبذول کروائی۔

اس کتاب کی پہلی اشاعت میں ہمیں جناب بریگیڈئر (ر) منصور صاحب، جناب محمود شاہ صاحب اور جناب توسین فیصل مفتی کا تعاون حاصل رہا۔ اب اس دوسری اشاعت میں ہم کاغذ کی فراہمی کے لیے جناب سید بابر علی اور کتاب کی اشاعت کے لیے جناب محب اللہ مندوخیل صاحب کے شکر گزار ہیں، جن کے تعاون کی بدولت یہ اضافہ شدہ ایڈیشن شائع ہو سکا۔

آخر میں، میں جناب ملک ہمیش گل اور جناب مبشر احمد جاوید صاحب کا خصوصی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے کتاب کو موجودہ صورت میں لانے کے لیے مختلف مراحل میں بھرپور تعاون کیا، خاص طور پر زبان کی درستگی اور پروف پر کافی کام کیا۔ اللہ ان تمام لوگوں کو اس عمل کی بہترین جزا دے اور اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے، آمین! یارب العالمین۔

پیش لفظ

الحمد الله على إحسانه والصلاة والسلام على محمد وآله وأصحابه وسلم تسليما كثيرا.

آج ہم ابن عربی فاونڈیشن کی جانب سے محبان ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس اللہ سرہ کی ایک اور تصنیف «مشكاة الأنوار فيما روي عن الله من الأخبار» مستند عربی متن اور سہل اردو ترجمے بمع حواشی اور تشریحات کے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہیں ہیں۔ یہ کتاب احادیث قدسی کے اولین مجموعوں میں سے وہ مجموعہ ہے جو آپ نے شہر مکہ میں سن ۵۹۹ ہجری میں مرتب کیا۔ اس تمام عمل کی بنیاد وہ حدیث نبوی بنی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو میری امت کے لیے (میری) سنت میں سے چالیس احادیث محفوظ کرے گا میں قیامت والے دن اس کی شفاعت کروں گا اور ایک روایت میں ہے کہ جو کوئی میری امت کے لیے ایسی چالیس احادیث محفوظ کرے گا جن کی انہیں ضرورت ہو تو اللہ اُسے فقیہ اور عالم بنا دے گا۔ شیخ اکبر فرماتے ہیں چونکہ انسان اپنی آخرت کا اپنی دنیا کے مقابلے میں زیادہ محتاج ہے تو میں نے اسی مقصد کے پیش نظر احادیث قدسی کا یہ مجموعہ مرتب کیا تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو علم سے فائدہ پہنچائے اور محض اپنے احسان اور برکت سے ہمیں اِس کا اہل بنائے، وہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔[1]

ہم (ابن عربی فاونڈیشن میں) اس پاک ذات کے نہایت شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں یہ توفیق دی کہ ہم اس علمی امانت کے سفر کو لے کر آگے چلیں اور اس دور کے تقاضوں کے مطابق اس بیش قیمت قدسی مجموعے کو لوگوں تک ان کی اپنی زبان میں مکمل تحقیق اور تدقیق کے بعد نہایت ہی سہل اسلوب میں پہنچائیں۔ یہ اشاعت اس کتاب کی پچھلی تمام اشاعتوں سے

---

۱ مقدمہ کتاب ۱۰۱ احادیث قدسی از شیخ اکبر محمد ابن عربی۔

زیادہ جامع اور تحقیق شدہ ہے۔ چونکہ یہ کتاب عنقاء پبلشنگز انگلینڈ کی طرف سے انگریزی ترجمے کے ساتھ نہایت ہی بہترین صورت پر شائع ہو چکی ہے تو ہماری یہ ذمہ داری تھی کہ اس اشاعت کو پچھلی تمام اشاعتوں سے متمیز بنایا جاسکے اس سلسلے میں ہم نے بھرپور محنت کی ہے۔

کتاب کی مکمل عربی عبارت عنقاء پبلشنگز سے حاصل کی گئی ہے جو ہر طرح کی غلطیوں سے پاک ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے کتاب کے مصادر اور قلمی نسخہ جات جس میں اس کتاب کے عربی متن میں استعمال ہونے والے مخطوطات اور تحقیق کے مختلف مراحل کا ذکر ہے۔ ہم نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ اردو ترجمہ رواں اور شستہ رکھا جائے مگر ساتھ ساتھ ہر عربی لفظ کا متبادل اردو لفظ بھی لایا جائے تاکہ ترجمے کا حق ادا کیا جاسکے لیکن چند ناگزیر مقامات پر صرف ترجمانی سے کام لیا گیا ہے۔

ہم نے اپنی بھرپور کوشش کی ہے کہ ہر حدیث کی مستند کتب حدیث سے تخریج کی جائے۔ یوں اس کتاب کی بیشتر احادیث پہلی مرتبہ مکمل تخریج کے ساتھ پیش کی جارہی ہیں۔ تخریج شدہ احادیث کا ان کی متعلقہ کتابوں میں نمبر شمار بھی درج کیا گیا ہے تاکہ ان تک پہنچنے میں آسانی ہو سکے یہاں یہ امر ذکر کرنا ضروری ہے کہ ہم نے تخریج کے لیے مکتبہ شاملہ نامی کمپیوٹر سافٹ وئیر استعمال کیا ہے اور یہاں درج نمبر شماری اسی پروگرام کے مطابق ہے۔

تخریج میں ایک اور جدت اس طرح اپنائی گئی ہے کہ اگر مشکاۃ الانوار میں ذکر کردہ حدیث کی سند، اور کسی حدیث کی کتاب کی سند میں موافقت پائی گئی ہے تو ہم نے اس سند سے لے کر متن تک اس حدیث کو حاشیے میں ذکر کیا ہے تاکے پتا چل سکے کہ ابن عربی نے اپنے دور میں کن کن محدثین سے علم حدیث سیکھا اور کس حد تک روایتی کتبِ احادیث کی اسناد ہی آپ کی اسناد ہیں۔

علم حدیث میں ایک اہم کام کسی بھی حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کو واضح کرنا ہوتا ہے۔ محدثین کے نزدیک، سند میں راویوں کے احوال کی جرح و تعدیل اور متن میں شذوذ اور

علت کا نہ ہونا ہی کسی حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا فیصلہ کرتا ہے۔ جبکہ مکاشفین کے نزدیک ان کو کسی بھی حدیث میں صحت یا سقم کا پہلو کئی مرتبہ صورت محمدی ﷺ سے براہ راست پتا چل جاتا ہے۔[۱]

اس کتاب میں پہلی بار ہم اس مجموعہ احادیث کی اکثر احادیث کو عصرِ حاضر کے عظیم محدث شیخ البانی کے حکم سے آراستہ کر کے پیش کر رہے ہیں تاکہ صوفیاء پر اعتراض کرنے والوں کا یہ اعتراض دم توڑ جائے کہ صوفیاء زیادہ تر ضعیف احادیث ہی روایت کرتے ہیں اور انہیں علم حدیث کی کچھ فہم نہیں۔ چنانچہ شیخ اکبر کا مرتب کردہ یہ مجموعہ حدیث ہر لحاظ سے محدثین کے ہاں بھی قابل قبول ہے۔

یہاں دو تین باتیں غور طلب ہیں۔ ایک ہر امام حدیث کا کسی بھی حدیث کی قبولیت اور عدم قبولیت کے معیار میں فرق ہو سکتا ہے۔ ایک حدیث جو کسی ایک امام کے ہاں قبولیت کی شرائط پر پورا اترتی ہے وہ کسی دوسرے کے ہاں انہی شرائط میں نقص کی وجہ سے غیر مقبول بھی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ شیخ البانی کی تحقیق ذکر کرنے کا ہرگز ہرگز مقصد یہ نہیں کہ جن احادیث کو انہوں نے قبول نہیں کیا وہ حقیقتاً نا قابل قبول ہیں، بلکہ یہ کہا جانا چاہیے کہ وہ احادیث ان کے ہاں قبولیت کی شرائط پر پورا نہ اترنے کی وجہ سے غیر مقبول ہیں۔ اور قارئین حدیث کا وہ بڑا طبقہ جو کسی بھی حدیث کی قبولیت اور عدم قبولیت میں شیخ البانی کی قائم کردہ شرائط اور تحقیق کی تقلید کرتا ہے اُس پر اِس مجموعے کی بیشتر احادیث کا قبول کرنا آسان ہو۔

دوسرا چونکہ صوفیاء کے ہاں علم کے مصادر میں کسبی مصادر کے ساتھ ساتھ وہبی مصادر بھی نہایت اہمیت کے حامل ہیں جنہیں وہ علم لدنی سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ ایسا علم ہے جو بغیر کسی واسطے کے براہِ راست قلب میں الہام کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اسی علم کے تحت کسی بھی حدیث کی قبولیت اور عدم قبولیت میں "کشف صحیح" اور "اصل سے شواہد" جیسے عوامل کا بھی گزر ہوتا ہے۔

---

۱ اس نکتے کی مزید تفصیل کتاب کے مقدمے میں ملاحظہ کریں۔

یوں بہت سی ایسی احادیث جو علمائے احادیث کے ہاں سند میں ضعیف راوی کے ہونے کی وجہ سے ضعیف ہوتی ہیں مگر جب کشف صحیح کے ذریعے صوفیاء کو ان کی صحت کا یقین ہو جاتا ہے اور اصل[۱] بھی اس کی گواہی دیتی ہے تو یہ لوگ خود پر ان احادیث کو بھی لازم قرار دے دیتے ہیں اور اسی وجہ سے یہ لوگ غیر صوفیاء فقہاء اور محدثین کی تنقید کا شکار رہتے ہیں۔

اگر یہ احادیث شیخ اکبر کے ہاں کشفِ صریح اور علم صحیح کی حد میں درست نہ ہوتیں تو ان کا یہاں ذکر کیا جانا حکمت سے عاری بات ہوتی اور صاحبِ حکمت کبھی حکمت سے عاری کام نہیں کرتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اس دین کی پوشیدہ حکمتوں کو سمجھتے ہیں اور اپنے رب کی طرف سے بصیرت پر ہوتے ہیں۔[۲] چنانچہ ان لوگوں کے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے یہ مجموعہ بغیر کسی حکمت کے جمع کیا۔ یوں یہ تمام احادیث بلاشک و شبہ صوفیاء کے ہاں درست ہیں۔ یہ دین اسلام کی کسی بھی اصل یا حکم کے مخالف نہیں، مگر چونکہ عوام کے مسالک اور مشارب مختلف ہیں تو ہر ایک اسے اپنے معیار پر قبول کرے ویسے ہی جیسے کہ حق تعالی کی تجلی مختلف صورتوں میں ہوتی ہے۔ ایک صورت میں انکار کیا جاتا ہے اور دوسری صورت میں اقرار۔[۳] شیخ اکبر ابن عربی کے نزدیک علم حدیث کی سیر حاصل مباحث کے لیے اسی کتاب کا مقدمہ دیکھئے۔

ہم نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ اس کتاب پر شیخ اکبر کے کلام سے سیر حاصل حواشی نقل کیے جائیں تاکہ لوگوں تک نہ صرف آپ کا مرتب کردہ یہ مجموعہ پہنچایا جا سکے بلکہ ان احادیث کے بارے میں شیخ اکبر قدس اللہ سرہٗ کی فہم بھی نقل کی جا سکے۔ زیادہ تر اقتباسات فتوحات مکیہ سے مکمل حوالہ جات سمیت نقل کیے گئے ہیں تاکہ اصل عربی عبارت تک رسائی آسان ہو سکے۔ اس سلسلے میں فتوحات مکیہ کی دو اشاعتوں کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ مکمل فتوحات مکیہ کے لیے

---

۱ اصل سے مراد قرآن و سنت کے بیان کردہ اصول ہیں۔

۲ لفظ بصیرت اور اس نکتے کی مزید شرح مقدمے میں ملاحظہ کریں۔

۳ یہ حدیث مکمل شرح و تخریج کے ساتھ اسی کتاب میں ملاحظہ کریں، حدیث نمبر ۲۶۔

مصر کے دار الکتب الکبریٰ سے چار جلدوں میں چھپی اُس اشاعت کو بنیاد بنایا گیا ہے جس پر آج کے محققین بھروسا کرتے ہیں مگر عثمان اسماعیل یحییٰ کی تحقیق کے ساتھ چھپی ہوئی ۱۴ جلدوں سے بھی حتی الامکان حوالے دیئے گئے ہیں۔

میں یہاں پر ایک اور امر کا ذکر کرنا بہت ہی ضروری سمجھتا ہوں؛ وہ یہ کہ ان اقتباسات کے ترجمے میں عبارتی تسلسل کو زیادہ اہمیت نہیں دی گئی بلکہ صرف وہی باتیں لی گئی ہیں جو کہ کسی حدیث کی شرح میں سود مند سمجھی گئی ہیں۔ بعض اوقات ایک ہی اقتباس میں سے کئی جملے دانستہ طور پر چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ علمی امانت داری کا خیال رکھتے ہوئے بہترین کوشش کی گئی ہے کہ ترجمے کو سیاق و سباق سے ہم آہنگ رکھا جائے اور اصل عبارت سے کسی طور نہ ہٹنے دیا جائے تاکہ یہ ترجمہ شیخ اکبر کے علوم کی ہی ترجمانی ہو نہ کہ ہماری ناقص فہم کی۔

اس کے بعد آخر میں اس اشاعت کو معنوی خوبیوں کے ساتھ ساتھ حسی خوبیوں سے بھی آراستہ کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ کتاب کو بڑے سائز پر چھاپا گیا ہے اور بہترین کاغذ اور جلد بندی سے اسے جاذب نظر بنایا گیا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ کے حضور سر بسجود ہیں کہ اس نے ہمیں اس صدقہ جاریہ کی توفیق دی۔ اِس تمام تحقیق کا بنیادی مقصد یہی تھا کہ ہمارا شمار بھی اس وحی خفی کے نقل کرنے والوں میں کیا جا سکے تاکہ کل یہ عمل ہمارے لیے باعث نجات ہو۔ یا اللہ! تو جانتا ہے کہ ہمارے اس عمل کا بنیادی مقصد تیری رضا کا حصول اور لوگوں تک حق بات پہنچا دینا ہے اس لیے ہمارے اس حقیر سے عمل کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرما اور ہمیں آئندہ بھی اُن اعمال صالحہ کی توفیق دے جو ہمارے لیے تیری طرف سے اس عمل کی قبولیت کی ایک نشانی ہوں۔

ابن عربی فاونڈیشن پاکستان

اللہ کے فضل و کرم سے ابن عربی فاونڈیشن کے قیام کو تین سال کا عرصہ مکمل ہو چکا ہے اور یہ عرصہ ہمارے لیے نت نئے علوم و معارف شیخ اکبرؒ کے حصول میں ایک سنگِ میل کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ اس مختصر عرصے میں ہم پر محض اللہ کے فضل و کرم اور اپنے مُرشِد کی نظر سے، شیخ اکبر کے علوم و معارف کے جو دریچے وا ہوئے ان کا شمار ناممکن لگتا ہے۔ اس عرصے میں رب تعالی نے ہمیں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم کے احیاء کے لیے جن جن حقائق اور مناہج سے روشناس کروایا ہے ہم امید کرتے ہیں کہ اگر ہم نیک نیتی کے ساتھ ان پر عمل پیرا ہونے میں کامیاب ہو گئے تو یہ صدی علوم شیخ اکبرؒ سے منور ہو جائے گی، انشاء اللہ۔ آپؒ کے علوم و معارف کو عوامی سطح پر متعارف کروانے کے سلسلے میں ہم مسلسل پچھلے تین سال سے نہ صرف کام کر رہے ہیں بلکہ اس بہتر سے بہتر منہجِ علمی کی تلاش میں ہیں جس کو بروئے کار لاتے ہوئے ہم یہ کام نہایت آسانی، روانی، جانفشانی، شتابی اور علمی امانت کی درست منتقلی کی ذمہ داری کو نبھاتے ہوئے سر انجام دے سکیں۔ اس سلسلے میں ہمیں مختلف مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا جو خود اپنے حل کی طرف توجہ مبذول کرواتی رہیں۔ ایسی چند گزارشات کرنا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ قارئین ابن عربی فاونڈیشن بھی مستفید ہوں۔

کتب ابن عربی کا ہر قاری جانتا ہے کہ حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام الہامی، کشفی اور ادراکِ عقل سے ماورا اخذ کیے جانے کے باعث اپنے اندر صعوبت، رمزیت، معنویت اور ان حقائق کو سموئے ہوئے ہے جن کا ادراک ایک عام عاقل شخص کے لیے بھی اس وقت تک نہایت ہی مشکل ہے جب تک کہ اسے امدادِ ربانی اور فیضانِ الٰہی کی دولت حاصل نہ ہو۔ اور چونکہ یہ دولت اُس فراوانی سے عوام کو حاصل نہیں ہوتی اسی لیے تاریخ گواہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام کبھی بھی عوام میں اُس طرح مقبول نہیں ہو سکا جس کا یہ حق دار ہے، بلکہ ہر دور میں یہ علوم و

معارف صرف خواص و خاص الخواص تک ہی محدود رہے ہیں۔

آج جب کہ ہم پندرویں صدی ہجری اور اکیسوی صدی عیسوی میں پہنچ گئے ہیں اور اس صدی کے اہل علم حضرات کے بقول یہ صدی علم کی صدی ہے جس کو وہ "دورِ معلومات" (Information Age) کہتے ہیں اور اس بارے میں کہتے ہیں کہ یہ دور ۱۹۷۰ کے بعد سے شروع ہوتا ہے جب کہ معلومات کے شائع کرنے اور ان کے استعمال میں بہت کثرت دکھائی دیتی ہے اور کمپیوٹر کے آنے کے بعد سے تو یہ سلسلہ اور بھی تیز ہو گیا ہے۔ اس "دورِ معلومات" کی ایک بنیادی خصوصیت یہ بیان کی جاتی ہے کہ "اس دور میں شخصیات نہایت آسانی سے معلومات کا تبادلہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں اور ان علوم کے حصول اور پھیلاؤ پر قادر ہیں جن کو پہلے حاصل کرنا نہایت مشکل یا ناممکن تھا۔[1]" کمپیوٹر کی ایجاد اور اس کا تیزی سے بین الاقوامی معاشروں میں پھیلاؤ ہی دراصل وہ ذریعہ ہے جس سے اب ہم ہر طرح کی معلومات کو ہر لمحہ اپنے سامنے موجود پاتے ہیں۔ اب جبکہ دنیا بھر کے چھپے علوم و معارف کے خزانوں تک ہر ایک کی رسائی آسان ہوتی جا رہی ہے تو علوم شیخ اکبر کو منظر عام پر لانا اور ان کو عوام میں متعارف کروانا اس دور کا ایک اہم فریضہ ہے۔ آج ہمیں وہ سہولیات میسر ہیں جن کی بدولت ہم مہینوں کا کام دنوں میں کر لیتے ہیں۔ ہم ابن عربی فاونڈیشن میں ان تمام وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے احیاء علوم شیخ اکبر کے لیے کوشاں ہیں۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے ہم علوم شیخ اکبر پر ہونے والے کام کے اس وقت تک کے بین الاقوامی منظر نامے پر نظر ڈالتے ہیں تاکہ ہمارے ہاں بھی لوگ اس بات سے آگاہ ہو سکیں کہ اس کام کو "دورِ معلومات" میں داخل ہونے کے بعد بھی کن پیچیدہ مسائل کا سامنا ہے تاکہ ان مسائل کے حل کی جانب توجہ دلائی جا سکے اور اس کام کو بہتر طریقے سے کیا جا سکے۔

---

[1] Information Age." Wikipedia, The Free Encyclopedia. 15 Oct 2009, 23:46 UTC. 17 Oct 2009 <http://en.wikipedia.org/w/index.php?title=Information_Age&oldid=320116507>

کتب شیخ اکبرؒ کو شائع کرنا ایک ترتیب وار عمل ہے جس کے لیے آپ کو مختلف طرح کی علمی، عملی اور پیشہ ورانہ مہارت درکار ہے۔ بہت سے لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ کتب ابن عربی قدس اللہ سرہٗ پر کام کیوں نہیں ہو رہا؟ اور اگر ہو رہا ہے تو اتنی سست روی کا شکار کیوں ہے؟ اور کب تک ہم اس پوشیدہ خزانے کو مکمل طور پر منظر عام پر لانے میں کامیاب ہو سکیں گے؟

شیخ اکبرؒ کے علوم کی اشاعت میں یہی وہ بنیادی سوال ہیں جن کا جواب ہمیں تلاش کرنا ہے مطلب ہمیں اس کام میں بہتری اور تیزی لانی ہے۔ اس سلسلے میں اگر ہم اپنی مثال لیں تو ہمارا کام شیخ اکبرؒ کی کتب کے مستند اردو تراجم کروانا ہی بنتا ہے۔ اور ہمیں اسی سلسلے میں اپنی بھرپور توانائیاں صرف کرنی چاہییں مگر چند ناگزیر وجوہات کی وجہ سے ہم اتنی تیزی سے یہ کام نہیں کر پا رہے۔ ہم نے انتہائی کوشش کی کہ یہ کام نہایت مستعدی سے منظر عام پر لایا جا سکے مگر اپنی پچھلی دو کتب کے تجربے نے ہم پر یہ واضح کر دیا ہے کہ ایک تو یہ کام اتنا آسان نہیں ہے جتنا نظر آتا ہے، یعنی ترجمہ کیا اور شائع کیا۔ اور دوسرا کتب شیخ اکبرؒ کی مستند عربی عبارت کی عدم دستیابی اس کام میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

ہم یہاں پر دوسرے سوال کا جواب پہلے دینا چاہیں گے تاکہ لوگوں کے سامنے اصل حقائق رکھے جا سکیں۔ ابن عربی فاونڈیشن کی طرف سے شائع ہونے والی اپنی دونوں کتابوں کے مقدمے میں اس بات کو ذکر کرنے کے بعد کہ کتب شیخ اکبرؒ کا درست ترجمہ نہ کر سکنے کی سب سے بڑی وجہ عربی عبارت کی وہ خامیاں بنتیں ہیں جن کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے چند عاقبت نا اندیش پبلشرز حضرات ان کتابوں کو کسی ایک قلمی نسخے پر بھروسا کر کے یا کسی بھی قدیمی اشاعت سے نقل کر کے شائع کر دیتے ہیں۔ شاید کسی دوسرے مصنف کی تالیفات میں تو یہ رحجان قابل عمل ہو سکتا ہو مگر شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام عام کلام نہیں اور جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے، کلام شیخ میں صعوبت اور رمزیت سے بھرپور معانی، اشارات و کنایات کا لامتناہی سلسلہ، حقائق و معارف کے اسرار و رموز سمجھنا اس وقت قطعی ناممکن ہو جاتا ہے جب

عبارت میں کوئی ایک لفظ بھی اپنی جگہ پر درست نقل نہ کیا گیا ہو۔ شیخ اکبرؒ کی کتب بغیر علمی تحقیق کے شائع کرنے کا آغاز تو شاید زمانۂ قدیم (یعنی قبل از دورِ معلومات) سے ہی ہو چکا تھا جس کی مثالیں ابن عربی کی کتب کے قدیم مصری اشاعات میں نمایاں ہیں یا پھر جیسے کہ حیدر آباد دکن، انڈیا سے شائع ہونے والی مشہور کتاب رسائل ابن عربی اس کی بہترین مثال ہے؛ کیسے صرف ایک دسویں صدی ہجری کے مخطوط کو بنیاد بنا کر ۲۷ رسائل شائع کر دیئے گئے۔ مگر چونکہ یہ ۱۹۷۰ سے پہلے کی بات ہے جبکہ وسائل طبع "دورِ معلومات" میں داخل نہیں ہوئے تھے تو ان رسائل کے حوالے سے یا پچھلی تمام طباعات کے حوالے سے یہ عذر قابل قبول ہے۔ لیکن اگر آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بھی کوئی وہی روش قائم رکھے تو اسے عذر نہیں کہا جائے گا۔

کتب ابن عربی کے تحقیق شدہ عربی متون کی اشاعت اس دور کی سب سے اہم ضرورت ہے۔ یہی وہ بنیاد ہے جس پر شیخ اکبرؒ کے علوم و معارف کی مکمل عمارت کھڑی ہو گی۔ آج ہم اس ذات پاک کے نہایت مشکور ہیں کہ اُس نے ہمیں (ابن عربی فاونڈیشن میں) اس دور حاضر کی ضرورت کی اہمیت سے نہ صرف آگاہ کیا بلکہ اس کے لیے سعی و عمل کرنے کی بھی توفیق عطا کی۔

بین الاقوامی سطح پر کتب شیخ اکبر محی الدین محمد ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے مستند اور تحقیق شدہ عربی متن چھاپنے کا آغاز شیخ عبد القادر الجزائری رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتا ہے۔ آپ ہی وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے شیخ اکبرؒ کی کتاب فتوحات مکیہ کا تحقیق شدہ متن شائع کیا۔ یہ کتاب سب سے پہلے سن ۱۲۷۴ھ میں مصر سے شائع ہوئی[1] مگر جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ قونیہ میں شیخ صدر الدین القونوی رحمۃ اللہ علیہ کے ذاتی کتب خانہ میں اسی کتاب کا شیخ اکبرؒ کے ہاتھ سے لکھا آخری نسخہ موجود ہے تو آپ نے علماء کی ایک جماعت کو قونیہ روانہ کیا جنہوں نے اس کتاب کے مکمل متن کا شیخ

---

۱ آج یہ قدیمی اشاعت بھی انٹرنٹ سے ڈاون لوڈ کی جا سکتی ہے اس کا ایک نسخہ انٹرنٹ آرکائیو نامی ویب سائٹ پر موجود ہے مزید تفصیل کے لیے دیکھئے یہ ویب سائٹ:

http://openlibrary.org/b/OL23270906M/Futuhat_al-Makkiyah

اکبرؒ کے ہاتھ سے لکھے گئے نسخے سے نہ صرف موازنہ کیا بلکہ اس کو اغلاط سے پاک کرکے شائع بھی کیا۔ یہ نسخہ عرب دنیا میں متعدد بار شائع ہو چکا ہے اور چار جلدوں میں موجود یہ نسخہ آج فتوحات مکیہ کے تمام اسکالرز کے نزدیک مستند مانا جاتا ہے۔

آج ہم لوگ (یعنی شیخ اکبرؒ کے علوم پر کام کرنے والے) اس مرحلے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے ہیں جہاں ہم نے اس تحقیقی کام میں حائل چند بڑی رکاوٹوں کو عبور کر لیا ہے۔ آج ہمیں یہ بتاتے ہوئے نہایت خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ محی الدین ابن عربی قدس اللہ سرہٗ پر پچھلے تیس سال سے کام کرنے والی بین الاقوامی سوسائٹی۔ جس کا صدر دفتر اکسفورڈ میں ہے۔ نے ترکی، مشرق وسطی اور یورپ کی بیشتر کتب خانوں سے شیخ اکبر کی کتب اور رسائل کے قدیم اور نادر مخطوطات حاصل کر لیے ہیں۔ یہ ایک نہایت ہی خوش آئند پیش رفت ہے اور میری فہم کے مطابق احیاء علوم شیخ اکبرؒ کے حوالے سے اگلے دس سے بیس سال میں ہمارا تمام تر انحصار انہی مخطوطات پر ہو گا۔ ہماری اگلی منزل ان مخطوطات میں سے تحقیق کے اصولوں کے مطابق اصل عربی متن کا حصول اور اس کو زیور طبع سے آراستہ کرنا ہے۔ انہیں اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے تحقیق اور طباعت کے مراحل میں شامل چند کتب کا احوال یوں ہے:

الفناء في المشاهدة:

عنقاء پبلشنگز اس کتاب کو تحقیق شدہ عربی متن اور انگریزی ترجمے کے ساتھ شائع کرنے پر پُر عزم ہے مزید تفصیلات ابھی میسر نہیں۔

الاصطلاحات الصوفية:

عنقاء پبلشنگز اس کتاب کو بھی حتمی عربی متن اور انگریزی ترجمے کے ساتھ شائع کرنے کے لیے پُر عزم ہے مزید تفصیلات ابھی میسر نہیں۔

رسالة الحجب:

تحقیق کے انہی جدید اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ہماری (یعنی ابن عربی فاونڈیشن کی)

طرف سے پہلی بار اس رسالے کا تحقیق شدہ عربی متن ۷ قدیم ترین مخطوطات کی مدد سے تیار کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں تمام قدیم ترین مخطوطات کی فراہمی کے لیے ہم ابن عربی سوسائٹی انگلینڈ کے انتہائی مشکور ہیں۔ کتاب عربی متن اور اردو ترجمے کے ساتھ جلد شائع کی جائے گی، انشاء اللہ۔

کتاب الباء

ابن عربی فاونڈیشن میں اس رسالے کا تحقیق شدہ عربی متن تیار کر لیا گیا ہے اور خوشی کی بات یہ ہے کہ یہ متن شیخ اکبر کے ہاتھ سے لکھے قلمی نسخے (یوسف آغا۴۸۶۸) سے تیار کیا گیا ہے جبکہ متن کو دیگر ۵ مخطوطات سے چیک کیا گیا ہے۔

کتاب الأزل

اس رسالے کا عربی متن بھی تیار ہے اور یہ بھی شیخ اکبر کے ہاتھ سے لکھے نسخے (یوسف آغا۴۸۶۸) سے تیار کیا گیا ہے جبکہ متن کو دیگر ۵ مخطوطات سے چیک کیا گیا ہے۔

کتاب الھو

ابن عربی فاونڈیشن میں ہی اس رسالے کا عربی متن بھی تیار کیا گیا ہے۔ اس رسالے کا شیخ اکبر کے ہاتھ سے لکھا نسخہ ناپید ہے ہمارے متن کی بنیاد نسخہ ولی الدین ۵۱ ہے، جو نسخۂ اصلی سے نقل شدہ ہے جبکہ متن کو دیگر ۵ مخطوطات سے چیک کیا گیا ہے۔

رسالة نقش الفصوص

اس رسالے کا تحقیق شدہ عربی متن بھی تیار ہے جسے جلد شائع کیا جائے گا۔ ہم نے نسخۂ مانیسا۱۱۸۳ جو کہ نسخۂ اصلی سے نقل شدہ ہے پر بھروسا کیا ہے ساتھ ساتھ ۵ دیگر مخطوطات سے متن کو چیک کیا گیا ہے۔

كتاب النصائح في ذكر ما لا يعول عليه في طريق الله سبحانه

مانیسا۱۱۸۳ سے تیار شدہ یہ متن بھی تحقیقی متن ہے جسے انشاء اللہ رسائل ابن عربی کے

ایک بیش قیمت مجموعے میں جلد اردو ترجمے کے ساتھ شائع کیا جائے گا۔

روح القدس في مناصحة النفس

ہم نے اس کتاب کے تحقیق شدہ متن کو عبد اللہ مسعود بدر الحبشی کی روایت کے حامل قلمی نسخے یونیورسٹی (A 79) سے اخذ کیا ہے۔ یہ اگرچہ اس کتاب کا اصلی نسخہ تو نہیں مگر یہی وہ نسخہ ہے جو شیخ اکبر نے اپنے پاس رکھا، نسخے پر متعدد سماعات درج ہیں۔ ابن عربی فاونڈیشن اس نسخے سے عربی متن کی تیاری میں مشغول ہے اور انشاء اللہ جلد اس کتاب کو تحقیق شدہ عربی متن اور اردو ترجمے کے ساتھ پیش کیا جائے گا۔

کتاب العبادلة:

ڈاکٹر سعاد الحکیم اس کتاب کے تحقیق شدہ متن کو شائع کرنے کے لیے کام کر رہی ہیں۔

تحقیق علمی کے اصولوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے صرف جلد بازی میں ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی عربی کتب کی اشاعت قابل مذمت ہے۔ ہمیں یہ بتانے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں ہو رہی کہ عرب دنیا کے پبلشرز حضرات بھی عمومی طور پر وہی رویہ اپنائے ہوئے ہیں جو پاکستان کے جاہل پبلشرز کے ہاں نظر آتا ہے۔ ان کا سب سے بڑا مقصد صرف شیخ اکبرؒ کے نام کو کیش کرانا ہی نظر آتا ہے بہت سے پبلشرز حضرات تو اتنی تکلیف گوارا نہیں کرتے کہ صرف اس اصل مصدر کا پتہ ہی بتا دیں جہاں سے انہوں نے شیخ اکبرؒ کی یہ کتاب نقل کی ہے۔ یہ سب کاپی رائٹ ایکٹ سے بچنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ پھر جب وہی کتابیں عوام کے سامنے پیش کی جاتی ہیں تو وہ بیچارے اسے ہی محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی حتمی عبارت سمجھ بیٹھتے ہیں۔ یہ غیر محقق شدہ کتابیں ہر طرح کی علمی تحریف اور غفلت اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔ جن سے بعض اوقات بات کا پورا مفہوم تبدیل ہو جاتا ہے۔ مجھے اس بات کا بخوبی اندازہ اُس وقت ہوا جب میں نے کتاب الحجب کی عربی عبارت کی تحقیق پر کام کیا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اسی رسالے کے ایک طبع شدہ متن، جس میں نہ کسی قلمی نسخے کا حوالہ ملتا ہے اور نہ ہی محقق کا نام تک درج ہے، یہ

متن سو سے زائد مقامات پر غلط ہے۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ اگر صرف ۲۵ صفحات میں ۱۰۰ غلطیاں ہوں تو بڑی کتابوں کا کیا حال ہو گا۔ یہ غلطیاں بھی ایسی کہ صرف ایک واو کے نہ لگانے یا صرف ایک نقطہ نہ لگانے سے پورے جملے کے معنی تبدیل ہو جاتے ہیں، مثلاً لفظ "جود" اور "وجود" میں صرف ایک واو کی ہی کمی ہے یا پھر «عینہ» اور «غیبہ» میں صرف ایک نقطے کی ہی کمی ہے۔[1] یہ چھوٹی چھوٹی غلطیاں شاید کسی دوسرے مصنف کی کتاب میں معاف ہو سکتی ہیں مگر شیخ اکبر ابن عربی قدس اللہ سرہٗ کا ہر لفظ الہام سے عبارت ہے جس میں چھوٹی سی غلطی بھی بڑی غلطی تصور ہوتی ہے۔

ان سب باتوں پر غور و فکر کے بعد اب ابن عربی فاونڈیشن نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ ابن عربی فاونڈیشن سے چھپنے والی ہر کتاب مستند عربی عبارت اور اردو ترجمے پر مشتمل ہو گی تا کہ اگر ترجمے میں کسی قسم کا ابہام ہو تو وہ تحقیق شدہ اصل عربی متن سے دور کیا جا سکے۔ اس سلسلے میں ابن عربی سوسائٹی اور عنقاء پبلشنگز نے ہمیں اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا ہے۔ سب سے پہلے تو کوشش کی جائے گی کہ وہی کتابیں شائع کی جائیں جن کے تحقیق شدہ عربی متن پہلے سے موجود ہیں اور اگر کسی ایسی کتاب پر کام کرنا پڑا جس کا تحقیق شدہ متن پہلے سے موجود نہیں تو اس کتاب کا متن قدیم ترین مخطوطات سے مکمل جدید علمی اصولوں پر عمل کرتے ہوئے اخذ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس بارے میں ابن عربی سوسائٹی کا کردار نہایت ہی قابل تحسین ہے جنہوں نے پچھلے آٹھ سال سے دنیا کے کونے کونے میں جا کر حضرت شیخ ابن عربی قدس اللہ سرہٗ کے مخطوطات جمع کیے ہیں، اور اب ان کے ہاں ایک ہزار سے زائد مخطوطات کا ایک ڈیٹا بیس موجود ہے۔ ان کے یہ اقدام تمام عرب اور غیر عرب سکالرز کے لیے خوش آئند ہے۔ اب اصل کام ان مخطوطات کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھ کر ان سے شیخ اکبرؒ کے اصل علوم کو اخذ کرنا اور ان کو جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے عربی عبارت اور تراجم کے ساتھ شائع کرنا

---

۱ ایک نقطے نے ہمیں محرم سے مجرم کر دیا۔

ہی ہے۔ اگرچہ یہ کوئی آسان کام نہیں مگر احیائے علوم شیخ کے لیے ناگزیر ہے۔

ابن عربی فاونڈیشن اپنے آپ کو اس جدید تحقیقی کام کے قابل بنانے کے لیے شب و روز کوشاں ہے۔ آج اللہ کے فضل و کرم سے ہم ان تمام مناہج سے آگاہ ہیں جو اس کام کے سرانجام دینے میں معاون ہو سکتے ہیں۔ ہمیں یہ بتاتے ہوئے نہایت خوشی ہے کہ ہم اس تحقیقی کام میں استعمال ہونے والی ہر جدید تکنیک سے نہ صرف مکمل آگاہ ہیں بلکہ ابن عربی سوسائٹی کے تعاون سے ان کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی استعدادِ کار میں مسلسل اضافے کی طرف گامزن ہیں۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت تو خود آپ کے ہاتھ میں موجود یہ کتاب ہی ہے جو محض اللہ کے فضل و کرم سے اب تک کی تمام قدیمی طباعتوں - چاہے وہ قومی ہوں یا بین الاقوامی - سے متمیز ہے۔ اور ہم کوشش کریں گے کہ اس ترقی کے سفر کو اگلی تمام کتابوں میں بھی جاری رکھا جائے۔ اس سلسلے میں ہمیں آپ کے تعاون کی اشد ضرورت ہے کیونکہ ہمیشہ کی طرح یہ بات پھر دہرانا چاہتا ہوں کہ جب تک اس کام میں اجتماعی کوششیں نہیں کی جائیں گی اس وقت تک خاطر خواہ کامیابی ملنا ممکن نہیں۔ ہماری تمام قارئین سے استدعا ہے کہ اپنے قیمتی مشوروں سے آگاہ کریں تاکہ اس کام میں اجتماعیت لائی جا سکے اور اسے بہتر طور پر منظم کیا جا سکے۔ آمین یارب العالمین

ابرار احمد شاہی

بانی ابن عربی فاونڈیشن

جنوری ۲۰۱۱ء

0334-5463996

حدیثِ قدسی

لغوی معنی میں ہر نئی چیز کو حدیث اور پاک چیز کو "قدس" کہتے ہیں، قدسی اس پاک ذات القدوس کی طرف عزت و شرف کی نسبت ہے۔ چنانچہ حدیثِ قدسی سے مراد اُس پاک ذات کی طرف منسوب، پاک اقول ہی ہیں۔ ان احادیث کے دوسرے نام حدیثِ الٰہی اور حدیثِ ربانی بھی ہیں۔ اصطلاحاً رسول اللہ ﷺ کا وہ فرمان جس کی نسبت آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہو حدیث قدسی کہلاتی ہے۔ اس تعریف سے ایک بات واضح ہوئی کہ حدیث قدسی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو حضور ﷺ کی زبان میں ہم تک پہنچا۔ شریف جرجانی اپنی کتاب تعریفات میں حدیث قدسی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "معنی کے لحاظ سے یہ اللہ کا کلام ہے جبکہ الفاظ حضور ﷺ کے ہیں، یہ وہ کلام ہے جو اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ کو الہام یا خواب میں بتایا اور پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے الفاظ میں بیان کیا قرآن کریم اس سے افضل ہے کیونکہ وہ لفظاً و معناً نازل ہوا ہے۔"

قرآن کریم اور حدیث قدسی کے مابین فرق

علمائے کرام نے قرآن کریم، حدیث قدسی اور دیگر احادیث کے درمیان اس طرح فرق کیا ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ اور معانی دونوں اللہ کی طرف سے ہیں جبکہ حدیث قدسی کے معانی اللہ کی طرف سے اور الفاظ رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہیں۔ اگرچہ کہ دیگر احادیث (جو کہ اصطلاحاً قدسی نہیں اور لغویاً قدسی ہی ہیں) کے معانی بھی الہامی ہی ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى﴾ (النجم: ۴-۵) آپ ﷺ تو اپنی خواہش سے بولتے ہی نہیں بلکہ یہ تو آپ ﷺ پر کی جانے والی وحی ہے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: «أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ». (سنن ابی داود: ۳۹۸۸) جان لو کہ مجھے کتاب اور

اس جیسا اور بھی کچھ دیا گیا ہے۔ چنانچہ تمام احادیث کے معانی الہامی ہیں مگر جن احادیث کو آپؐ نے ظاہراً اللہ سبحانہ کی جانب منسوب کیا اور قال اللہ یا اسے جیسے دیگر الفاظ سے شروع کیا وہ اصطلاحاً احادیث قدسی کہلاتی ہیں۔ ان احادیث کو قرآن مجید سے علیحدہ شناخت دی گئی تا کہ قرآن کریم اور ان کے درمیان فرق کیا جاسکے۔ اس فرق کرنے کی چند وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

۱. قرآن کریم حضرت جبرائیل علیہ السلام کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی جلی کی صورت میں نازل ہوا جبکہ احادیث قدسی وحی خفی کے درجے میں ہیں۔
۲. قرآن کریم کے ثبوت کے لیے تواتر شرط ہے جبکہ حدیث قدسی کے لیے ایسی کوئی شرط نہیں۔
۳. قرآن کا انکار کرنے والا باتفاق العلماء کافر ہے جبکہ حدیث قدسی کا اگر کوئی تاویل کی وجہ سے انکار کرے تو کافر نہیں، مگر اس حدیث کو حق جانتے ہوئے انکار کرے تو کافر ہو گا۔
۴. قرآن مجید ایسا معجز کلام ہے جو تغیر اور تبدیلی سے محفوظ ہے۔ قرآن کی ایک سورت جیسی سورت لانے کا چیلنج آج بھی برقرار ہے جبکہ حدیث قدسی جیسی حدیث لانے کا کوئی چیلنج نہیں۔
۵. قرآن کریم نماز میں تلاوت کیا جاتا ہے جبکہ حدیث قدسی نماز میں قرآن کا بدل نہیں ہو سکتی۔
۶. قرآن کے ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں مگر حدیث قدسی کے بارے میں ایسا کچھ صریحاً نہیں آیا۔
۷. قرآن کریم کے جملوں کو آیات اور سورتیں کہا جاتا ہے جبکہ حدیث قدسی سے ایسا کچھ مخصوص نہیں۔

مجموعات احادیث قدسی

مسند احادیث قدسی کی درست تعداد کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے جیسا کہ ابن حجر العسقلانی کا قول ہے کہ صحیح اور درست احادیث قدسی کی تعداد ۱۰۰ سے کچھ اوپر ہے۔ محدثین نے احادیث قدسی کے ساتھ وہی رویہ اپنایا جو انہوں نے دیگر احادیث کے ساتھ اپنایا۔ تدوین احادیث کے دور میں احادیث قدسی کو کوئی جداگانہ تشخص نہیں بخشا گیا بلکہ کتب احادیث کے عام مجموعوں میں ہی انہیں شامل کیا گیا مثلاً جب ہم مختلف صحف، مصنفات، مسانید، صحاح اور سنن حدیث کی کتابوں کو دیکھتے ہیں تو ہمیں ان کتب میں احادیث قدسی دیگر احادیث کے شانہ بشانہ ملتی ہیں مثلاً صحیفہ ہمام بن منبہ جو کہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ہی مرتب ہو چکا تھا، اس میں دس سے زائد احادیث قدسی موجود ہیں۔ اس کے علاوہ کتاب الموطا اور صحاح ستہ میں بھی احادیث قدسی بغیر کسی تخصیص کے درج ہیں۔ بعد کے ادوار میں جب تدوین احادیث کا کام مکمل ہو گیا تو علمائے حدیث نے احادیث قدسی کو دیگر احادیث سے علیحدہ کر کے مجموعات کی شکل میں جمع کرنے کا کام شروع کیا۔ ہم یہاں پر احادیث قدسی کے مجموعات کی ایک فہرست دیتے ہیں، جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بعد کے ادوار میں ان احادیث کو ایک مستقل حیثیت میں تسلیم کر لیا گیا:

۱. ان میں سب سے پہلا نام زاہر بن طاہر بن محمد نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے (وفات: ۵۳۳ھ) آپ نے سب سے پہلے «الأحاديث الإلهية» نامی مجموعہ مرتب کیا۔[1]

۲. الحافظ أبو الحسن علي بن مفضل اللخمي المقدسي رحمۃ اللہ علیہ (وفات: ۶۱۱ھ) نے چالیس احادیث قدسی کو أربعين الإلهية نامی کتاب میں جمع کیا۔[2]

۳. شیخ اکبر محی الدین محمد ابن عربی الحاتمی الطائی الاندلسی رحمۃ اللہ علیہ (وفات: ۶۳۸ھ) نے ۱۰۱

---

[1] دیکھئے سير أعلام النبلاء للذهبي (۲۰/۹-۱۳)

[2] دیکھئے الرسالة المستطرفة/ ۶۰ وشذرات الذهب (۵/۴۸)

احادیث قدسی کو «مشکاۃ الأنوار فیما روی عن اللہ سبحانہ من الأخبار» کی صورت میں جمع کیا۔[1]

۴. ضیاء الدین أبو محمد ابن عبد الواحد المقدسی رحمۃ اللہ علیہ (وفات: ۶۴۳ھ)

۵. محی الدین أبو بکر یحییٰ بن شرف النووی رحمۃ اللہ علیہ (وفات: ۶۷۶ھ) نے (۹۵) پچانوے احادیث قدسی کے نام سے ایک مجموعہ مرتب کیا اس مجموعے میں زیادہ احادیث صحاح ستہ سے لی گئی ہیں۔[2]

۶. أبو القاسم علی بن بلبان رحمۃ اللہ علیہ (وفات: ۷۳۹ھ) نے «المقاصد السنیة في الأحادیث الإلهیة» نامی ایک مجموعہ مرتب کیا اس مجموعے میں احادیث کو دس اجزاء میں ترتیب دیا اور ہر جزء میں دس احادیث ہیں یوں یہ کل ملا کر (۱۰۰) ایک سو احادیث ہوئیں۔[3]

۷. عبد الرحمن بن الدیبع الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ (وفات: ۹۴۴ھ) نے «الأحادیث القدسیة» نامی کتاب تحریر کی اور اس میں اسی (۸۰) اسی احادیث قدسی کو جمع کیا۔[4]

۸. محدث علی بن سلطان رحمۃ اللہ علیہ المعروف مُلا علی القاری الهروی (وفات: ۱۰۱۴ھ) نے (۴۰) چالیس احادیث قدسی کو جمع کیا۔

۹. عبد الرؤف بن علی بن زین العابدین الحدادی المناوی رحمۃ اللہ علیہ (وفات: ۱۰۳۵ھ) نے «الإتحافات السنیة في الأحادیث القدسیة» نامی کتاب مرتب کی اس مجموعے میں (۲۷۲) دو سو بہتّر احادیث قدسی کو جمع کیا گیا۔

---

[1] اب الحمد للہ قدیم ترین مخطوطات کو بنیاد بنا کر عنقاء پبلشنگز کے تعاون سے اس کتاب کے عربی متن کو اردو ترجمے کے ساتھ شائع کرنے کی سعادت ابن عربی فاونڈیشن کے سر ہے۔

[2] یہ کتاب مصطفی عاشور کی تحقیق کے ساتھ قاہرہ مصر سے شائع ہو چکی ہے۔

[3] یہ کتاب محی الدین مستوود اور محمد العید الخطراوی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

[4] یہ کتاب ڈاکٹر یوسف صدیق کی تحقیق کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔

۱۰. شیخ عبد الغنی النابلسی الصوفی رحمۃ اللہ علیہ (وفات: ۱۱۴۳ھ) نے بھی شیخ اکبر ابن عربی کی اتباع میں «الأحاديث القدسية» نامی رسالے میں چند احادیث کو جمع کیا۔

۱۱. محمد بن محمود بن صالح الطربزونی الحنفی (وفات: ۱۲۰۰ھ) نے «الإتحافات السنية في الأحاديث القدسية» نامی ایک بڑی کتاب ترتیب دی۔ اس کتاب میں (۸۶۰) آٹھ سو ساٹھ سے زائد احادیث قدسی موجود ہیں۔

۱۲. عصر حاضر میں مجلس اعلیٰ برائے اسلامی امور کی زیر نگرانی قاہرہ مصر میں احادیث قدسی کو الگ کتابی صورت میں شائع کرنے کے لیے علماء کی ایک ذیلی کمیٹی بنائی گئی۔ اس کمیٹی نے صحاح ستہ اور کتاب المؤطا سے ۱۴۰۰ احادیث قدسی کو کتابی صورت میں شائع کیا اور کتاب کا نام «الأحاديث القدسية» رکھا۔ اس مجموعے کی احادیث سے اگر مکرر احادیث کو نکال دیا جائے تو یہ تعداد حیرت انگیز طور پر کم ہو کر صرف ۱۳۰ رہ جاتی ہے جن میں ۷۷ احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے لی گئی ہیں جبکہ بقایا احادیث کتب السنن کی دیگر کتب اور کتاب المؤطا میں سے لی گئی ہیں۔

۱۳. شیخ عصام الدین الصبابطی رحمۃ اللہ علیہ نے «جامع الأحاديث القدسية»[1] کے نام سے ایک ضخیم مجموعہ احادیث قدسی تین جلدوں (اور چھ اجزاء) میں مرتب کیا، جو ۲۱ ربیع الاول سن ۱۴۰۹ھ میں قاہرہ سے مکمل ہو کر شائع ہوا۔ اس مجموعے کی کل احادیث کی تعداد (۱۱۵۰) گیارہ سو پچاس ہے۔ ہر حدیث مکمل حوالہ جات کے ساتھ درج ہے، جہاں سے یہ لی گئی ہے اور اس کتاب میں اس کا کیا نمبر شمار ہے پھر مؤلف نے ان احادیث کی صحت اور ضعف کے حکم اور مناسب شرح و تعلیق سے اس مجموعے کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ یہ کتاب واقع ہی حدیث قدسی کا ایک ایسا دائرہ المعارف ہے جس کے بعد اس علم میں کسی اور کتاب کی حاجت نہیں رہتی۔ چونکہ ایسی کتاب مرتب کرنے کے پیچھے مؤلف کی مراد تمام احادیث

---

[1] (جامع الأحاديث القدسية، موسوعة جامعة مشروحة ومحققة).

قدسی کو ایک جگہ جمع کرنا اور علم حدیث[1] کی رو سے اِن کی صحت اور ضعف کو واضح کرنا تھا تو یہ کتاب اپنے اس مقصد میں کامیاب رہی ہے۔

[1] واضح رہے کہ صوفیاء کو کشفِ صحیح کی رو سے بھی کسی حدیث کی صحت اور ضعف معلوم ہو جاتی ہے یا بتائی جاتی ہے، شیخ اکبر ابن عربیؒ نے اس بارے میں کلام کیا ہے جو اس کتاب کے مقدمے میں مناسب جگہ پر لایا جائے گا۔

ابن عربی اور تحصیل علوم حدیث

مُہرِ ولایتِ محمدی، شیخ اکبرؒ، سلطان العارفین، رئیس المکاشفین، قدوۃ السالکین، محی الدین محمد ابن عربی الحاتمی الطائی المرسی اندلس کے شہر مرسیہ میں ۱۷رمضان المبارک سن ۵۶۰ھ میں پیدا ہوئے اس وقت مرسیہ پر ابو عبد اللہ محمد بن مردنیش کی حکومت تھی۔ آپ قدس اللہ سرہٗ نے اپنی عمر کے پہلے آٹھ سال مرسیہ میں ہی گزارے اور پھر سن ۵۶۸ھ میں اشبیلیہ چلے گئے جہاں آپ نے اپنی زندگی کے اگلے ۳۰ سال قیام کیا۔ آپ کی ولادت ایک نہایت ہی باعزت اور شریف خاندان میں ہوئی جس کا حکومتی معاملات میں کافی اثرورسوخ تھا، آپ کے والد خود فوج کے ایک اعلیٰ عہدے پر فائز رہ چکے تھے۔ محمد ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کو اوئل عمری سے ہی علم و معرفت سے محبت رکھنے والا ماحول نصیب ہوا جس کی وجہ سے آپؒ نے علوم قراءات' لغت، ادب حدیث اور فقہ سے کافی شغف حاصل کر لیا تھا بچپن میں آپ کو شعر اور ادب سے نہایت دلچسپی تھی۔ شیخ اکبرؒ نے اپنے دور کے شیوخ کا دامن تھاما تو قراءات، حدیت، فقہ، لغت، اور ادب میں ایسی مہارت پیدا کی جو بعد میں آپ کو علوم الہیہ کے بیان میں خاصی مددگار ثابت ہوئی۔

آپؒ نے سولہ سال کی عمر میں –اس روحانی بشارت کے بعد جس میں آپ کو دیدار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل ہوا اور جس میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؒ کو علم حدیث کی رغبت دلائی– حدیث پڑھنی شروع کی؛ رسالہ مبشرات میں فرماتے ہیں:

> ہمارے کچھ دوست احباب –اس سے قبل کہ میرے پاس کوئی علم تھا– میرے پاس آئے اور مجھے اہل رائے کی کتابیں پڑھنے پر اکسانے لگے، یہ وہ دور تھا جب مجھے نہ اہل حدیث کا پتا تھا اور نہ اہل رائے کا۔ (اسی دور میں) میں یہ خواب دیکھتا ہوں؛ میں ایک بہت وسیع و عریض میدان میں ہوں اور ایک مسلح گروہ میرے قتل کے درپے ہے، مجھے کوئی پناہ گاہ بھی نہیں نظر آرہی جہاں چھپ سکوں۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ

میرے سامنے ایک ٹیلہ ہے اور رسول اللہ ﷺ اس (ٹیلے) پر کھڑے ہیں؛ میں دوڑ کر آپ ﷺ کی طرف بڑھتا ہوں اور آپؐ اپنے دونوں بازو پھیلا لیتے ہیں اور مجھے زور سے گلے لگاتے ہیں، پھر فرماتے ہیں: اے میرے پیارے (بیٹے)، میرا دامن تھام لو، تم محفوظ رہو گے۔ پھر جب میں اُس (مسلح) گروہ کی جانب دیکھتا ہوں تو اب روئے زمین پر مجھے کوئی نظر نہیں آتا۔[1]

شیخ فرماتے ہیں: اس وقت سے میں نے حدیث لکھنا اور پڑھنا شروع کی۔ یہ خواب ان خوابوں کی ایک کڑی میں سے ہے جس نے آپ کو اوئل عمری ہی میں علم حدیث کی اہمیت سے، نہ صرف آگاہ کیا بلکہ اس علم کے حصول کے لیے بھرپور اکسایا۔ اسی سلسلے کی ایک اور کڑی وہ خواب ہے جس میں آپؒ نے امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا اور ان سے پوچھا:

یا امام مالک میں کیا پڑھوں؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (نے مسکرا کر) پوچھا: تو کتب رائے پڑھنا چاہتا ہے؟ شیخ اکبرؒ فرماتے ہیں ابھی وہ یہ کہہ ہی رہے تھے کہ میں دیکھتا ہوں کہ ایک شخص جو کتب رائے پڑھتا تھا وہ امام مالک کی طرف پیٹھ کیے ہوئے اور کوڑے کے ڈھیر کی طرف منہ کیے ہوئے کھڑا ہے، آپ نے جب یہ دیکھا تو فوراً کہا: یا امام مالک میں ڈرتا ہوں! کہیں مجھے بھی کتب رائے اس مقام پر نہ پہنچا دیں، جہاں پر اس کو پہنچا دیا ہے۔ یہ سننا تھا کہ آپ (یعنی امام مالک) نے ہنستے ہوئے کہا: تو نے ٹھیک کہا، اے بیٹے حدیث لکھنا اور پڑھنا خود پر لازم کر لے۔[2]

یہ اور اس طرح کے دوسرے خواب ہی شیخ اکبرؒ کے علم حدیث کو حاصل کرنے کی بنیاد بنے۔ اس کے بعد ابن عربی نے باقاعدہ طور پر علم حدیث کے لیے شیوخ کے پاس جانا شروع کیا۔ اپنی

---

[1] رسالہ مبشرات از شیخ اکبر محی الدین ابن عربی۔

[2] ایضاً۔

کتاب محاضرہ الابرار کی ابتدا میں آپ نے متعدد کتب احادیث تک اپنی متصل اسناد کا تذکرہ کیا ہے۔ غالباً اسی دور میں ۱۱ برس کی عمر میں آپ نے علم حدیث کی باقاعدہ تعلیم شروع کی چنانچہ اسی کتاب میں بیان کرتے ہیں کہ سن ۵۷۱ ہجری میں میں نے شیخ ابو قاسم ہبہ اللہ بن علی بن مسعود الانصاری رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث القضاعی روایت کی۔

وإذا قلت: روينا من حديث القضاعي فهو ما حدثناه كتابة أبو القاسم هبة الله بن علي بن مسعود الأنصاري سنة إحدى وسبعين وخمسمائة عن أبي عبد الله محمد بن بركات بن هلال السعيدي القضاعي محمد بن سلام.[1]

شیخ اکبرؒ کے ذکر کردہ متعدد شیوخ عصر المؤحدین کے علما میں سے تھے بلکہ ان میں سے بیشتر تو مؤحدین سلاطین کے زیر اثر قاضی اور کاتب کے عہدوں پر فائز تھے۔[2] اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ابن عربی نے اپنے دور کے نامور اور جید علمائے کرام کے سامنے زانوئے تلمذ بچھایا اور کشف، الہام یا فتوحات کے وہ سلسلے جو آپ پر اوائل جوانی سے ہی شروع ہو گئے تھے اس امر میں بالکل مانع نہ ہوئے۔ ایک اور کڑی جو ان شیوخِ شیخ اکبرؒ اور ابنِ عربیؒ میں مشترک ہے، وہ ان میں سے اکثر کا سلسلہ تصوف سے منسلک ہونا ہے۔ یوں ہمیں یہ بھی پتا چلتا ہے کہ اس دور کے صوفیاء علم حدیث پر خصوصی توجہ دیا کرتے تھے اور یہی امر بعد میں ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی صادق آیا۔ آپ کی بیشتر کتب اس بات کی گواہ ہیں کہ آپ علوم حدیث سے حد درجہ شغف رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ کو ان علوم کی خصوصی فہم دی گئی تھی جس کی وجہ سے آپ متشابہ احکام کو محکم احکام کی طرف لوٹانے میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ انہی

---

[1] (ابن عربي، محاضرة الأبرار ومسامرة الأخيار).

[2] مثلاً دیکھئے کلود یاعداس کی کتاب "کبریت احمر کی تلاش میں" ص ۹۸، جس میں آپ نے سات ایسے شیوخ ابن عربی کا تذکرہ کیا ہے جو علوم حدیث و فقہ کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ سرکاری عہدوں پر بھی فائز تھے اور جن سے ابن عربی نے باقاعدہ طور پر علم حدیث حاصل کیا۔ (Addas 98)

شیوخِ حدیث کا تذکرہ ابن عربی نے اپنی مختلف تالیفات میں درج کیا ہے ان میں سے ایک، بادشاہ المظفر کو لکھا جانے والا وہ اجازت نامہ[۱] ہے جس میں آپ نے اپنی ۲۹۰ تصانیف اور ۷۰ شیوخ کا تذکرہ کیا ہے اس تذکرے میں آپ نے اپنے علوم حدیث کے اساتذہ کا تعارف کروایا ہے جن سے آپ نے مختلف ادوار میں مختلف کتب احادیث باقاعدہ اجازت علمی سے حاصل کئیں۔ اسی اجازت نامے میں رقمطراز ہیں:

علم حدیث میں میرے شیوخ میں قاضی ابو عبد اللہ محمد بن سعید دربون رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں جن سے میں نے کتاب بقعی سنی جو کہ ابو عمر یوسف بن عبد البر النمری الشاطبی رحمۃ اللہ علیہ[۲] کی تالیفات میں سے ہے۔

شیخ ابو محمد عبد الحق بن عبد الرحمن عبد اللہ الاشبیلی رحمۃ اللہ علیہ[۳] ہمارے شیوخ حدیث میں سے ہیں آپ نے مجھے اپنی حدیث کی تمام کتابیں پڑھائیں، ان کتب کے نام احکام

---

۱ مزید تفصیلات کیلئے دیکھئے "تالیفات ابن عربی؛ تاریخ وترتیب" از عثمان یحییٰ۔
جرالڈ ایلمور کے مطابق اب تک اس دستاویز کا مستند اور قدیم ترین قلمی نسخوں پر مبنی تحقیق شدہ عربی متن شائع نہیں کیا جا سکا۔ چونکہ یہ دستاویز مع "فہرست المؤلفات" ابن عربی کے تمام مستند علمی سرمائے کا احاطہ کرتی ہیں تو ان دستاویزات پر علمی تحقیق اشد ضروری ہے۔ اپنے ایک مقالے میں جیرالڈ ایلمور نے ان دو دستاویزات کے تحقیق شدہ عربی متن پر کام کرنے کا عندیہ دیا ہے۔

(Elmore, Sadr al-Din al-Qunawi's Personal Study-List of Books 116-118)

۲ شیخ ابو عمر یوسف بن عبد البر النمری الاندلسی القرطبی المالکی بلا اختلاف امام مغرب ہیں، آپ اپنے دور میں حافظِ دنیا تھے۔ آپ نے علم حدیث میں نہایت اعلیٰ تالیفات لکھیں۔

۳ ابو محمد عبد الحق بن عبد الرحمن عبد اللہ الاشبیلی جو کہ ابن خراط کے نام سے جانے جاتے تھے سن ۵۱۴ ہجری میں پیدا ہوئے، آپ اپنے دور کے حدیث کے امام، حافظ، علل حدیث کا علم، اور رجال کی معرفت رکھنے والے تھے، آپ کی وفات سن ۵۸۱ھ میں ہوئی۔ (فوات الوفیات، شذرات الذھب)

الصغری والوسطی والکبری، کتاب تہجد اور کتاب عاقبہ ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے ابو الحسن الشریح بن محمد شریح کے واسطے سے امام ابن حزم کی ایک کتاب بھی روایت کی۔

شیخ عبد الصمد بن محمد بن ابو الفضل الحرستانی رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے صحیح مسلم شریف سنی، آپ نے یہ کتاب الفراویؒ، انہوں نے عبد الغفار الجلودیؒ، انہوں نے ابراہیم المروزیؒ اور انہوں نے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے سنی تھی، آپ نے مجھے روایت صحیح مسلم کی اجازت عامہ دی۔

کتاب محاضرۃ الابرار میں اپنے ایک اور شیخ البرہان اسماعیل بن یوسف الانصاری رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ حدیث خطابی کی روایت کے سلسلے میں کرتے ہیں اور واضح طور پر یہ لکھتے ہیں کہ آپ بلاد اندلس کے رہنے والے تھے۔

شیخ اکبرؒ نے ۵۹۷ ہجری میں –۳۷ برس کی عمر میں– شہر مراکش میں ایک نہایت ہی عجیب و غریب خواب دیکھا جس میں آپ کو عرش اور اس کے خزانے دکھائے گئے آپ نے بہت سی بزرگ ہستیوں کو پرندوں کے روپ میں دیکھا۔ اسی خواب میں آپ کو مشرق کی جانب سفر کا حکم ملا، فرماتے ہیں:

میں نے بہت سے پرندوں کو دیکھا جو اس عرش کے مختلف کونوں میں اڑ رہے تھے ان میں ایک پرندہ نہایت خوبصورت تھا، اس نے مجھے سلام کیا اور میرے دل میں یہ ڈالا گیا کہ میں اسے ساتھی بنا کر مشرق کی طرف سفر کروں۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ محمد الحصّار – جو شہر فاس میں رہتے ہیں – نے اللہ سے مشرق کی طرف جانے کی دعا کی ہے چنانچہ آپ انہیں اپنے ساتھ لے جائیں۔ میں نے کہا آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ پھر جب میں فاس پہنچا تو میں نے ان سے پوچھا: کیا آپ نے اللہ سے کچھ مانگا تھا؟ انہوں نے کہا: ہاں میں نے اس سے مانگا تھا کہ مجھے مشرقی علاقوں میں لے جائے تو مجھے کہا گیا کہ فلاں بندہ تمہیں وہاں لے جائے گا۔ اب میں اس وقت سے اس

شخص کے انتظار میں ہوں۔ شیخ فرماتے ہیں میں انہیں سن ۵۹۷ میں اپنے ساتھ مصر لے آیا جہاں ان کا انتقال ہوا۔[1]

اسی سفر کو تکمیل کی منزل تک پہنچاتے ہوئے شیخ اکبرؒ ۵۹۸ ہجری میں مکہ المکرمہ کی طرف روانہ ہوئے آپ نے اس سفر میں جو راستہ اپنایا وہ اس وجہ سے بھی اہمیت کا حامل تھا کہ اسی سفر میں آپ نے بیشتر انبیائے کرام علیہم السلام کے مزارات پر حاضری دی۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مزار پر حاضر ہوئے پھر بیت المقدس میں حضرت داؤد علیہ السلام کے مزار پر اور آخر میں مدینہ منورہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی زیارت کرتے ہوئے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ سن ۵۹۸ ہجری میں –۳۸ قمری برس کی عمر میں – آپ مکہ مکرمہ پہنچے۔ مکہ میں قیام کے تین سال آپ کی زندگی میں کئی وجوہات کی بنا پر نہایت ہی اہمیت کے حامل ہیں؛ یہی تین سال آپ کی مغرب اور مشرق میں گزاری گئی زندگی کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔[2] مکہ میں اپنی آمد کے بارے میں فرماتے ہیں:

> جب میں ۵۹۸ ھ میں مکہ پہنچا تو وہاں کے فاضل لوگوں، ادیبوں کے ایک گروہ اور صالحین مرد اور عورتوں سے ملاقات کی۔ میں نے ان سب میں – اس فضل کے ہوتے ہوئے – کسی کو بھی الشیخ العالم، مقام ابراہیم علیہ السلام کے امام، امن والے شہر مکہ کے رہائشی، مکین الدین ابو شجاع زاہر بن رستم ابو الرجاء الاصفہانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی بزرگ

---

۱ فتوحات مکیہ جلد ۲، ص ۴۳۶۔

۲ اپنی کتاب (Unlimited Mercifier; The spiritual life and thought of Ibn Arabi 148-150) میں اسٹیفن ہرٹنسٹائن لکھتے ہیں کہ شیخ اکبر نے اپنی زندگی کے پہلے ۳۶ سال مغربی سرزمینوں میں گزارے اور آخری ۳۶ سال مشرقی سرزمینوں میں گزارے جبکہ درمیانی تین سال آپ نے مکہ میں قیام کیا۔

عالمہ بہن، استانیٔ حجاز، فخر النساء بنت رستم رحمۃ اللہ علیہا جیسا، اپنے نفس میں مشغول نہ پایا۔ دیگر لوگ تو اپنے روز مرہ کے معاملات میں ہی گم تھے۔ ان بزرگ سے ہم نے ابو عیسی الترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب (سنن ترمذی) اور دیگر بہت سے اجزا، فاضل لوگوں کی ایک جماعت کے ساتھ سماعت کیے، ان پر ادب کا ایسا غلبہ تھا جیسے کہ آپ کے ساتھ بیٹھا کسی باغ میں بیٹھا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نہایت ہی بذلہ سنج اور لطیفہ گو تھے ظریفانہ مجلس لگاتے اور (اپنی باتوں سے) ساتھیوں کو محظوظ اور مانوس کرتے۔ آپ کی ایک عجب شان بے پرواہی تھی کہ آپ صرف مطلب کی بات کرتے تھے۔ جہاں تک آپ کی ہمشیرہ فخر النساء- بلکہ فخر الرجال و علماء- کا تعلق ہے تو میں نے انہیں سماعتِ (حدیث) کی طلب بھیجی، کیونکہ آپ نہایت بلند روایت کی حامل تھیں۔ فرمانے لگیں: امید دم توڑ چکی اور موت قریب آگئی، اب مجھے روایت سے زیادہ عمل کی فکر ہے، جیسے کہ موت نے مجھ پر حملہ کر دیا ہے اور بڑھاپا میرے سر پر ہے۔ جب مجھ تک آپ کا یہ پیغام پہنچا تو میں نے آپ کو یہ شعر لکھ بھیجا:

حالي و حالك في الرواية واحدٌ　　ما القصد إلا العلم و استعماله

روایت میں میرا اور آپ کا حال ایک سا ہے جس کا اکلوتا مقصد علم کا حصول اور اس کا (درست) استعمال ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے بھائی کو یہ کہہ بھیجا کہ وہ آپ کی طرف سے نیابتاً ہمیں آپ کی تمام کتب کی روایت کی اجازت لکھ دیں۔ آپ کے بھائی نے نہ صرف ایسا لکھ کر ہمیں عنایت کیا بلکہ خود اپنی تمام کتب کی بھی اجازت عامہ بخشی، میں نے ان کے لیے ایک نظم بھی لکھی تھی جس کا ایک شعر یوں ہے:

سمعت الترمذي على المكين　　أمام الناس في بلد الأمين

میں نے سنن ترمذی، مکین الدین سے سنی جو کہ امن والے شہر (مکہ) میں لوگوں کے امام ہیں۔[1]

شیخ اکبرؒ نے ان بزرگ سے مشکاۃ الانوار کے علاوہ فتوحات مکیہ اور محاضرۃ الابرار میں بھی چند احادیث روایت کی ہیں، ان بزرگ کے واسطے سے ابن عربی کی امام ترمذی تک سند، کتاب محاضرۃ الابرار میں کچھ یوں درج ہے:[2] فإذا قلت روينا من حديث الترمذي فهو ما حدثنا به المكين ابن شجاع الزاهد ابن رستم الأصفهاني البراز بمكة عن الكرخي عن العرجي عن المجبوبي عن أبي عيسى محمد بن عيسى بن سورة الترمذي.

سنن ترمذی تک آپ کی ایک اور سند کتاب محاضرۃ الابرار میں کچھ یوں درج ہے: وإذا قلت روينا من حديث ابن سورة فهو ما حدثناه به عبد الحميد بن محمد بن علي بن أبي الرشيد القزويني كتابة عن أبي الحسن علي بن حمزة وأبي محمد عبد الواسع بن الموفق وأبي مثا بن عبد الصبور بن عبد السلام التاجر ثلاثتهم عن أبي عامر محمود بن القسم الأزدي عن أبي محمد عبد الجبار بن محمد بن عبد الله بن عبد الجراح عن أبي العباس محمد بن أحمد بن محمود المحبوبي التاجر عن أبي عيسى الترمذي الحافظ.

مکہ معظمہ میں شیخ اکبرؒ کے دوسرے بڑے استادِ حدیث شیخ یونس بن یحییٰ ابو الحسن العباسی الہاشمی رحمۃ اللہ علیہ – مکہ والے – تھے۔ مشکاۃ الانوار کی تالیف میں آپ کا نہایت اہم کردار ہے، سید

---

[1] شیخ اکبر نے ان بزرگ کی صحبت سے ہر طرح کا علمی اور ادبی فیض بھی حاصل کیا اور یہ تعلق صرف روحانی فیض تک ہی محدود نہ رہا۔ آپ ان کے خاندان کے ایک فرد کی حیثیت اختیار کر گئے اور یوں یہ رشتہ ایک لمبے عرصے تک قائم رہا۔ بعد میں انہی بزرگ کی بیٹی کے توسط سے علم و ادب و تصوف کا ایک ادبی خزانہ ترجمان الاشواق کے نام سے منظر عام پر آیا جو کہ عربی ادب میں الفاظ کی روانی اور معانی کی سلاست کے باعث اہم مقام رکھتا ہے۔

[2] (ابن عربي، محاضرة الأبرار ومسامرة الأخيار؛ إجازة لملك المظفر).

زادے ہونے کے ساتھ ساتھ آپ مشہور صوفی بزرگ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ خلفاء میں سے تھے۔ علم حدیث میں آپ کو محدث کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ شیخ اکبرؒ نے آپ سے رقائق اور احادیث کی بہت سے کتابیں سماعت فرمائیں جن میں کتاب صحیح بخاری، کتب ابن ابی دنیا اور کتاب المجالسہ از احمد بن مروان المالکی الدینوری شامل ہیں، بعد میں انہی بزرگ سے آپ نے مکہ مکرمہ ۵۹۹ ھ میں شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا خرقہ تصوف بھی حاصل کیا۔[1] ان بزرگ کے واسطے سے شیخ اکبر کی صحیح بخاری تک سند کچھ یوں ہے: فإذا قلت روينا من حديث البخاري فهو ما حدثنا به عبد الجليل الشريحاني و يونس بن يحيى في آخرين عن ابي الوقت عن الداودي عن الحموي عن الغريري عن محمد بن اسماعيل البخاري.

اور ابن ابی دنیا کی کتب تک سند کچھ یوں ہے: فإذا قلت روينا من حديث ابن أبي الدنيا فهو ما حدثنا يونس بن يحيى عن يحيى ابن إبراهيم الثلاماسي عن أبيه عن أبي نصر احمد بن محمد القاري عن أبي بكر بن عبد الله البزار عن جعفر بن عبد الله بن إسماعيل الهاشمي عن إبن أبي الدنيا.[2]

کتب احمد بن مروان المالکی الدینوری رحمۃ اللہ علیہ تک سند کچھ یوں ہے: وإذا قلت روينا من حديث الدينوري فهو ما حديثا به يونس بن يحيى عن أبي بكر محمد بن أبي منصور عن أبي طاهر بن الصقر عن هبة الله بن إبراهيم الصرف عن الحسن ين إسماعيل الضراب عن أحمد ين مروان المالكي الدينوري.

اسی قیام مکہ کے دوران، وہ تیسری بڑی ہستی جن سے آپ نے باقاعدہ علم حدیث کی تعلیم لی، شیخ نصر بن ابی الفتوح بن عمر الحصری رحمۃ اللہ علیہ –جو کہ حرم شریف میں امام مقام حنابلہ تھے– ہی ہیں۔ ابن عربی نے ان بزرگ سے بھی متعدد کتابیں سماعت کئیں جن میں سنن ابی داؤد اہم ہے،

---

[1] (ابن عربي، نسب الخرقة).

[2] (ابن عربي، محاضرة الأبرار ومسامرة الأخيار).

جس کی سند ابن عربی تک کچھ یوں ہے: حدثني بها عن أبي حعفر بن علي بن السمناني عن أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب عن أبي عمر القاسم بن جعفر بن عبد الواحد ا لهاشمي البصري عن أبي علي محمد بن أحمد بن عمر اللؤلؤي عن أبي داود.[1]

سنن ابو داود تک کتاب محاضرۃ الابرار میں آپ اپنی ایک دوسری سند کچھ یوں بیان کرتے ہیں: وإذا قلت روينا من حديث أبي داود فهو ما حدثنا به أحمد بن منصور عن ابن طالب محمد بن عبد الرحمن عن الحاكم بن الحسين أحمد بن عبد الرحيم عن علي السمرقندي عن ابن داسته عن أبي داود بن الأشعث السجستاني.

شیخ محمد بن محمد بن محمد البکری رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے رسالہ القشیریہ سماعت فرمایا اور اجازت عام حاصل کی۔ شیخ اکبر تک اس رسالے کی روایتی سند کچھ یوں ہے: وإذا قلت: روينا من حديث القشيري فهو ما حدثنا به محمد بن محمد عن أبي سعد هبة الله بن عبد الواحد بن عبد الكريم عن جده عبد الكريم بن هوزان القشيري.

شیخ ضیاء الدین عبد الوہاب بن علی بن علی بن سکینہ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بغداد کے نہایت ہی اہم محدثین میں ہوتا ہے۔ شیخ اکبر نے آپ سے اپنے سفر بغداد میں ملاقات کی اور اجازت عام حاصل کی۔ شیخ اکبر فرماتے ہیں: میں نے آپ سے علم (حدیث) حاصل کیا اور آپ نے مجھ سے علم (تصوف) حاصل کیا۔

شیخ ابو الخیر احمد بن اسماعیل بن یوسف الطالعانی القزوینی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو امام البیہقی کی تالیفات روایت کی اور اجازت عام دی: وإذا قلت: روينا من حديث أحمد ين الحسين فهو ما حدثناه به أبو الخير أحمد ين إسماعيل ين يوسف الطالعاني القزويني عن محمد ين الفضل الغراوي عن أحمد بن الحسين البيهقي.

شیخ ابو طاہر احمد بن محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو اجازت عام دی۔

---

[1] (ابن عربي، إجازة لملك المظفر).

شیخ ابو طاہر السلفی الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو شیخ عبد الرحمن سُلمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں روایت کرنے کی اجازت عام دی۔ وهو يروي عن أبي الحسن شريح بن عمرو بن شريح الرعيني المقري أجازني و أروي عنه كتب عبد الرحمن السلمي.

اسی طرح کتب عبد الرحمن سُلمی تک آپ کی دیگر اسناد محاضرۃ الابرار میں کچھ یوں ہیں:

وإذا قلت روينا من حديث السلمي فهو ما حدثنا به أحمد بن محمد عن محمد بن الفضل الثقفي عن أبي عبد الرحمن السلمي. ومما حدثنا به أيضاً أحمد بن منصور عن أبي سعد محمد بن أبي بكر يعرف بخياط الصوفي عن أبي بكر علي بن خلف عن أبي عبد الرحمن السلمي.

شیخ اکبر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر کتب حدیث

اپنی فہرست کتب جو کہ شیخ اکبرؒ نے ۶۲۷ ہجری میں مرتب کی اور جو آپ کی (۲۴۸) دو سو اڑتالیس کتابوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس میں آپ نے مشکاۃ الانوار کے علاوہ بھی اپنی دیگر کتب احادیث کا تذکرہ کیا ہے۔ ان میں سے اکثر تو حوادث زمانہ کی نذر ہو گئیں اور جو باقی بچیں وہ اب تک تحقیق کی کسوٹی سے گزر کر شائع نہیں ہو سکیں۔ آپ کی کتبِ حدیث کے بارے میں ہمیں یہ مواد حاصل ہوا ہے:[1]

۱-المحجة البيضاء في الأحكام الشريعة

شیخ فہرست مؤلفات میں فرماتے ہیں: ”میں نے یہ کتاب مکہ میں تصنیف کی اور یہ دو جلدوں میں کتاب الطہارۃ اور کتاب الصلاۃ تک مکمل ہوئی۔ اب میں تیسری جلد پر کام کر رہا ہوں اور کتاب الجمعہ تک پہنچا ہوں۔“[2] کتب خانہ یوسف آغا میں آج بھی شیخ اکبرؒ کے ہاتھ سے لکھی گئی اس کتاب کی دوسری جلد موجود ہے جس پر سن ۶۰۰ھ کی تاریخ درج ہے۔[3]

۲-مفاتيح السعادة

شیخ اکبرؒ کے مطابق یہ کتاب صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن ترمذی کی احادیث کا انتخاب شدہ مجموعہ ہے۔ شاید صحیح بخاری والے حصے پر مشتمل وہ مخطوطہ جو بدر الحبشی رحمۃ اللہ علیہ کے نام منسوب ہے اور آج کل قومی کتب خانہ تیونس میں رکھا ہوا ہے اسی مجموعے کا ایک جز ہو۔

[1] مزید تفصیل کے لیے دیکھئے (Divine Sayings, The Mishkat al Anwar of Ibn Arabi) مشکاۃ الانوار کا انگریزی ترجمہ۔

[2] فهرست مؤلفات ابن عربي (المخطوط).

[3] عثمان یحییٰ تالیفات ابن عربی؛ تاریخ و ترتیب۔

۳۔المصباح في الجمع بين الصحاح

یہ صحاح ستہ کے اختصار پر مبنی ایک مجموعہ ہے۔[1]

۴۔كنز الأبرار فيما روي عن النبي ﷺ من الأدعية والأذكار

اس کتاب کے عنوان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعاؤں اور اذکار کا ایک مجموعہ ہے۔

۵۔الأربعين المتقابلة والأربعين الطوالات

مشکاۃ الانوار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب اس سے قبل لکھی جاچکی ہے۔

۶۔مشكاة المعقول المقتبسة من نور المنقول

(۹) نو ابواب پر مشتمل ایک کتاب جو کہ عقلی اور نقلی عطایات کے بارے میں بتاتی ہے۔

۷۔الاحتفال فيما كان عليه الرسول الله ﷺ من سني الأحوال

شیخ اکبرؒ کے اپنے بیان کے مطابق یہ کتاب علوم حدیث سے تعلق رکھتی ہے مزید کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔[2]

[1] فهرست مؤلفات ابن عربي (المخطوط).

[2] فهرست مؤلفات ابن عربي (المخطوط).

شیخ اکبر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک علم حدیث کی اہمیت

ہمیں شیخ اکبرؒ کے نزدیک حدیث نبوی ﷺ کی بڑی اہمیت نظر آتی ہے اس کی سب سے بڑی مثال تو آپ کا اپنے کلام میں جگہ جگہ قرآن کریم کے بعد حدیث نبوی سے استدلال ہے۔ آپ بار بار اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ایک مومن کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ صرف کلام اللہ اور کلام رسول ﷺ پر مطلقاً سر تسلیم خم کرے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حدیث نبوی کا درست مقام جاننے کے لیے آپ ہی کے کلام میں سے کچھ نگینے اکھٹے کیے گئے ہیں:

حدیث نبوی کا احترام

حدیث نبوی کے احترام کی اس سے بڑی مثال کیا دی جا سکتی ہے کہ ان احادیث کی بھی ویسے ہی تعظیم کی جائے جیسے ذات نبوی ﷺ کی کی جاتی ہے۔ سورہ حجرات کی آیت نمبر ۲ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی سرزنش کی ہے جو نبی کریم ﷺ کے سامنے اونچی آواز سے بات کرتے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے اونچی آواز میں بولتے ہو (اس طرح) آپ ﷺ کے رُوبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔﴾ (الحجرات: ۲) شیخ اکبر اس آیت کو سامنے رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: اہل اللہ کے نزدیک آپؐ کی آواز اور آپؐ کے قول بیان کیے جانے کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ یوں سامعین احادیث پر کسی بھی حدیث کا احترام ویسے ہی واجب ہے جیسے کہ ذات نبوی ﷺ کا احترام واجب ہے۔ فتوحات مکیہ میں آپ لکھتے ہیں:

> تمام کی تمام رحمت سر تسلیم خم کرنے اور باب نبوت ﷺ میں سے اخذ کرنے (یعنی علم حدیث حاصل کرنے) میں ہے۔ بہت سے لوگ حضور ﷺ کے اس قول

سے اندھے ہیں: «عند نبي لا ينبغي التنازع». نبی کے سامنے جھگڑنا جائز نہیں۔ آپؐ کی حدیث کے سامنے ہونا بھی آپؐ کے سامنے ہونے جیسا ہے، حدیث بیان کرتے وقت جھگڑنا نہیں چاہیے اور سننے والے کو حدیث کی روایت کے وقت اپنی آواز اونچی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ (الحجرات: ۲) اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو۔ اہل اللہ کے نزدیک آپؐ کی آواز اور آپؐ کے قول بیان کیے جانے کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ لہذا ہمارے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم محدّث کا بیان کردہ کلام نبوت بغیر کسی جھگڑے کے قبول کریں، چاہے یہ حدیث کسی سوال کا جواب ہو یا پھر کلام کی ابتدا۔ چنانچہ کسی مسئلے یا مصیبت میں آپ ﷺ کے کلام کے پاس ٹھہرنا لازم ہے۔ پس جب بھی قال اللہ یا قال رسول اللہ - ﷺ - کہا جائے تو سننے والے کو چاہیے کہ اسے ادب سے قبول کرے اور اپنی آواز محدث کی آواز سے - جب وہ قال اللہ کہے یا حضور اکرم ﷺ کی کوئی حدیث روایت کرے سے - بلند نہ کرے کیونکہ ایسا کرنے میں اللہ تعالیٰ نے بغیر شعور کے اعمال اکارت جانے کی وعید سنائی ہے۔ ایسا شخص اس رد کرنے اور جھگڑا کرنے میں یہ خیال کرتا ہے کہ وہ اللہ کے دین کا دفاع کر رہا ہے جبکہ یہ تو اللہ کا وہی مکر ہوتا ہے جس کے بارے میں وہ کہتا ہے: ﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (الاعراف: ۱۸۲) ہم ان کو بتدریج اس طرح سے پکڑیں گے کہ انہیں معلوم بھی نہ ہوگا اور اس کا کہنا: ﴿وَمَكَرْنَا مَكْرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ (النمل: ۵۰) اور ہم نے ان کے ساتھ ایسی چال چلی جس کی ان کو کوئی خبر نہیں۔ پس ایک عقل رکھنے والا مومن جو کہ خود اپنا ناصح ہے، جب وہ کسی سے قال اللہ تعالیٰ یا قال رسول اللہ ﷺ سنتا ہے تو اسے خاموش رہنا چاہیے، عاجزی اور ادب کا اظہار کرنا چاہیے اور اس بات کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے جو اللہ اور اللہ کے

رسول ﷺ نے کہی۔ اللہ فرماتا ہے: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (الاعراف: ۲۰۴) جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو (توجہ سے) سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ ایسے شخص کے لیے بھی صرف رحمت کی امید کی جا سکتی ہے یہ لازم نہیں کہ اس کو رحمت حاصل ہو گئی۔ پس جو جھگڑا کرے، اپنی آواز بلند کرے اور تلاوت کرنے والے یا حدیث روایت کرنے والے کے کلام میں مداخلت کرے اس کا کیا حال ہو گا؟[1]

اس عبارت سے ہمیں شیخ اکبر محمد ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں علم حدیث کی درست اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ تک گوارا نہیں کہ کوئی شخص حدیث کی سماعت کے وقت اونچی آواز سے گفتگو بھی کرے، کہیں اس کے تمام اعمال اکارت ہو جائیں اور اسے خبر بھی نہ ہو۔

حدیث نقل کرنے کی شرائط

حدیث نقل کرنے کے لیے آپ نے بہت سخت معیار اپنایا۔ یہ معیار آج کے اس ترقی یافتہ دور میں تحقیق کے وضع کیے گئے اصولوں سے پوری طرح مطابقت رکھتا ہے جس میں زیادہ زور علمی امانت میں خیانت نہ کرنا اور باتوں کو بغیر کمی بیشی کے ویسے ہی بیان کرنا ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

باتوں کو ویسا ہی نقل کرنا چاہیے جیسا کہ ان (باتوں) کے کہنے والے نے کہا سوائے جگہ ء ضرورت کہ یعنی کسی دوسری زبان میں ترجمہ کرتے وقت۔ قرآن کریم کو جیسا وہ لکھا گیا ہے ویسا ہی نقل کرنا چاہیے اور اختلاف سے بچنے کے لیے اس کے بعد خود سے ترجمانی کی جا سکتی ہے؛ ترجمانی کا مطلب تفسیر ہے تلاوت نہیں۔ غیر قرآن (یعنی کہ

---

[1] افتوحات مکیہ جلد–۱، ص ۲۹۸۔

حدیث نبوی ﷺ) کو بھی قرآن مجید کی طرح اُنہی الفاظ سے نقل کرنا چاہیے اگر ایسا نہ کیا جا سکتا ہو تو بتانا چاہیے کہ میں صرف حدیث کا مفہوم بیان کر رہا ہوں، ہو سکتا ہے کہ حدیث سننے والا اس کے بیان کرنے والے سے زیادہ فہم کا حامل ہو۔ صحیح حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں: «بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَصِيَامِ رَمَضَانَ وَالْحَجِّ». (صحیح مسلم) اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: ۱- اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں ۲- نماز قائم کرنا۔ ۳- زکوۃ دینا۔ ۴- رمضان کے روزے رکھنا۔ ۵- اور حج کرنا۔ ہمیں اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ آپؐ کا ارادہ یہ ترتیب بھی تھی (جن میں ان ارکان کو ذکر کیا گیا ہے) اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی جانتے تھے کہ آپؐ نے ترتیب کا پورا خیال رکھا ہے اسی وجہ سے جب کچھ لوگوں نے ترتیب کی رعایت نہ رکھتے ہوئے حدیث کو یوں بیان کیا: «فَقَالَ رَجُلٌ الْحَجُّ وَصِيَامُ رَمَضَانَ قَالَ لَا صِيَامُ رَمَضَانَ وَالْحَجُّ هَكَذَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ». ایک شخص نے کہا: حج اور رمضان کے روزے تو فرمایا: نہیں بلکہ رمضان کے روزے اور حج۔ میں نے حضور ﷺ کو ایسے فرماتے سنا۔ اس بات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں حضور ﷺ کے الفاظ کو ویسے ہی نقل کرنا چاہیے جیسے کہ آپؐ نے ان کو ادا کیا۔[1]

روایت بالفاظ النبی ﷺ

شیخ اکبرؒ نے روایت بالفظ کو ہی اصل روایت قرار دیا۔ آپ کے نزدیک ایسے راویوں کا شمار وحی نقل کرنے والوں میں ہوتا ہے اور قیامت والے دن ان کا حساب رسولوں کے ساتھ کیا

---

۱ فتوحات مکیہ جلد-۱، ص ۳۸۷۔

جائے گا فتوحات مکیہ کے باب ۳۸ میں فرماتے ہیں :

حضرت محمد ﷺ کا قول ہے: «فَرَحِمَ اللهُ امْرَءاً سَمِعَ مَقَالَتِی فَوَعَاهَا فَادَّهَا کَمَا سَمِعْهَا». اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے میری بات سنی اسے یاد رکھا اور جیسے سنا ویسے ہی بتا دیا، یعنی حرف بحرف۔ ایسی حالت اسی کی ہوتی ہے جو قرآن یا سنت سے انہی الفاظ میں وحی پہنچائے جن الفاظ میں یہ وحی نازل ہوئی۔ اور ایسا صرف وحی نقل کرنے والے محدثین اور قاری حضرات سے مخصوص ہے، نہ فقہاء سے اور نہ ہی بالمعنی حدیث روایت کرنے والوں کا اس میں کوئی حصہ ہے، جیسا کہ سُفیان ثوری یا دیگر لوگوں کی رائے ہے کیونکہ معنی نقل کرنے والا اس حدیث میں سے اپنی سمجھ نقل کرتا ہے اور جو کوئی بھی اپنی سمجھ نقل کرے وہ خود اپنا پیامبر ہے؛ قیامت والے دن یہ ان لوگوں کے ساتھ جمع نہیں کیا جائے گا جنہوں نے وحی ویسے ہی (لفظ بالفظ) پہنچائی جیسے سنی اور اس منصب پیامبری کا حق ادا کیا۔ جیسے کہ قاری اور وہ محدث جو رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کو بعینہ ادا کرتا تھا، اسے رسولوں کی صف میں جمع کیا جائے گا۔ پس صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے جب رسول اللہ ﷺ کے الفاظ پر وحی نقل کی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پیامبر ہوئے اور تابعین، صحابہ (کرام رضی اللہ عنہم) کے پیامبر ہوئے، اور اسی طرح نسل در نسل قیامت تک معاملہ یوں ہی چلے گا۔ اگر ہم چاہیں تو ہم ایسے مبلغ کے حق میں کہہ سکتے ہیں: یہ اللہ کا پیامبر ہے اور اگر ہم چاہیں تو اس کی اضافت اس شخص تک کر سکتے ہیں جس سے اس نے یہ بات لی اور آگے پہنچائی۔ ہم نے ان واسطوں کا حذف کرنا اس لیے جائز ٹھہرایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تو جبرائیل علیہ السلام خبر دیتے تھے اور آپ علیہ السلام تو فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہی تھے لیکن ہم نبی کریم ﷺ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کا رسول نہیں کہتے بلکہ ہم آپ ﷺ کو اللہ کا رسول کہتے ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ﴾ (الفتح:۲۹) محمدؐ اللہ کے رسول

ہیں۔ ﴿مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللهِ﴾ (الاحزاب: ۴۰) محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں مگر اللہ کے رسول ہیں۔ ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَى قَلْبِكَ﴾ (الشعراء: ۱۹۳-۱۹۴) یہ (قرآن) آپ ﷺ کے قلب پر روح الامین لے کر اُترا ہے۔[1]

کیا بالمعنی روایت جائز ہے؟

روایت بالمعنی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ احادیث کو بیان کرتے وقت رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کی رعایت نہ برتی جائے اور حدیث کے معنی کو اپنے الفاظ میں بیان کر دیا جائے۔ شیخ اکبر کے نزدیک کسی بھی داعی الی الحق کے یہ شایان شان نہیں کہ وہ بلاوجہ احادیث رسول ﷺ کو بالمعنی روایت کرے بلکہ اس پر صرف اس قول کا پہنچا دینا فرض قرار دیا گیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

> اللہ کی طرف بلانے والے کو چاہیے کہ اس کی نازل شدہ شریعت کے مطابق منطوق نص سے ہی بلائے اور رسول ﷺ کے بلانے پر کچھ اضافہ نہ کرے کیونکہ یہ بھی آپ ﷺ کا ہی قول ہے کہ: «نَضَّرَ اللهُ امْرَأً سَمِعَ مِنِّي كَلِمَة فَوَعَاهَا فَأَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ». اللہ اس شخص کا بھلا کرے جس نے مجھ سے کوئی بات سنی اور ذہن نشین کی اور پھر اس کو ویسے ہی بیان کیا جیسے کہ سنا، ہو سکتا ہے کہ جس کے پاس یہ بات پہنچی وہ سننے والے سے زیادہ فہم رکھتا ہو۔ شیخ فرماتے ہیں اس مسئلے میں لوگ اختلاف رکھتے ہیں کہ آیا حدیث کو بالمعنی روایت کیا جا سکتا ہے؟ میرے نزدیک ایسا کرنا بالکل جائز نہیں اور اگر کوئی ایسا کرے تو اسے بتانا چاہیے کہ اس نے صرف معنی نقل کیا ہے کیونکہ معنی نقل کرنے والا تو صرف رسول اللہ ﷺ کے

---

[1] الفتوحات مکیہ (تحقیق: عثمان یحیی) جلد — ۳، ص ۳۹۲۔

کلام میں سے اپنی سمجھ نقل کرتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کسی دوسرے کی سمجھ کے مطیع ہونے کا حکم نہیں دیا مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ متفق علیہ باتیں بیان کرے یا پھر کسی عجمی کے لیے اس کی زبان میں ترجمہ کر کے بتائے۔ اگر یہ معنی نقل کرنے والا بعینہ حضور ﷺ کے الفاظ نقل کرتا تو ہو سکتا تھا کہ ہم بھی وہی سمجھتے جو وہ سمجھا یا اس سے زیادہ یا کم سمجھتے یا بالکل ہی اس کے الٹ سمجھتے۔ پس بہتر یہی ہے کہ حدیث کو بھی ویسے ہی نقل کیا جائے جیسے کہ قرآن (لفظ بالفظ) نقل کیا جاتا ہے۔[1]

حدیث کے الفاظ کا مطلب

شیخ اکبرؒ نے اختلاف سے بچنے کے لیے کسی بھی حدیث سے معنی اخذ کرنے کے لیے بنیادی اصول مرتب کیے اور ان اصولوں کے ہوتے ہوئے کسی حدیث کے معنی میں اختلاف کی گنجائش بہت کم ہے۔ یہ اصول قرآن کریم کی بیان کردہ اس اصل پر مبنی ہیں جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۖ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (النساء:۵۹) اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی، پھر اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں خدا اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو یہ بہت بہتر اور احسن تاویل ہے۔ شیخ فرماتے ہیں:

> کسی آیت یا حدیث میں وارد لفظ کے صحیح معنی کے حصول کے لیے لغتِ عرب سے رجوع کیا جائے گا سوائے اُس صورت کہ جب شارع نے ہی اِس لفظ کو اُس کے عربی لغوی مفہوم سے علیحدہ کر کے پیش کیا ہو؛ مثلاً اسم الصلاۃ (نماز) اسم الوضوء اسم الحج اور

---

[1] الفتوحات مکیہ (تحقیق: عثمان یحیی) جلد-۳، ص ۴۰۳۔

اسم الزکاۃ وغیرہ۔ ان الفاظ میں اصل یا مراد وہی معنی ہو گا جو شارع مقرر کرے گا۔ اگر یہ معنی مقرر کیے جانے کے بعد، کسی حدیث یا آیت میں یہ الفاظ استعمال کیے گئے تو ان الفاظ کی تفسیر شارع کے مقرر کردہ معنی کے مطابق ہی کی جائے گی، نہ کہ عربی زبان کے اصولوں کے مطابق، سوائے ایک صورت میں؛ وہ یہ کہ خود رسول اللہ ﷺ نے اس لفظ کو عربی زبان کے اصول کے مطابق استعمال کیا ہو، ایسی صورت میں اس لفظ کا لغوی مطلب اس حدیث پر متعین کیا جا سکتا ہے۔[1]

حدیث کو کسی صورت چھوڑنا جائز نہیں

شیخ اکبر کے نزدیک احادیث رسول ﷺ کی اہمیت نص قرآنی کے بعد سب سے مقدم ہے جیسے کہ نبی کریم ﷺ کا رتبہ رب تعالیٰ کے بعد سب سے مقدم ہے۔ آپ کے دور میں فقہ کے مسالک پوری آب و تاب کے ساتھ قائم ہو چکے تھے اور بعض تعصب پسند فقہاء اپنے مسالک کی عظمت ظاہر کرنے اور دوسرے مسلک کو غیر مصیب ثابت کرنے کے لیے بعض اوقات احادیث کی شد و مد سے جرح و تعدیل کیا کرتے تھے۔ شیخ اکبر اس سب صورتحال سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ احادیث رسول ﷺ کو چھوڑنا یا کسی بھی فقہی امام کے قول کو حدیث – چاہے وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو – پر ترجیح دینا کس قدر خرابی کا باعث ہو سکتا ہے۔ اسی لیے فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۸۸ جو کہ "اسرار شریعت کے اصولوں کی معرفت کے بارے میں ہے" اس میں فرماتے ہیں:

احادیث میں سے صرف صحیح احادیث ہی لی جائیں گی۔ اگر تو مکلف مقلد ہو اور اس تک ایک ضعیف حدیث پہنچے جو حضور ﷺ کی طرف مسند ہو، اور کسی امام کا قول اس حدیث کے خلاف ہو مگر وہ (مقلد) اس قول کی دلیل نہ جانتا ہو تو اس (مقلد) کو یہ

---

[1] فتوحات مکیہ (تحقیق: عثمان یحییٰ) جلد–۱۳، ص ۴۵۹۔

ضعیف حدیث بھی قبول کرنی چاہیے اور اس قول کو ترک کر دینا چاہیے کیونکہ اگر یہ حدیث فی نفس الامر صحیح نہیں تو کم سے کم یہی ہو گا کہ یہ اس قول کے برابر ہو گی۔ اس لیے مکلف مقلد کو حدیث سے نہیں ہٹنا چاہیے۔ اور اگر حدیث صحیح ہو اور کسی امام یا مفتی کا قول اس کے برخلاف ہو تو پھر تو کسی صورت بھی حدیث کو نہیں چھوڑنا چاہیے اور اس (مکلف) کو اختلاف پر مبنی اس مفتی یا امام کے قول کو ترک کر دینا چاہیے۔[۱] آگے فرماتے ہیں: کسی امام یا مفتی کے قول کی وجہ سے آیت یا حدیث (پر عمل) ترک کرنا جائز نہیں اور جس کسی نے ایسا کیا تو وہ اللہ کے دین سے نکل گیا اور صریح گمراہی میں جا گرا۔[۲] اللہ تعالیٰ نے ہم پر رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی کا قول مضبوط پکڑ لینا لازم نہیں کیا لیکن ہمیں ان (ائمّہ کرام) کی تعظیم اور محبت کا حکم (ضرور) دیا گیا ہے۔[۳]

ہر حدیث پر عمل کرنا چاہیے

آپ قدس اللہ سرہٗ کی حدیث نبوی ﷺ سے محبت -جو کہ دراصل ذات نبوی ﷺ سے محبت ہی ہے- کا ایک اور ثبوت آپؒ کا یہ فرمانا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے حقیقی وارث کو ہر حدیث جو کہ تحلیل و تحریم سے تعلق نہ رکھتی ہو، اُس پر عمل کرنا چاہیے، چاہے یہ حدیث اس کے فقہی مسلک سے موافقت رکھتی ہو یا مخالفت۔ آپ کے اس قول کی اصل قرآن مجید میں بیان کردہ وہ آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس نے رسول کی پیروی کی تو اس نے اللہ کی پیروی کی، چنانچہ رسول ﷺ کے ہر قول و فعل کی پیروی ایک سچے وارث پر لازم ہے۔

---

۱ شیخ اکبر کے نزدیک تقلید کی حقیقت جاننے کے لیے ملاحظہ ہو فتوحات مکیہ (تحقیق: عثمان یحیی) جلد-۱۳، ص۴۶۳ اور الفقہ عند الشیخ الاکبر، محمود محمود غراب، ص۷۱ اور ص۹۱۔

۲ فتوحات مکیہ (تحقیق: عثمان یحیی) جلد-۱۳، ص۴۵۳۔

۳ ایضا، ص۴۵۶۔

شیخ اکبر فرماتے ہیں: جہاں تک افعال کا تعلق ہے تو وارث کو رسول اللہ ﷺ کے افعال میں سے ان افعال کو لینا چاہیے جن پر آپ ﷺ کی پیروی میں اس کے لیے عمل کرنا جائز ہو، نہ کہ وہ افعال جو صرف آپؐ سے مخصوص تھے جنہیں آپؐ خود سے یا اپنے رب سے مخصوص کرتے یا جو معاملہ آپؐ کا اپنے اہل و عیال، اپنی اولاد، اپنے رشتہ داروں، اپنے ساتھیوں اور تمام دنیا کے ساتھ تھا۔ ایک وارث کو ان تمام معاملات میں آپؐ سے روایت کردہ ان احادیث کی پیروی کرنی چاہیے جو اپنی صحت اور سُقم میں یہ واضح کرتی ہیں کہ حضور ﷺ کے افعال کیسے ہوا کرتے تھے۔ پس یہ وارث ان تمام احادیث پر ان کے مطابق عمل کرتا ہے نہ ان پر کسی چیز کا اضافہ کرتا ہے اور نہ ہی کچھ کمی۔ اگر روایات میں اختلاف ہو تو اسے تمام روایات پر عمل کرنا چاہیے، بسا اوقات ایک روایت پر عمل کرے اور بسا اوقات دوسری روایت پر عمل کرے، اگرچہ کہ ایک مرتبہ ہی کیوں نہ کرے (لیکن اسے ہر روایت پر عمل کرنا چاہیے) مگر ہمیشہ کے لیے اُسی روایت پر عمل کرے جو ثابت ہو۔ اگر یہ حدیث سند کے راستے سے درست نہ بھی ہو تو پرواہ مت کر سوائے ایسی صورت میں اگر اس کا تعلق تحلیل اور تحریم سے ہو۔ اور اگر تحلیل و تحریم سے تعلق نہ ہو تو ہر روایت پر عمل کر۔ (ایسے شخص کو) دن اور رات میں حضور ﷺ کی طرح نمازیں پڑھنی چاہیں اسی طرح روزے رکھنے چاہییں اپنے اہل کے ساتھ ویسا ہی برتاو کرنا چاہیے، کھانے پینے میں آپؐ کے مزاج گرامی کو اپنانا چاہیے جیسے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ کی ایسی ہی حالت تھی ہمیں آپ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ آپ نے کبھی تربوز نہ کھایا تھا اور جب ان سے پوچھا جاتا تو فرماتے: مجھے کسی نے نہیں بتایا کہ حضور ﷺ یہ کیسے کھایا کرتے تھے، اسی طرح ہر وہ عمل جس میں آپ کو ایسی واضح حدیث نہ ملی جو بتاتی ہو کہ آپؐ نے یہ عمل کیسے کیا۔ اور اگر یہ عمل مناسب مقدار سے متعلق ہو اور اس میں حدیث بھی آئی

ہو تو اس پر عمل کر مثلاً آپؐ کا روزے رکھنا یہاں تک کہ ہم کہتے اب آپؐ روزہ نہیں چھوڑیں گے تو آپؐ چھوڑ دیتے اور پھر ہم کہتے کہ اب آپؐ کبھی روزے نہیں رکھیں گے، اور جن معاملات میں راوی نے کسی معین مدت کا ذکر نہ کیا ہو۔ پس تو بھی اسی طرح روزے رکھ اور چھوڑ، اور ماہ شعبان میں زیادہ روزے رکھ اور سوائے ماہ رمضان کے کبھی کسی صورت پورا مہینہ روزے نہ رکھ۔ ہر وہ روزہ جس کے رکھنے کا آپؐ نے حکم تو دیا مگر آپؐ کا رکھنا کسی حدیث میں وارد نہ ہوا تو صرف آپ کے حکم کے لیے اس پر عمل کر۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا یہی مطلب ہے: ﴿إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ﴾ (آل عمران: ۳۱) اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت رکھے گا۔ چنانچہ ہر بات میں آپؐ کی پیروی کر کیونکہ اللہ فرماتا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱) تمہارے لیے اللہ کے رسولؐ (کی زندگی) ایک بہترین نمونہ ہے۔[۱]

علم حدیث

شیخ اکبر کے نزدیک کسی بھی حدیث پر عمل کرنا یا نہ کرنا صرف اس کی سند پر موقوف نہیں بلکہ آپ متن کو دین کے اصولوں کے تناظر میں پرکھنے کو ترجیح دیتے ہیں فتوحات مکیہ کے باب وصیت میں فرماتے ہیں:

> حدیث نبوی ﷺ میں سے صحیح اور ضعیف کو الگ الگ کر اور ان (احادیث) کو (دین کے) اصولوں پر پرکھ، جو حدیث اصولوں پر پوری اترے اس کو تھام لے اگرچہ کہ اس کی سند درست نہ بھی ہو کیونکہ اصل اس کی حمایت کرے گی اور اگر یہ (حدیث) مکمل طور پر اصولوں کے خلاف ہو تو اسے مت لے اگرچہ کہ اس کی سند

۱ فتوحات مکیہ جلد-۳، ص ۵۰۱۔

درست ہی کیوں نہ ہو جب تک کہ تو اس کا (کوئی) رخ نہ جانتا ہو، خبر آحاد صرف غالب گمان کا علم دیتی ہیں لہذا تجھ پر سنت متواترہ اور کتاب اللہ کا پکڑنا واجب ہے کیونکہ یہی دونوں ہی بہترین ساتھی اور بہترین ہم نشین ہیں۔[1]

خبر متواتر اور خبر واحد

احادیث میں سے سب سے بلند درجہ تواتر سے بیان کردہ روایات کا ہے جنہیں متواتر احادیث کہتے ہیں شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ٨٨ جو کہ "اسرار شریعت کے اصولوں کی معرفت کے بارے میں ہے" اس میں فرماتے ہیں:

جان لے کہ احکام شریعت کے متفق علیہ اصول تین ہی ہیں۔ ا- الکتاب (قرآن مجید) ٢- سنت متواترہ (احادیث نبوی) ٣- اجماع۔ احادیث نبوی میں سے احکام اخذ کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: متواتر حدیث سے احکام اخذ کرنا صحیح خبر واحد سے اخذ کرنے سے بہتر ہے۔ باب نمبر ٦٩ میں آپ فرماتے ہیں: جسے کوئی متواتر نص مل جائے تو اسے اس کے پاس ٹھہر جانا چاہیے۔ شیخ فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک صحیح خبر واحد اور خبر متواتر کے مابین کوئی فرق نہیں سوائے اس ایک صورت کہ جب دونوں میں تعارض (تضاد) ہو۔[2] باب نمبر ٦٩ میں فرماتے ہیں: اگر کسی کے پاس صرف صحیح خبر واحد ہو اور اس کا تعلق افعال دنیا سے ہو تو اُسے اِس حدیث سے فیصلہ کرنا چاہیے، ہاں اگر اس حدیث کا تعلق افعال آخرت سے ہو تو پھر اسے حتمی طور اپنا عقیدہ نہیں بنانا چاہیے بلکہ کہنا چاہیے کہ اگر تو رسول اللہ ﷺ نے فی الواقع ایسا ہی فرمایا ہے جیسا کہ ہم تک پہنچا ہے تو میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور ہر اُس چیز پر بھی جو آپؐ یا اللہ تعالیٰ

ا فتوحات مکیہ، جلد-٤، ص٥٠٦۔

٢ فتوحات مکیہ (تحقیق: عثمان یحیی) جلد-١٣، ص٤٥٦۔

کی طرف سے آئی، چاہے اسے میں جانتا ہوں یا نہیں جانتا۔ کیونکہ عقائد میں صرف قطعی باتوں کو ہی رکھنا چاہیے؛ اگر نقل کی گئی ہوں تو تواتر سے ثابت ہوں اور اگر عقل سے حاصل کی گئی ہوں تو پھر صرف وہی باتیں، جو عقلی دلیل سے ثابت ہوں اور علوم نقل بھی جن میں کوئی عیب نہ لگاتے ہوں۔ اگر تو علوم نقل اس (عقلی دلیل) میں عیب لگاتے ہوں اور ان کے درمیان اختلاف ختم کرنے کی کوئی صورت نہ ہو تو نص پر ہی بھروسا کرے اور دلیل کو چھوڑ دے۔[1]

مرسل یا موقوف احادیث

مرسل ایسی حدیث کو کہتے ہیں جو کسی تابعی نے رسول اللہ ﷺ کے قول، فعل یا تقریر کے بارے میں بیان کی ہو، یعنی جس حدیث کی سند میں تابعی کے بعد والا راوی (مثلاً صحابی) ساقط ہو۔ اور موقوف سے مراد ہر وہ قول، فعل یا تقریر جو صحابی کی طرف منسوب ہو چاہے اس کی سند متصل ہو یا منقطع ہو، اسے اثر بھی کہا جاتا ہے۔ شیخ اکبر ان دونوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

> اگر حدیث مرسل یا موقوف ہو تو پھر اس (حدیث) پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا سوائے اس ایک صورت کے، وہ یوں کہ جب کسی تابعی کے بارے میں (حتماً) یہ پتا چل جائے کہ وہ صرف اپنے شیخ سے ہی مرسل احادیث روایت کرتا ہے، اگرچہ کہ اس تابعی نے کہیں بھی اپنے شیخ کو معین نہ کیا ہو۔ ایسی صورت میں مرسل حدیث بھی قبول کی جائے گی کیونکہ اس کا حکم مسند (حدیث) جیسا ہی ہے۔ حدیث مرسل کی مثال ایسی ہے کہ تابعی یوں کہے: حضور ﷺ نے فرمایا اور اپنے اس شیخ کا تذکرہ نہ کرے جس سے اُس نے یہ حدیث روایت کی؛ اور جبکہ یہ بھی معلوم ہو کہ یہ تابعی صحابہ کرام کی صحبت سے فیض یافتہ ہے اور اپنے دین میں ثقہ ہے؛ اور اگر یہ بھی معلوم ہو جائے کہ یہ شخص

---

۱ فتوحات مکیہ (تحقیق: عثمان یحیی) جلد-۷ ص۹۵۔

مصلحتاً بھی حضور ﷺ پر جھوٹ نہیں باندھتا (تو اس کی مرسل حدیث بھی مسند کے درجے میں قبول کی جائے گی) لیکن اگر یہ پتا چلا کہ یہ شخص تو نبی کریم ﷺ پر جھوٹ باندھتا ہے تو اس صورت میں ایسے شخص کی مسند حدیث بھی قبول نہیں کی جائے گی۔[1]

علماء انبیاء کے وارث ہیں

آپؒ نے اپنی تمام عمر علم حدیث کے حصول میں لگائی اور اپنے دور کے ماہر شیوخ سے فیض حاصل کیا۔ اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں شیخ اکبر فرماتے ہیں:

صحیح وراثت وہی ہوتی ہے جو تمام رُخوں سے ہو کسی ایک رُخ سے نہیں چنانچہ اس حدیث میں لفظ علماء کا اصل مسمیٰ، اولیاء اللہ اور اہل کشف و شہود ہی ہیں۔ یہی وہ لوگ ہے جنہوں نے رب تعالیٰ سے بغیر کسی واسطے کے خاص علم حاصل کیا جسے علم لَدُنی کہتے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو وراثت انبیاء کے اصل حق دار ہیں۔ یہ اپنے رب کی طرف سے اُسی بصیرت پر ہیں جن پر رسولِ خدا ﷺ یا اصحاب رسول رضی اللہ عنہم تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي﴾ (یوسف: ۱۰۸) (اے محمد ﷺ) کہہ دو: یہ ہے میرا راستہ اور میں اللہ کی طرف بصیرت سے بلاتا ہوں، اسی طرح میرے پیروکار بھی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بصیرت کو صرف اپنے آخری رسول ﷺ تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ آپؐ کے سچے پیروکاروں کو بھی شامل کیا۔ یہ لوگ اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہوتے ہیں ویسے ہی جیسے کہ انبیاء اور رسول علیہم السلام اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہوتے

۱ فتوحات مکیہ (تحقیق: عثمان یحیی) جلد — ۱۳، ص ۴۵۴۔

ہیں۔ یہ نبی تو نہیں مگر انہی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ میری امت کے اولیاء بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے ہیں۔ یہ لوگ یعنی اہل اللہ شریعت کو تقلید سے نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے دیے گئے خاص علم سے جانتے ہیں۔

کیفیت القائے وحی

شیخ اکبرؒ نے فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۱۴ میں القائے وحی کے بارے میں تفصیل سے بات کی ہے اور آپ کا تفصیل سے بات کرنا بنتا بھی تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ القائے وحی کو اس طرح سے نہیں جانتے جیسے کہ یہ حقیقت میں ہوتی ہے چنانچہ جب آپ نے آگے چل کر اولیاء اللہ کے لیے بھی اللہ کی طرف سے خاص علم عطا کیے جانے کا ذکر کیا تو پھر لازمی تھا کہ انبیاء اور اولیاء کا فرق بھی واضح کیا جا سکے تا کہ عام عوام کو ان دجالوں سے ہوشیار کیا جا سکے جن کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا تھا: «إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي». (سنن ابی داود: ۳/۱۰۷) بے شک میری امت میں تیس ایسے جھوٹے ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہ گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے جبکہ میں (یعنی محمد ﷺ) آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اسی لیے شیخ اکبر نے اس باب میں القائے وحی سے کلام شروع کیا، فرماتے ہیں:

> جان لے ۔ اللہ تجھے توفیق دے ۔ نبی وہ ہوتا ہے جس کے پاس اللہ کی طرف سے فرشتہ وحی لے کر آئے، یہ وحی شریعت پر مشتمل ہوتی ہے جس سے وہ (نبی) خود بھی اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ اگر یہ (نبی) کسی دوسرے کی جانب بھیجا جائے تو یہ رسول کہلاتا ہے۔ فرشتہ اس (نبی یا رسول) کے پاس دو طرح سے آتا ہے: (ایک) وہ (فرشتہ) اس وحی کے ساتھ اس (نبی) کے دل پر اترتا ہے؛ اس اترنے (تنزل) میں بھی مختلف احوال ہوتے ہیں۔ (اور دوسرا) یا پھر خارجی جسدی صورت میں ظاہر ہوتا

ہے؛ اور اس (نبی) کے پاس جو بھی (وحی) لایا ہوتا ہے اُسے اِس (نبی) کے کان میں ڈالتا ہے جسے وہ سن لیتا ہے یا اس کی نظر کے سامنے کرتا ہے جسے وہ دیکھ لیتا ہے؛ اس کو اس دیکھنے میں بھی – برابر – وہی حاصل ہوتا ہے جو اسے اس سننے میں حاصل ہوتا ہے۔ اور اسی طرح دیگر قوت حاسہ میں بھی (یہی کچھ ہوتا ہے)۔[1]

شیخ اکبر نے یہاں پر القائے وحی کی کیفیت بیان کی ہے جس میں تشریعی نبی غیر تشریعی نبی سے الگ ہوا۔ آپ نے قطعی طور پر حدیث نبوی اور منصب ختم ولایت کو ذہن میں رکھتے ہوئے ایک رقیق شبہے کا ازالہ کیا ہے۔ اس شبہے کی وجہ سے ہی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کو آج بھی کچھ حلقوں کی جانب سے تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے:

اس قسم کی وحی کا دروازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند ہو چکا ہے اور اب اس (بات) کا کوئی امکان نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو ایسی شریعت کی عبادت کا حکم دے جو شریعت محمدی کو منسوخ کرنے والی ہو، (حتی کہ) حضرت عیسی علیہ السلام بھی جب نازل ہوں گے تو شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہی فیصلہ کریں گے؛ اور آپ ہی (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) خاتم الاولیاء ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی (امت کی) ولایت اور ولایت مطلق ایک صاحب عزت نبی اور رسول پر ختم کی، جن سے مقام ولایت سر بمہر ہوا، چنانچہ قیامت کے روز آپؐ کو دو جگہ جمع کیا جائے گا؛ رسولوں کے ساتھ رسول کے طور پر اور ہمارے ساتھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ولی کے طور پر۔[2]

یوں آپ قطعی طور پر یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب اس قسم کی وحی

---

۱ فتوحات مکیہ (تحقیق: عثمان یحیی) جلد – ۲، ص ۳۵۶۔

۲ فتوحات مکیہ (تحقیق: عثمان یحیی) جلد – ۲، ص ۳۵۷۔

کا دروازہ بند ہو چکا ہے یعنی نبی آخر الزماں ﷺ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آ سکتا بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام -جو کہ خود ایک نبی اور رسول ہیں- کی مثال دے کر آپ نے واضح کر دیا کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اس امت میں اگر نازل ہوں گے تو ایک تابع ولی کی حیثیت سے ہوں گے اور اسی شریعتِ محمدی کے مطابق فیصلے کریں گے یہاں پر ضمناً عبارت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر بطور "خاتم الاولیاء" آپ کی ولایت کی عظمت کی طرف ایک اشارہ ہے، چنانچہ جیسے حضرت محمد ﷺ سے مقام نبوت سر بمہر ہوا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مقام ولایت سر بمہر ہوا۔

آپ فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۳۰۳ میں نبی اور ولی کے فرق کو بیان کرتے ہوئے اور دروازہ نبوت کے بند ہو جانے کے بارے میں لکھتے ہیں:

> خواب نبوت کے اجزا میں سے ایک جزو ہے مکمل نبوت نہیں، جہاں تک مکمل نبوت کا تعلق ہے تو وہ صرف نبی کو ہی حاصل ہوتی ہے، ولی کو نہیں۔ ... اسی وجہ سے ایک گروہ کا قول ہے: اللہ کو صرف اللہ ہی جانتا ہے، نبی کو صرف نبی ہی جانتا ہے اور ولی کو صرف اس جیسا ولی ہی جان سکتا ہے۔ پس نبی نبوت کو کھلی آنکھوں سے دیکھتا ہے جبکہ ولی ولایت کو کھلی آنکھوں سے دیکھتا ہے مگر وہ مقام نبوت کے مشاہدے سے اندھا ہے کیونکہ یہ مقام اس کے پیچھے ہے۔ اس (ولی) کی مثال حافظ قرآن جیسی ہے کیونکہ جو قرآن حفظ کرتا ہے اس کے دونوں پہلوؤں میں نبوت داخل کر دی جاتی ہے یہ نہیں کہا کہ اس کے سینے میں، اس کی آنکھوں کے درمیان یا اس کے دل میں لکھ دی جاتی ہے کیونکہ یہ مرتبہ نبی کے ساتھ خاص ہے ولی کے ساتھ نہیں۔ کہاں اکتساب اور کہاں تخصیص؟ نبوت اللہ کی طرف سے ایک خصوصیت ہے جسے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے لیکن اب یہ دروازہ بھی بند ہو چکا بلکہ رسول خدا محمدِ

(مصطفیٰ) ﷺ سے سر بمہر ہو چکا۔[1]

اولیائے کرام کو علم بصیرت حاصل ہونے کی کیفیت

اس کے بعد آپ امت محمد ﷺ کے اولیاء کرام کو اُس خاص علم کے عطا کیے جانے کی کیفیت بیان کرتے ہیں جس کی وجہ سے یہ ولی احکام شریعت میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہوتے ہیں اور علمائے رسوم کی طرح صرف نقش کی پیروی نہیں کرتے بلکہ ان کے سامنے عطائے احکام کے محمدی مظاہر قائم کیے جاتے ہیں جن سے یہ، ان احکام شریعت پر عین الیقین بلکہ حق الیقین کے درجے پر ہوتے ہیں۔ شیخ اکبر نے یہی کیفیت یوں بیان کی ہے:

جہاں تک اِس امت میں غیب کی باتیں بتانے والے اولیاء کا تعلق ہے[2] تو یہ ہر ایسا شخص ہے جسے حق نے اپنی تجلیات میں سے کسی ایک تجلی میں ٹھہرایا اور اس کے سامنے مظہر محمد ﷺ اور مظہر جبرائیل علیہ السلام قائم کیا؛ پھر یہ روحانی مظہر (جبرائیل علیہ السلام اس ولی کے سامنے) مظہر محمد ﷺ کو مشروع احکام کا خطاب سنواتا ہے یہاں تک کہ جب (یہ روحانی مظہر) اپنی بات مکمل کرلیتا ہے اور اس ولی کے دل سے خوف چھوٹ جاتا ہے تو اس منظر کو دیکھنے والا (ولی) احکام مشروعہ - جو امتِ محمدی میں ظاہر ہیں- میں سے ہر وہ بات پلے باندھ لیتا ہے جس پر یہ خطاب مشتمل ہوتا ہے۔ پس یہ ولی بھی اس حاضرت میں (احکام) ویسی ہی حضوری سے اخذ کرتا ہے جس حضوری سے مظہر

---

[1] الفتوحات مکیہ جلد-۳، ص ۱۴۔

[2] شیخ اکبر نے یہاں پر عربی لفظ «الأنبياء الأولياء» استعمال کیا ہے جس کا مطلب "ولیوں میں انبیاء" کیا جا سکتا ہے، چونکہ یہاں نبی اپنے لفظی معنی میں استعمال ہوا ہے اور اردو زبان میں نبی صرف اصطلاحی معنی میں ہی مستعمل ہے چنانچہ یہاں مناسب ترجمہ کیا گیا ہے کہ کہیں لوگ یہ اصطلاح غلط سمجھ کر گمراہ نہ ہو جائیں۔

محمدی نے اخذ کیے اور جس بنا پر مظہر محمدی کو یہ احکام امت کو بتانے کا حکم ہوا۔ پس جب یہ ولی اپنی حالت کی طرف لوٹا تو یہ وہ سب (احکام) جان چکا تھا جو اس (پاک) روح (یعنی جبرائیل علیہ السلام) نے (اس کے سامنے) مظہر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو القا کیے، یہ (ولی) ان (احکام) کی درستگی علم الیقین بلکہ عین الیقین سے جانتا ہے۔ پس اس (ولی) نے اس نبی کا حکم لے کر اپنے رب کی واضح دلیل کے ساتھ اس پر عمل کیا۔[1]

یوں اب اس آیت کے مصداق، یہ ولی بھی اپنے رب کی طرف سے بصیرت پر ہے کیونکہ اس کے رب نے اس کو بغیر کسی واسطے کے ویسے ہی علم دیا جیسا کہ انبیاء کو دیا جاتا ہے مگر انبیاء اور اولیاء میں فرق یہ ہے کہ نبی کو وحی سے مخصوص کیا جاتا ہے جبکہ ولی کو صرف اس حاضرت میں حاضر کیا جاتا ہے جس حاضرت میں اس کا نبی مظہر جبرائیل علیہ السلام سے یہ علوم شرع حاصل کرتا ہے چنانچہ خطاب تو نبی کی طرف ہی ہوتا ہے مگر یہ منظر خصوصی طور پر اس ولی کو بھی دکھایا جاتا ہے۔ اپنے رب کی طرف بصیرت سے بلانے میں لفظ بصیرت اہل اشارات کے لیے ایک اشارہ ہی ہے۔ لفظ بصیرت کا مادۂ اشتقاق بصر ہے جس کا مطلب ظاہری آنکھ سے دیکھنا لیا جاتا ہے چنانچہ لفظ بصیرت بھی اس مطلب کا کچھ نہ کچھ حصہ اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ ابن عربیؒ کے بقول:

یہی لوگ غیب کی باتیں بتانے والے ولی ہیں لیکن یہ کبھی بھی (کوئی نئی) شریعت لے کر نہیں آتے۔ ان کو جو کچھ بھی بتایا جاتا ہے، وہ اس تعریف کے ساتھ کہ یہ شریعت محمدی ہی ہے (اس سے زائد کوئی چیز نہیں اور نہ ہی یہ لوگ ظاہری دین میں کسی طور پر دوسروں سے جدا ہوتے ہیں) یا پھر یہ حاضرت تمثیل میں اپنی ذات کے اندر اور باہر آپؐ پر اس حکم کے ساتھ (ان پاک ارواح) کا نزول دیکھتے ہیں، ویسے ہی

---

۱ فتوحات مکیہ (تحقیق: عثمان یحیی)، جلد-۲، ص۳۵۷۔

جیسے کہ کوئی خواب دیکھنے والا اچھا خواب دیکھے۔ ہاں ولی، نبی کے ساتھ ان تین باتوں میں مشترک ہوتا ہے۔ جو باتیں عوام کو صرف خواب میں ہی پتا چلتی ہیں، وہ انہیں حالت بیداری میں بھی پتا چل جاتی ہیں۔ ہمارے اہل طریق نے اولیاء کے لیے یہ مقام ثابت کیا ہے۔ دوسرا محض توجہ (یعنی ہمت) سے کوئی کام کرنا۔ تیسرا، بغیر کسی ظاہری معلم کے علم حاصل ہونا، یہ علم خضر علیہ السلام ہی ہے۔

پس جب اللہ تعالیٰ نے اِسے بغیر کسی واسطے- یعنی فقہاء اور علمائے شریعت (کے بتانے کے علاوہ)- کے شریعت کا علم دیا جس پر اس (شخص) نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان کے مطابق (نہ کہ اس دیئے گئے علم کے مطابق) عبادت کی تو ایسا علم، علمِ لَدُنّی کہلاتا ہے۔ حالانکہ یہ شخص اس امت کے انبیاء میں سے نہیں۔ اولیاء میں سے نبی کا وارث اسی خاص حالت پر ہوتا ہے یعنی کہ وہ ایک فرشتے کو یہ علم (شریعت) حقیقت رسول پر القاء کرتا دیکھتا ہے۔ یہ سمجھ!

یہی لوگ غیب کی باتیں بتانے والے اولیاء ہیں اور یہ گروہ اللہ کی طرف بصیرت سے بلانے میں برابر ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیں: ﴿أَدْعُو إِلَى اللهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي﴾ (یوسف: ۱۲) میں اللہ کی طرف بصیرت سے بلاتا ہوں، اور میرے پیروکار (یعنی وارث) بھی (ایسے ہی بلاتے ہیں)۔ یہی لوگ اس مقام کے اہل ہیں۔ یہ اولیاء اس امت کے لیے ویسے ہی ہیں جیسے کہ بنی اسرائیل میں انبیاء ہوتے تھے، اسی مرتبے پر جس پر حضرت ہارون علیہ السلام نبی ہوتے ہوئے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پیروکار تھے؛ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبوت کی گواہی صریحا قرآن کریم میں دی ہے۔ یہ اولیاء ہی شک وشبہ سے بالاتر صحیح شریعت کی خود پر، اور دوسروں پر حفاظت کرتے ہیں اور یہی لوگ سب سے زیادہ شریعت کو سمجھنے والے ہیں مگر فقہاء ان کے اس درجے کو نہیں مانتے۔ ان اولیاء کو

اپنی سچائی پر کوئی دلیل قائم کرنا بھی لازم نہیں، بلکہ ان پر تو اپنا مقام، چھپانا لازم ہے۔[1]

یہاں تک تو بات سمجھ آ گئی کہ اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو بصیرت سے نبی کا پیروکار بناتا ہے تاکہ حقیقی وراثت کا حق ادا ہو سکے مگر کچھ دجال یہ سب کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی اس علم کے حامل ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ وہ نبوت تشریعی کا دروازہ بند ہونے کا انکار کرتے ہیں بلکہ اپنے آپ کو مختلف ناموں سے نبی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کبھی ظلی کبھی بروزی اور پتا نہیں کیا کیا۔ شیخ اکبر ان دجالوں کے فریب سے واقف تھے اسی لیے آپ نے آگے چل کر اس بات کو بالکل واضح کر دیا کہ اگر سچے وارث کو ایسا کچھ منظر دکھایا بھی جاتا ہے تو وہ علمائے رسوم کی تعبیر و تشریح کو غلط نہیں کہتا بلکہ ان کو ویسے ہی مصیب سمجھتا ہے جیسا کہ کوئی مجتہد مصیب ہوتا ہے۔ یہ لوگ ان فقہاء سے بحث اور مناظرے نہیں کرتے اور نہ ہی اپنے آپ کو عام عوام سے کچھ الگ سمجھتے ہیں بلکہ ان پر اپنا مقام چھپانا لازم ہے۔ اور یہی اس منصب کا معیارِ اہلیت ہے چنانچہ اب جو کوئی بھی عوام میں اپنا اثر ورسوخ بڑھانے اور دنیاوی منصب و مرتبہ کے حصول کے لیے ایسا کچھ ظاہر کرتا ہے تو شیخ اکبر کے بقول وہ اس منصب کا اہل ہی نہیں چنانچہ اپنے اس دعوے میں جھوٹا ہے۔

یہ لوگ علمائے رسوم[2] کے نزدیک ثابت شدہ شریعت - جس میں غلطی کا پہلو یہ جانتے ہیں - کے باوجود ان علماء کا رد نہیں کرتے۔ ان کا معاملہ ایک مجتہد کا سا ہے جس کے لیے کسی مسئلے میں وہی حکم ہوتا ہے جس طرف اس کو اس کا اجتہاد اور دلیل لے جائے، پھر اس پر یہ بھی لازم نہیں کہ اپنے مخالف کے حکم کو غلط کہتا پھرے کیونکہ

---

۱ فتوحات مکیہ (تحقیق: عثمان یحیی) جلد-۲، ص۳۵۹۔
۲ اردو: علمائے نقوش: یعنی نقش کی پیروی کرنے والے علماء۔

شارع نے ہی یہ حکم اس دوسرے کے حق میں بھی ثابت کیا ہے۔ چنانچہ ادب کا تقاضہ یہی ہے کہ جسے شارع نے حکماً ثابت کیا ہے اسے غلط نہ کہا جائے۔

کشف کی رُو سے ضعیف حدیث کی تحقیق

اولیاء اللہ کو کشف صحیح سے احادیث کی صحت اور ضعف کا پتا چل جاتا ہے چونکہ انہیں بھی یہ علم اسی حاضرت سے حاصل ہوتا ہے جس حاضرت سے نبی کو حاصل ہوتا ہے چنانچہ یہ لوگ اس علم پر اپنے رب کی جانب سے بصیرت پر ہوتے ہیں اور ان کا معاملہ ویسے ہی ہوتا ہے جیسے حدیث جبرائیل میں صحابہ کرام نے آپ علیہ السلام کو ایک انسان کی شکل میں آتے دیکھا اور رسول خدا ﷺ سے سوال کرتے سنا۔ ابن عربی فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۱۴ میں ہی آگے فرماتے ہیں:

یوں بہت سی ایسی ضعیف احادیث جن کی سند میں ضعف کے باعث - کہ ان (کی سند) میں (ایک راوی) حدیث وضع کرنے والا ہے - ان پر عمل ترک کر دیا گیا ہوتا ہے، لیکن ہو سکتا ہے یہ احادیث صحیح ہوں، اور اس وضع کرنے والے نے اس حدیث میں سچ بیان کیا ہو؛ اسے گھڑا نہ ہو اور کسی (محقق) محدث نے - ایسی صورت میں جب کہ یہ حدیث اسی ایک روایت سے بیان ہوئی ہو یا پھر اس حدیث کا مدار اسی ایک راوی پر ہو - اس (ضعیف) راوی کے سند میں ہونے کی وجہ سے اس حدیث کو رد کر دیا ہو؛ اگر اس حدیث کی ایک دوسری روایت (یعنی سند) میں کوئی ثقہ راوی موجود ہو جس نے اس (متروک) راوی کے ساتھ یہ حدیث سنی اور روایت کی ہو تو یہ حدیث اس ثقہ راوی کی سند سے قبول کی جاتی ہے۔ جبکہ اس ولی نے اس (حکم) کو اس (پاک) روح (یعنی جبرائیل علیہ السلام) سے سنا جس نے حقیقت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ سب القاء کیا، ویسے ہی جیسے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی

حدیث – جو کہ اسلام، ایمان اور احسان (پر مشتمل ہے) – میں آپ علیہ السلام کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنا سنا۔ اگر کسی ولی نے القاء کرنے والی روح سے یہ سب سنا تو وہ اس صحابی جیسا ہی ہے جس نے یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے سنا ہو اور اس (سننے) میں کوئی شبہ نہیں، برخلاف تابعی کے کیونکہ وہ اس حدیث کو گمان کے راستے سے ہی قبول کرتا ہے۔

کشف کی رو سے صحیح احادیث

شیخ اکبر نے فتوحات مکیہ میں کچھ ایسی کچھ احادیث بیان کی ہیں جن کی روایت نقل سے تو درست نہیں مگر اہل کشف کے ہاں یہ صحیح ہیں:

۱. اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت روایت جس میں آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔" شیخ فرماتے ہیں اسی جیسی ایک دوسری روایت جو نقل کے راستے سے تو درست نہیں لیکن کشف کے راستے سے درست ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ پہلی روایت میں صورت کی ضمیر حق تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے۔ وہ دوسری روایت یہ ہے: "اللہ تعالیٰ نے آدم کو رحمٰن کی صورت پر پیدا کیا۔"[۱]

۲. حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: "یہ کعبہ، یہ ۱۴ گھروں میں سے ایک گھر ہے اور سات زمینوں میں سے ہر زمین میں ہماری جیسی مخلوق ہے حتیٰ کہ ان میں میرے جیسے ابن عباس بھی ہیں۔" شیخ اکبر فرماتے ہیں اہل کشف کے ہاں یہ روایت درست ہے۔

۳. حضرت ابن عباس کی یہ حدیث: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب احرام کو کمر بند باندھنے کی اجازت دے دی۔" شیخ اکبر فرماتے ہیں: اگرچہ کہ اہل حدیث کے نزدیک یہ حدیث

---

۱ الفتوحات مکیہ (تحقیق: عثمان یحییٰ) جلد-۲، ص ۱۵۷۔

درست نہیں مگر اہل کشف اس کی صحت کے قائل ہیں۔[۱]

۴. شیخ فرماتے ہیں: ایک حدیث جو کشف سے درست ہے اس میں رسول اکرم ﷺ کا قول ہے: "ہر دو اذانوں (یعنی اذان اور اقامت) کے درمیان ایک نماز ہے۔"

۵. شیخ فرماتے ہیں: ایک حدیث جو کشف سے صحیح ہے اس میں رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں: جب اللہ تعالی کسی چیز پر تجلی کرتا ہے تو وہ چیز اس ذات کے سامنے جھک جاتی ہے۔"[۲]

۶. شیخ فرماتے ہیں: کشف سے صحیح حدیث جو کہ نقل سے ثابت نہیں اس میں رسول اللہ ﷺ اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں اللہ تعالی کا ارشاد پاک ہے جس کا معنی کچھ یوں ہے: "میں ایک ایسا خزانہ تھا جسے کوئی جانتا نہ تھا، میں نے چاہا کہ میں جانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو تخلیق کیا اور انہیں اپنی پہچان کروائی، پھر انہوں نے مجھے پہچانا۔"[۳]

کشف کی رو سے صحیح حدیث میں سقم

اسی طرح بہت سی صحیح احادیث بھی اگر لفظ بالفظ تواتر سے نقل نہ ہوئی ہوں تو ان میں سقم کے احتمال کو حتمی طور پر رد نہیں کیا جا سکتا اسی بارے میں شیخ فرماتے ہیں:

> بہت سی احادیث اپنی سند کے حوالے سے تو درست ہوتیں ہیں (یعنی محدثین انہیں قبول کرتے ہیں) اور اس مکاشف کے علم میں بھی ہوتیں ہیں جس نے یہ منظر دیکھا ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ اس صحیح حدیث کے بارے میں حضور ﷺ سے پوچھتا ہے تو آپؐ اس کا انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں: میں نے ایسا نہیں کہا، اور نہ ہی ایسا کوئی حکم

---

۱ فتوحات مکیہ (تحقیق: عثمان یحیٰ) جلد-۱۱، ص ۱۳۴۔

۲ فتوحات مکیہ جلد-۲، ص ۳۰۴۔

۳ فتوحات مکیہ جلد-۳، ص ۳۹۹۔

دیا ہے۔ اس سے اس مکاشف کو اس (حدیث) کے ضعیف ہونے کا پتا چل جاتا ہے، اور وہ اس پر اپنے رب کی واضح دلیل سے عمل ترک کر دیتا ہے اگرچہ کہ اہل نقل اس کی سند کی درستگی کے باعث اس (حدیث) پر عمل کرتے ہیں، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں۔[1] امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم کے مقدمے میں یہ بات کی ہے۔ یہ مکاشف یہ بھی جانتا ہے کہ یہ حدیث کس نے گھڑی (یعنی وضع کی) ہے، ان (اہل نقل) کے گمان کے مطابق جس کی سند درست ہے؛ یا تو اسے (یعنی اس مکاشف کو) اس شخص (یعنی وضع کرنے والے) کا نام بتا دیا جاتا ہے یا پھر اس کے سامنے اس (شخص) کی صورت لائی جاتی ہے (جسے وہ پہچان لیتا ہے۔)

خواب میں نبی کریم ﷺ کا دیدار

شیخ اکبرؒ کے ساتھ اس طرح کے واقعات تواتر سے پیش آئے ہیں اور آپ نے ان میں سے چند کو اپنی کتب، خاص طور پر فتوحات مکیہ میں درج بھی کیا ہے۔ شیخ فرماتے ہیں جب کسی کو خواب میں نبی کریم ﷺ کی صورت دکھائی دے تو یہ آپ ﷺ کی صورت ہی ہوتی ہے کیونکہ شیطان آپؐ کی صورت میں نہیں آ سکتا۔ فرماتے ہیں:

> ہم نے اس صورت سے بہت سے ایسے احکام شریعت اخذ کیے ہیں جن کو ہم نے اپنے دور کے علما سے نہیں سنا اور کتابوں میں نہیں پڑھا تھا پھر جب میں نے اس صورت سے اخذ شدہ احکام شریعت کا تذکرہ چند ایسے علما سے کیا جو حدیث اور فقہ دونوں میں مہارت رکھتے تھے تو انہوں نے مجھے بتایا کہ اس بارے میں حضور ﷺ سے صحیح احادیث ثابت ہیں جن میں ایک حرف کی بھی کمی بیشی نہیں اور وہ شخص اس بات سے حیران ہوتا تھا۔ اسی طرح میں نے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا تو

---

۱ یعنی حقیقت میں یہ حدیث درست نہیں۔

آپؐ نے مجھے یہ حکم دیا کہ میں تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے ہاتھ اٹھایا کروں، اور رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت بھی (رفع یدین کیا کروں۔ شیخ فرماتے ہیں) ہمارے شہر کے لوگوں کا یہ قول نہ تھا، نہ ہمارے ہاں کوئی ایسا کرتا تھا اور نہ ہی میں نے کبھی ایسا ہوتے دیکھا۔ شیخ فرماتے ہیں: جب میں نے یہ بات محمد بن علی بن الحاج کو بتائی جو کہ محدثین میں سے تھے تو آپ نے مجھے اس حکم کے بارے میں صحیح مسلم کی ایک حدیث سنائی اور بعد میں جب میں نے صحیح مسلم کی احادیث پڑھیں تو مجھے اس حدیث کا پتا چلا اور یہ بھی پتا چلا کہ اس بارے میں مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت بھی ہے جسے ابن وہب نے ذکر کیا ہے۔ ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث بیان کی ہے اور فرمایا ہے کہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا یہی قول ہے۔ شیخ فرماتے ہیں: اسی طرح میرے ساتھ یہ کئی بار ہو چکا کہ میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت سے وہ شریعت کے احکام اخذ کیے جن کا مجھے کوئی علم نہ تھا۔[1]

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: میں کہیں بھی نماز جنازہ پڑھنے کا قائل تھا، مسجد میں بھی اور مسجد کے باہر بھی یہاں تک کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو آپؐ نے جنازے کو مسجد میں داخل کرنے اور اس پر مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کر دیا اور میں رک گیا۔ اس کے بعد میں نے کبھی مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھی۔[2]

اسی طرح کے دیگر اور احکام کی تفصیل جو آپ نے براہ راست اس صورت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیے محمود محمود غراب کی کتاب «الرویاء والمبشرات في کلام الشیخ الأکبر» ص،۱۸–۲۱ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

---

۱ فتوحات مکیہ، جلد–۳، ص ۷۰ اور جلد–۱، ص ۷۴۳۔

۲ فتوحات مکیہ، جلد–۱، ص ۵۳۷۔

101 احادیث قدسی

مِشْکَاةُ الْأَنْوَار فِيمَا رُوِيَ عَنِ اللّٰهِ مِنَ الْأَخْبَار
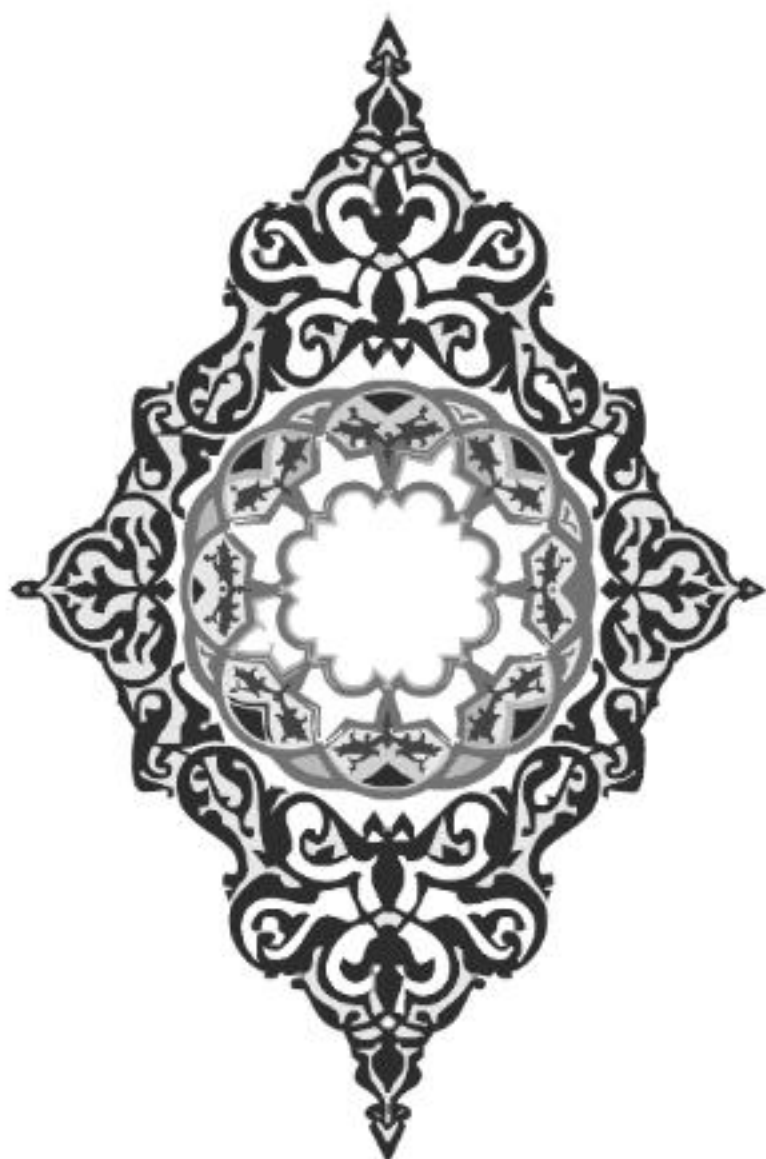
بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَصَلَّى اللهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ

قَالَ الْعَبْدُ الْفَقِيرُ إِلَى اللهِ تَعَالَى مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ ابْنُ الْعَرَبِيِّ الطَّائِيُّ الْحَاتِمِيُّ الأَنْدَلُسِيُّ خَتَمَ اللهُ لَهُ بِالْحُسْنَى. الْحَمْدُ لِلهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلَى مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْعَالَمِينَ وَعَلَى آلِهِ الطَّاهِرِينَ وَأَصْحَابِهِ وَالتَّابِعِينَ وَجَمِيعِ الْمُؤْمِنِينَ.

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّى لَمَّا وَقَفْتُ عَلَى قَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ مَنْ حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَرْبَعِينَ حَدِيثًا مِنَ السُّنَّةِ كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ. أَخْبَرَنَا بِهِ أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ أَبِى الْفَتْحِ بْنِ يَحْيَى الْمَعْرُوفُ وَالِدُهُ بِالْكُنَارِيِّ بِالْمَوْصِلِ أَخْبَرَنَا أَبُو الْفَضْلِ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ الطُّوسِيُّ عَنْ أَبِيهِ أَحْمَدَ عَنْ أَبِى مُحَمَّدٍ الْفَضْلِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدٍ النَّيْسَابُورِيِّ عَنْ أَبِى سَعْدٍ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَمْدَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ النَّصْرُويِّ عَنْ أَبِى عَمْرٍو مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ حَمْدَانَ بْنِ عَلِيٍّ الْحِيرِيِّ عَنْ أَبِى الْعَبَّاسِ الْحَسَنِ بْنِ سُفْيَانَ بْنِ عَامِرٍ الشَّيْبَانِيِّ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَجِيحٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِى رَبَاحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَذَكَرَ الْحَدِيثَ. وَبِهَذَا الإِسْنَادِ أَيْضًا إِلَى أَبِى الْعَبَّاسِ الشَّيْبَانِيِّ قَالَ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ نُصَيْرٍ أَخْبَرَنَا حَفْصُ بْنُ جُمَيْعٍ عَنْ أَبَانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَرْبَعِينَ حَدِيثًا مِمَّا يَحْتَاجُونَ إِلَيْهِ كَتَبَهُ اللهُ فَقِيهًا عَالِمًا. وَلَمَّا كَانَ الإِنْسَانُ لآخِرَتِهِ الَّتِى فِيهَا مَعَادُهُ أَحْوَجَ مِنْهُ إِلَى دُنْيَاهُ جَمَعْتُ هَذِهِ الأَرْبَعِينَ بِمَكَّةَ حَرَسَهَا اللهُ تَعَالَى فِى شُهُورِ سَنَةِ تِسْعٍ وَتِسْعِينَ وَخَمْسِمِائَةٍ وَشَرَطْتُ فِيهَا أَنْ تَكُونَ مِنَ الأَحَادِيثِ الْمُسْنَدَةِ إِلَى اللهِ تَعَالَى خَاصَّةً وَرُبَّمَا أَتْبَعْتُهَا أَرْبَعِينَ عَنِ اللهِ تَعَالَى مَرْفُوعَةً إِلَيْهِ غَيْرَ مُسْنَدَةٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ مِمَّا رَوَيْتُهَا وَقَيَّدْتُهَا ثُمَّ أَرْدَفْتُهَا بِأَحَدٍ وَعِشْرِينَ حَدِيثًا فَجَاءَتْ وَاحِدًا وَمِائَةَ حَدِيثٍ إِلَهِيَّةً وَاللهُ يَنْفَعُنَا بِالْعِلْمِ وَإِيَّاكُمْ وَجَعَلَنَا مِنْ أَهْلِهِ بِمَنِّهِ وَيُمْنِهِ فَهُوَ

عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ.

اللہ کا فقیر بندہ، محمد بن علی بن محمد ابن العربی الطائی الحاتمی الاندلسی - اللہ اس کا خاتمہ ایمان پر کرے - کہتا ہے: سب تعریف اللہ کے لیے اور عاقبت متقین کے لیے ہے اور ہر قوت اور طاقت صرف اس بلند اور عظیم ذات کی وجہ سے ہے اور درود ہوں سرور دو عالم محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، آپؐ کی پاک اولاد، نیک اصحاب اور تمام مومنین پر۔

اما بعد: میں نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول سنا: جو میری امت کے لیے (میری) سنت میں سے چالیس احادیث محفوظ کرے گا میں قیامت والے دن اس کی شفاعت کروں گا۔ یہ حدیث ہمیں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے پہنچی، اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی میری امت کے لیے ایسی چالیس احادیث محفوظ کرے گا جن کی انہیں ضرورت ہو تو اللہ اُسے فقیہ اور عالم بنا دے گا۔ چونکہ انسان اپنی آخرت کا - جس کی طرف اسے لوٹنا ہے - اپنی دنیا سے زیادہ محتاج ہے، تو میں نے یہ چالیس (احادیث) سن ۵۹۹ ہجری کے چند مہینوں میں، مکہ مکرمہ (اللہ اس شہر کی حفاظت فرمائے) میں جمع کیں۔ میں نے (اس مجموعے میں) یہ شرط رکھی کہ (وہی احادیث شامل کروں گا جو) خاص اللہ تعالیٰ کی طرف سند سے (روایت کی گئی) ہوں گی۔ اور ہو سکتا ہے کہ میں ان (پہلی چالیس احادیث) کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف مرفوع مزید چالیس احادیث جمع کروں جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مسند نہ کی گئی ہوں، اور جو میں نے لکھیں اور روایت کیں۔ پھر اس کے بعد میں ان میں ۲۱ دیگر احادیث کا اضافہ کروں گا، پس یہ کل ملا کر ۱۰۱ احادیث قدسی ہو جائیں گی۔ دعا ہے کہ اللہ ہمیں اور آپ کو علم سے فائدہ پہنچائے اور محض اپنے احسان اور برکت سے ہمیں اِس کا اہل بنائے، وہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

الْحَدِيثُ الأَوَّلُ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قَاسِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو طَاهِرٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الطَّبَرِيُّ عَنْ أَبِي الْحُسَيْنِ عَبْدِ الْغَافِرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي أَحْمَدَ الْجُلُودِيِّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ[1] قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ بَهْرَامَ الدَّارِمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ الدِّمَشْقِيَّ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلاَنِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيمَا رَوَى عَنِ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنَّهُ قَالَ يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلاَ تَظَالَمُوا يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلاَّ مَنْ هَدَيْتُهُ فَاسْتَهْدُونِي أَهْدِكُمْ يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلاَّ مَنْ أَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعِمُونِي أُطْعِمْكُمْ يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ عَارٍ إِلاَّ مَنْ كَسَوْتُهُ فَاسْتَكْسُونِي أَكْسُكُمْ يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ تُخْطِئُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا فَاسْتَغْفِرُونِي أَغْفِرْ لَكُمْ يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضَرِّي فَتَضُرُّونِي وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِي فَتَنْفَعُونِي يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَتْقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا زَادَ ذَلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئًا يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُونِي فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِمَّا عِنْدِي إِلاَّ كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ يَا عِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ فَلاَ يَلُومَنَّ إِلاَّ نَفْسَهُ

---

۱ اس سند اور متن سے یہ حدیث صحیح مسلم (۴۶۷۴) میں مذکور ہے۔ دیگر اسناد اور ملتے جلتے متون مصنف عبد الرزاق (۲۰۲۷۲) شعب الایمان - البیہقی (۶۸۲۳) صحیح ابن حبان (۶۲۱) مسند بزار (۴۰۵۳) مستدرک حاکم (۷۶۰۶) ادب المفرد - بخاری (۵۰۸) اور ریاض الصالحین میں مذکور ہیں۔

حدیث-۱

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا:

اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر بھی حرام کر رکھا ہے اور اس کو تمہارے درمیان بھی حرام ٹھہرایا ہے، پس ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔ اے میرے بندو! تم میں سے ہر ایک گمراہ ہے جب تک کہ اسے میں ہدایت نہ دوں، لہٰذا مجھ ہی سے ہدایت مانگو، میں ہی تمہیں ہدایت دیتا ہوں۔ اے میرے بندو! تم میں سے ہر ایک بھوکا ہے جب تک کہ اسے میں میں کھانا نہ دوں، پس مجھ ہی سے کھانا مانگو، میں ہی تمہیں کھلاتا ہوں۔

اے میرے بندو! تم تم میں سے ہر ایک بے لباس ہے جب تک کہ اسے میں لباس نہ دوں، پس مجھ ہی سے لباس مانگو، میں ہی تمہیں پہناتا ہوں۔ اے میرے بندو! تم دن رات غلطیاں کرتے ہو اور میں ہی تمام گناہ بخشتا ہوں، پس مجھ ہی سے بخشش مانگو، میں ہی تمہارے گناہ بخشتا ہوں۔ اے میرے بندو! تم میں مجھے نقصان پہنچانے کی ہمت نہیں کہ مجھے نقصان پہنچا سکو اور نہ ہی تم مجھے فائدہ پہنچانے کی طاقت رکھتے ہو کہ مجھے فائدہ پہنچا سکو۔

اے میرے بندو! اگر تم سب اگلے اور پچھلے، جن و انس مل کر بھی تمہارے کسی متقی (شخص) جیسے ہو جائیں تو اس سے میری بادشاہت میں کوئی اضافہ نہ ہو گا اور تم سب اگلے اور پچھلے، جن و انس مل کر بھی تمہارے گناہگار ترین شخص کی طرح ہو جائیں تب بھی اس سے میری بادشاہت میں کسی چیز کی کمی نہ ہو گی۔

اے میرے بندو! اگر (بالفرض) تم سب اگلے اور پچھلے، جن و انس مل کر کسی ایک میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے سوال کرو اور میں ہر ایک کو اس کی سوال کردہ چیز بھی دے دوں تب بھی میرے خزانوں میں صرف اتنی ہی کمی آئے گی جیسے کسی سوئی کو جب سمندر میں ڈالا جائے تو (سمندر) میں کمی آتی ہے۔

اے میرے بندو! تمہارے اعمال کا شمار میں تمہارے لیے ہی کر تا ہوں، اور (ان کا اجر) میں تمہیں ہی لوٹا دوں گا، پس جو کوئی بھلائی پائے تو اسے چاہیے کہ اللہ کا شکر ادا کرے اور جو کوئی اس کے علاوہ (یعنی برائی) پائے تو اپنے نفس کو ہی ملامت کرے۔

الْحَدِيثُ الثَّانِي

حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَحْيَى الْعَبَّاسِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَقْتِ عَبْدُ الأَوَّلِ بْنُ عِيسَى السِّجْزِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْمَلِيحِيُّ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْغِطْرِيفِ عَنْ أَبِي خَلِيفَةَ الْجُمَحِيِّ عَنِ الْقَعْنَبِيِّ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ الدَّرَاوَرْدِيِّ عَنِ الْعَلاَءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ فَمَنْ عَمِلَ عَمَلاً أَشْرَكَ فِيهِ غَيْرِى فَأَنَا مِنْهُ بَرِىءٌ وَهُوَ لِلَّذِى أَشْرَكَ.[1]

حدیث-۲

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں شراکت داری میں موجود شریکوں سے بے پرواہ ہوں، پس جس نے کسی عمل میں میرے علاوہ کسی کو شریک کیا تو میں اس (عمل) سے دست بردار ہوں اور یہ (عمل) اُسی کا ہوا جس کو شریک

---

[1] اس سند اور متن سے یہ حدیث سنن ابن ماجہ (۴۱۹۲) میں مذکور ہے دیگر اسناد اور اس سے ملتا جلتا متن صحیح مسلم (۵۳۰۰) سنن ترمذی (۳۰۷۹) مسند احمد (۱۵۲۷۸) المعجم الکبیر - طبرانی (۱۱۱۹) تہذیب الآثار - طبری (۸۹۲) صحیح ابن حبان (۴۶۹ے) صحیح ابن خزیمہ (۸۹۳) شعب الایمان - البیہقی (۶۳۹۶) شرح السنہ - البغوی، ریاض الصالحین، احیاء علوم الدین اور فتوحات مکیہ میں مذکور ہے۔ شیخ البانی نے صحیح و ضعیف ابن ماجہ میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

کیا گیا۔[۱]

---

۱ شیخ اکبر فتوحات مکیہ میں اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (حج میں تلبیہ یعنی لبیك اللھم لبیك پڑھتے وقت) اگر تو مشاہدۂ محمدیؐ کا شاہد ہے تو رسول اکرم ﷺ کی تلبیہ پر (اپنی طرف سے) کچھ اضافہ نہ کرتا کہ تو اس مشاہدے کو آپؐ کی نظر سے دیکھے کیونکہ آپؐ والی تلبیہ پڑھنے سے تجھ پر بھی وہی ظاہر ہو گا جو آپؐ پر ظاہر ہوا۔ یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ تمام مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھنے والے ہیں اور علم باللہ تجلی سے ہی حاصل ہوتا ہے۔... اگر تو نے اس تلبیہ پر اپنی طرف سے کچھ اضافہ کیا تو تو نے شرک کیا۔... پس یہ خیال مت کر کہ اگر تو نبی کریم ﷺ کا ادا کردہ تلبیہ پورا پڑھ لے گا اور اس پر اپنی طرف سے جو چاہے گا اضافہ کرے گا تو اس (اضافہ کرنے) سے تجھے وہ کچھ بھی حاصل ہو جائے گا جو اس شخص کو حاصل ہوا جس نے اس پر کسی قسم کا کوئی اضافہ نہ کیا۔ یہ گمان رکھنا حقائق الامور سے نری جہالت کا ثبوت ہے۔ کیا تو نے غور نہیں کیا کہ نبی کریم ﷺ نے صرف یہی تلبیہ پڑھی اور اس پر کوئی اضافہ نہیں فرمایا اور جس کسی نے یہ تلبیہ پڑھی آپؐ نے اسے نہیں روکا لہذا آپؐ کا صرف اسی (تلبیہ) پر اکتفا کرنا باطل نہ تھا۔ پس اتباع کو مضبوط تھام لے تُو بندہ بن جائے گا اور عبودیت میں کوئی حکم ایجاد نہ کر کہ تو اس ایجاد کی وجہ سے اس (حکم کا) رب بن جائے کیونکہ حقیقی ایجاد کرنے والی ذات تو اسی کی ہے چنانچہ اپنی حقیقت پر ہی ٹھہرا رہ، تو اس سے خوش بخت ہو گا اور اگر تو نے اس (صفتِ ایجاد) میں اس ذات کا شریک بننا چاہا تو تو اس سے بدبخت ہو گا کیونکہ وہ کسی کا شریک نہیں، پس تو جہالت میں جا گرا۔ وجود میں شراکت داری درست نہیں کیونکہ وجود حق کی صورت پر ہے اور حق میں کوئی شریک نہیں بلکہ وہ تو "الواحد" ہے۔ شراکت داری تو کسی مصدر سے صادر ہوتی ہے لہذا شراکت داری کی اس آگاہی کو سمجھ! کیونکہ مشکل ہے کہ میرے علاوہ کسی سے تو یہ باتیں سنے، اگر کسی کو یہ سب معلوم بھی ہو گا تو اس کی فطری بزدلی اس کے آڑے آجائے گی (اور وہ یہ بات نہیں کر سکے گا) اور وہ اس بات سے بھی خوف کھائے گا کہ حق تعالیٰ نے تو شراکت کو مخلوق کا ایک وصف ثابت کیا ہے۔ اس غور و فکر کرنے والے نے اس ذات کا یہ قول نہیں سنا کہ میں شراکت داری میں موجود شریکوں سے بے پرواہ ہوں، پس جس نے کسی عمل میں میرے علاوہ کسی کو شریک کیا تو میں اس (عمل) سے دست بردار ہوں اور یہ (عمل) اُسی ⇆

الْحَدِيثُ الثَّالِثُ

حَدَّثَنَا الْمَسْعُودُ عَبْدُ اللهِ بَدْرٌ الْحَبَشِيُّ مُعْتَقُ أَبِي الْغَنَايِمِ بْنِ أَبِي الْفُتُوحِ الْحَرَّانِيِّ عَنْ يُونُسَ عَنْ أَبِي الْوَقْتِ عَنِ الْمَلِيحِيِّ عَنْ إِسْمَاعِيلَ الْهَرَوِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ نَجْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنِ[1] ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ زَحْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ أَغْبَطَ أَوْلِيَائِي عِنْدِي لَمُؤْمِنٌ خَفِيفُ الْحَاذِ ذُو حَظٍّ مِنْ صَلاَةٍ أَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ وَأَطَاعَهُ فِي السِّرِّ وَالْعَلاَنِيَةِ وَكَانَ غَامِضًا فِي النَّاسِ لاَ يُشَارُ إِلَيْهِ بِالأَصَابِعِ وَكَانَ رِزْقُهُ كَفَافًا فَصَبَرَ عَلَى ذَلِكَ ثُمَّ نَقَرَ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ عُجِّلَتْ مَنِيَّتُهُ وَقَلَّتْ بَوَاكِيهِ وَقَلَّ تُرَاثُهُ.

حدیث-۳

حضرت ابی امامہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ فرماتا ہے میرے نزدیک میرا سب سے قابل رشک دوست وہ مومن ہے جو کم ملکیت والا ہے، نماز پڑھنا اسے اچھا لگتا

⇆ ۲

کا ہوا جس کو شریک کیا گیا۔ اس ذات نے یہ تو نہیں کہا کہ شراکت داری درست ہے اور نہ یہ کہا کہ شریک موجود ہے کیونکہ در حقیقت شرکت کا مطلب ہی درست نہیں کیونکہ اللہ تعالی کے پاس ان دونوں شریکوں کا معین حصہ ہے اگرچہ کہ خود ان کو پتا نہ ہو۔ پس شریک تو تو نے ٹھہرایا، حقیقت میں تو کوئی شراکت نہیں کیونکہ یہ حکم تو اسی ایک کا ہے۔ (جلد-۱، ص ۲۹۶)

[1] اِس سند اور متن سے یہ حدیث سنن ترمذی (۲۲۶۹) میں مذکور ہے۔ جبکہ اس سے ملتا جلتا متن دیگر اسناد سے مسند احمد (۲۱۱۷۳) مستدرک حاکم (۷۱۴۸) المعجم الکبیر-طبرانی (۷۷۳۵) شعب الایمان-البیہقی (۹۹۷۱) مسند الحمیدی (۹۵۱) مسند الطیالسی (۱۲۱۶) الزہد-احمد بن حنبل (۵۶) الزہد والرقائق -ابن مبارک (۱۸۰۷) احیاء علوم الدین، حلیہ اولیاء، عدۃ الصابرین اور فتوحات مکیہ میں مذکور ہے۔ شیخ البانی نے صحیح وضعیف سنن ترمذی میں اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

ہے، اس نے اپنے رب کی بہترین عبادت کی اور ظاہر اور پوشیدہ اُسی کی اطاعت کی، وہ عام لوگوں میں غیر مطلوب ہے کہ اس کی طرف اشارہ تک نہیں کیا جاتا ہے، اُس کا رزق بھی بقدرِ ضرورت ہے مگر اُس نے اِس پر صبر کیا۔[۱]

پھر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ (زمین پر مارا) اور فرمایا: جلد ہی اُس کی موت واقع ہوئی اور بہت تھوڑے ہی اُس پر رونے والے ہوئے اور تھوڑا سا ہی اس کا ترکہ ہوا۔

اَلْحَدِيثُ الرَّابِعُ

حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ السَّلَمَاسِيُّ أَخْبَرَنِي أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو نَصْرٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَارِي حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ عَبْدُ

---

۱ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۲۳ میں فرماتے ہیں: اس حدیث میں بیان کردہ منزل ملامیہ کی ہے؛ یہ وہ لوگ ہیں جو ولایت کے بلند ترین درجے سے آراستہ ہوئے- ان سے اوپر صرف نبوت کا درجہ ہے - اس درجے کو ولایت میں "مقام قربت" کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ان کی آیت ﴿حُورٌ مَقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ﴾ ہے۔... کوئی انہیں کسی کرامت کی وجہ سے نہیں جانتا پس ان کی تعظیم نہیں کی جاتی ہے اور عرف عام میں یہ لوگ کسی اچھائی سے نہیں پہچانے جاتے اور نہ ہی ان سے کوئی برائی ظاہر ہوتی ہے۔ لہذا دنیا اور دنیا داروں میں یہ پوشیدہ، نیک اور امانت دار لوگ ہیں۔ انہی کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے بتایا کہ رب تعالی نے یہ فرمایا ہے: میرے نزدیک میرا سب سے قابل رشک دوست وہ مومن ہے جو کم ملکیت والا ہے، نماز سے خوش ہے ... (الحدیث) آپ ﷺ کی مراد یہی تھی کہ یہ لوگوں میں بہت عبادت گزار مشہور نہیں ہوتے اور نہ ہی ظاہر اور پوشیدہ حرمتیں پامال کرتے ہیں۔ (جلد-۱، ص ۱۸۱)

اللهِ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْهَاشِمِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الدُّنْيَا حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سُفْيَانَ قَالَ أَخْبَرَنِي[۱] عَبْدُ اللهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ شَيْبَةَ الْحَبَطِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ ﷺ جَالِسًا إِذْ رَأَيْنَاهُ يَضْحَكُ حَتَّى بَدَتْ ثَنَايَاهُ فَقَالَ عُمَرُ مَا أَضْحَكَكَ يَا رَسُولَ اللهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي قَالَ رَجُلَانِ مِنْ أُمَّتِي جَثَيَا بَيْنَ يَدَيْ رَبِّ الْعِزَّةِ تَعَالَى فَقَالَ أَحَدُهُمَا يَا رَبِّ خُذْ لِي بِمَظْلَمَتِي مِنْ أَخِي فَقَالَ أَعْطِ أَخَاكَ مَظْلَمَتَهُ قَالَ يَا رَبِّ لَمْ يَبْقَ مِنْ حَسَنَاتِي شَيْءٌ قَالَ يَا رَبِّ فَلْيَحْمِلْ عَنِّي مِنْ أَوْزَارِي وَفَاضَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللهِ ﷺ بِالْبُكَاءِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ ذَلِكَ لَيَوْمٌ عَظِيمٌ يَوْمٌ يَحْتَاجُ النَّاسُ فِيهِ أَنْ يُحْمَلَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ قَالَ فَيَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلطَّالِبِ ارْفَعْ رَأْسَكَ فَانْظُرْ إِلَى الْجِنَانِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ يَا رَبِّ أَرَى مَدَائِنَ مِنْ فِضَّةٍ وَقُصُورًا مِنْ ذَهَبٍ مُكَلَّلَةً بِاللُّؤْلُؤِ لِأَيِّ نَبِيٍّ هَذَا لِأَيِّ شَهِيدٍ هَذَا قَالَ هَذَا لِمَنْ أَعْطَانِي الثَّمَنَ قَالَ يَا رَبِّ وَمَنْ يَمْلِكُ ذَلِكَ قَالَ أَنْتَ تَمْلِكُهُ قَالَ بِمَاذَا يَا رَبِّ قَالَ بِعَفْوِكَ عَنْ أَخِيكَ قَالَ يَا رَبِّ قَدْ عَفَوْتُ عَنْهُ قَالَ اللهُ تَعَالَى خُذْ بِيَدِ أَخِيكَ فَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عِنْدَ ذَلِكَ اتَّقُوا اللهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ فَإِنَّ اللهَ يُصْلِحُ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

حدیث-۴

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ایک دن حضور ﷺ بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے آپؐ کو مسکراتے دیکھا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دانت (مبارک) نظر آنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! آپؐ پر میرے ماں باپ فدا، آپؐ کو کس چیز نے ہنسایا۔

---

۱ اس سند اور متن سے یہ حدیث مستدرک حاکم (۸۸۶۹) میں درج ہے۔ کتب تصوف میں احیاء علوم الدین اور فتوحات مکیہ میں یہ حدیث مذکور ہے۔ شیخ البانی نے اسے ضعیف جداً قرار دیا ہے (ضعیف الترغیب والترھیب)

آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے دو آدمی رب العزت کے سامنے دو زانو بیٹھے تھے، ایک بولا: یارب! میرے بھائی سے میرا حق واپس لیں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا: اپنے بھائی کو اس کا حق واپس دو۔ وہ بولا: یارب! اب تو میری نیکیوں میں سے بھی کچھ باقی نہیں بچا، دوسرا بولا: یا رب! پھر یہ میرے گناہ لے لے۔

(یہ کہتے ہوئے) آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: وہ مشکل ترین دن ہو گا، جس دن لوگ اس طلب میں ہوں گے کہ کوئی ان کے بوجھ اٹھائے۔

پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ طلب کرنے والے کو کہے گا: اپنا سر اٹھا اور ان جنتوں (مطلب باغوں) کی طرف دیکھ۔ اُس نے اپنا سر اٹھایا اور کہا: یارب! میں چاندی کے شہر اور سونے کے محلات دیکھ رہا ہوں جنہیں موتیوں سے سجایا گیا ہے، یہ کس نبی کے لیے ہیں؟ یہ کس شہید کے لیے ہیں؟ رب تعالیٰ نے فرمایا: یہ اُس کے لیے ہیں جو مجھے (ان کی) قیمت دے۔ وہ بولا: یارب! ان کا مالک کون ہے؟ فرمایا: تو ان کا مالک ہے۔ وہ بولا: یارب! کیسے؟ فرمایا: اپنے بھائی کو معاف کرنے سے۔ وہ بولا: یارب! میں نے اسے معاف کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کہا: اپنے بھائی کا ہاتھ تھام اور اسے جنت میں لے جا۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تقوی اختیار کرو اور اپنے درمیان مصالحت رکھو۔ بیشک اللہ قیامت والے دن مؤمنین کی صلح کروائے گا۔[1]

---

[1] فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۳۶۹ میں لکھتے ہیں: اسم رب کا (ایک) مطلب (مصلح) یعنی اصلاح کرنے والا ہے اسی لیے اللہ تعالی قیامت والے دن مؤمنین میں صلح کروائے گا، حدیث میں اسی طرح کے الفاظ آئے ہیں ... پس جب اسم "رب" کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کے درمیان صلح کروائے گا تو اسم "اللہ" تو اس صفت کا زیادہ حق دار ہے کہ وہ بندوں سے اپنے حقوق کا مواخذہ ترک کر دے اور جسے چاہے غیر پر ظلم کرنے کی وجہ سے پکڑ لے نہ کہ اپنے مخصوص حق کی بنا پر، اسی لیے شرک پر پکڑ بھی غیر پر ظلم کرنے کی وجہ سے ہی ہے۔ (جلد-۳، ص ۳۸۳)

الْحَدِيثُ الْخَامِسُ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ الصَّدَفِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو الْوَقْتِ السِّجْزِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى الْمَلِيحِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ الْهَرَوِيُّ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ حَسْنُويَهْ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ إِدْرِيسَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بِشْرٍ عَنْ[۱] مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللهُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ أَرْسَلَ جِبْرِيلَ إِلَى الْجَنَّةِ قَالَ انْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا أَعْدَدْتُ لأَهْلِهَا فِيهَا فَجَاءَهَا فَنَظَرَ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا أَعَدَّ اللهُ لأَهْلِهَا فِيهَا فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ وَعِزَّتِكَ لاَ يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ إِلاَّ دَخَلَهَا فَأَمَرَ بِهَا فَحُجِبَتْ بِالْمَكَارِهِ قَالَ ارْجِعْ إِلَيْهَا فَانْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا أَعْدَدْتُ لأَهْلِهَا فِيهَا قَالَ فَرَجَعَ إِلَيْهَا فَإِذَا هِيَ قَدْ حُجِبَتْ بِالْمَكَارِهِ فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لاَ يَدْخُلَهَا أَحَدٌ فَقَالَ اذْهَبْ إِلَى النَّارِ فَانْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا أَعْدَدْتُ لأَهْلِهَا فِيهَا فَجَاءَهَا فَنَظَرَ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا أَعَدَّ اللهُ لأَهْلِهَا فِيهَا فَإِذَا هِيَ يَرْكَبُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ وَعِزَّتِكَ لاَ يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ فَيَدْخُلُهَا فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ قَالَ ارْجِعْ إِلَيْهَا فَانْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا أَعْدَدْتُ لأَهْلِهَا فِيهَا قَالَ فَرَجَعَ إِلَيْهَا فَإِذَا هِيَ قَدْ حُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لاَ يَنْجُوَ مِنْهَا أَحَدٌ إِلاَّ دَخَلَهَا.

حدیث–۵

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے جنت

۱ اس سند اور متن سے یہ حدیث سنن ترمذی (۲۴۸۳) سنن النسائی (۳۷۰۳) مسند احمد (۸۲۹۴) مستدرک حاکم (۷۲) شعب الایمان–البیہقی (۴۰۹) صحیح ابن حبان (۷۵۱۸) میں مذکور ہے۔ کتب تصوف میں احیاء علوم الدین، حلیہ اولیاء اور فتوحات مکیہ میں درج ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حَسَنٌ صحیح اور شیخ البانی نے صحیح قرار دیا ہے (صحیح وضعیف سنن ترمذی)

اور دوزخ تخلیق کی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو جنت میں بھیجا۔ فرمایا: اس (جنت) کو- اور جو کچھ میں نے اہل جنت کے لیے تیار کر رکھا ہے کو- دیکھ۔

آپ علیہ السلام جنت میں گئے، اس کو اور جو کچھ اس میں اللہ نے تیار کر رکھا تھا اُسے دیکھا۔ پھر آپ علیہ السلام واپس اللہ تعالیٰ کی طرف آئے، اور کہا: جو کوئی بھی اس کے بارے میں سنے گا اس میں لازماً جانا چاہے گا۔ پھر (اللہ نے) حکم دیا کہ اسے (یعنی جنت کو) ناپسندیدہ چیزوں سے ڈھانپ دو۔

فرمایا: اب واپس جنت کی طرف جا اور اسے دیکھ کہ میں نے اس میں کیا کیا تیار کر رکھا ہے۔ آپ علیہ السلام جب دوبارہ دیکھنے آئے تو یہ جنت ناپسندیدہ چیزوں میں گھری ہوئی تھی۔ پھر آپ علیہ السلام رب تعالیٰ کی طرف لوٹے اور کہا میں ڈرتا ہوں کہ اب تو کوئی اس (جنت) میں نہیں جاسکے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب دوزخ کی طرف جا اور دیکھ کہ میں نے اس میں کیا کیا (عذاب) تیار کر رکھا ہے۔ آپ علیہ السلام آئے اور دیکھا جو کچھ اللہ نے اس میں تیار کر رکھا تھا، یہ ایک منزل کے اوپر دوسری منزل تھی۔ آپ علیہ السلام پھر رب تعالیٰ کی طرف لوٹے اور فرمایا: جو کوئی اس کے بارے میں سنے گا وہ کبھی ادھر نہیں آئے گا۔ پھر حکم دیا گیا اور دوزخ شہوات میں ڈھانپ دی گئی۔

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دوبارہ کہا: اب جا کر دیکھو کہ یہ کیسی ہے اور اس میں کیا کیا (عذاب) تیار ہے، جب آپ نے واپس آ کر دیکھا تو دوزخ شہوات میں گھری ہوئی تھی۔ آپ علیہ السلام دوبارہ رب تعالیٰ کے پاس لوٹے اور فرمایا: میں ڈرتا ہوں کہ اب اِس میں جانے سے کوئی نہیں بچ پائے گا۔

اَلْحَدِيثُ السَّادِسُ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قَاسِمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْمَجِيدِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَامِدٍ الْمَقْدِسِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْقَلاَنِسِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَلِيلِ بْنِ أَحْمَدَ السِّجْزِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ الْبَيِّعِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ عَمِّهِ إِسْحَاقَ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ سَوَّارِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ[1] رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَقَالَ بِاللهِ الْعَظِيمِ لَقَدْ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ الْمُصْطَفَى ﷺ وَقَالَ بِاللهِ الْعَظِيمِ لَقَدْ حَدَّثَنِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ وَقَالَ بِاللهِ الْعَظِيمِ لَقَدْ

[1] شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ کے باب ۵۶۰ میں اس حدیث کو ایک اور سند سے بیان کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ سن ۶۰۱ ہجری (مشکاۃ الانوار کی تالیف کے دو سال بعد) شہر موصل میں انہوں نے یہ حدیث اس سند سے سنی: «وصية – إذا قرأت فاتحة الكتاب فصل بسلمتها معها في نفس واحد من غير قطع فإني أقول بالله العظيم لقد حدثني أبو الحسن عن أبي الفتح المعروف والده بالكناري بمدينة الموصل سنة إحدى وستمائة وقال بالله العظيم لقد سمعت شيخنا أبا الفضل عبد الله بن أحمد بن عبد القاهر الطوسي الخطيب يقول بالله العظيم لقد سمعت من لفظ أبي بكر بن الفضل بن محمد الكاتب الهروي وقال بالله العظيم لقد حدثنا أبو بكر محمد بن علي الشاشي الشافعي من لفظه وقال بالله العظيم لقد حدثني عبد الله المعروف بأبي نصر السرخسي وقال بالله العظيم لقد حدثنا أبو بكر محمد بن الفضل وقال بالله العظيم لقد حدثنا أبو عبد الله محمد بن علي بن يحيى الوراق الفقيه وقال بالله العظيم لقد حدثني محمد بن يونس الطويل الفقيه وقال بالله العظيم لقد حدثني محمد بن الحسن العلوي الزاهد وقال بالله العظيم لقد حدثني أبو بكر الراجعي وقال بالله العظيم لقد حدثني عمار بن موسى البرمكي وقال بالله العظيم لقد حدثني أنس بن مالك وقال بالله العظيم لقد حدثني علي بن أبي طالب وقال بالله العظيم لقد حدثني أبو بكر الصديق» اور یہاں سے آگے وہی حدیث ہے جو اوپر بیان ہوئی ہے۔ (جلد-۴، ص۴۹۵)

حَدَّثَنِي مِيكَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ وَقَالَ بِاللهِ الْعَظِيمِ لَقَدْ حَدَّثَنِي إِسْرَافِيلُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ وَقَالَ قَالَ اللهُ تَعَالَى لِي يَا إِسْرَافِيلُ بِعِزَّتِي وَجَلاَلِي وَجُودِي وَكَرَمِي مَنْ قَرَأَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مُتَّصِلَةً بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ مَرَّةً وَاحِدَةً اشْهَدُوا عَلَيَّ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُ وَقَبِلْتُ مِنْهُ الْحَسَنَاتِ وَتَجَاوَزْتُ عَنْهُ السَّيِّئَاتِ وَلاَ أُحْرِقُ لِسَانَهُ فِي النَّارِ وَأُجِيرُهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَعَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَالْفَزَعِ الأَكْبَرِ وَيَلْقَانِي قَبْلَ الأَنْبِيَاءِ وَالأَوْلِيَاءِ أَجْمَعِينَ.

حدیث-۶

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا:
مجھے قسم ہے اس عظیم ذات کی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا:
مجھے قسم ہے اُس عظیم ذات کی، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا:
مجھے قسم ہے اُس عظیم ذات کی، حضرت میکائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا:
وہ کہتے ہیں قسم ہے مجھے اُس عظیم ذات کی، حضرت اسرافیل علیہ السلام نے مجھے بتایا:
اللہ تعالیٰ نے مجھے کہا: اے اسرافیل! مجھے میری عزت و جلال، جود و کرم کی قسم، جو کوئی ایک دفعہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ساتھ سورہ فاتحہ ملا کر پڑھے گا، تو سب مجھ پر گواہ رہو کہ میں نے اُسے بخش دیا اُس کی نیکیوں کو قبول کیا اور اُس کے گناہوں سے درگذر کیا۔ میں کبھی اُس کی زبان کو آگ میں نہیں جلاؤں گا، اسے عذابِ قبر، عذابِ النار، عذابِ یوم قیامت اور لمحہِ عظیم کی دہشت سے پناہ میں رکھوں گا، اور وہ تمام اولیا اور انبیا سے پہلے مجھ سے ملے گا۔

اَلْحَدِيثُ السَّابِعُ

حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْفِرْيَانِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو الْوَقْتِ الْهَرَوِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُظَفَّرِ الدَّاوُدِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْحَمُّوِيُّ

حَدَّثَنَا الْفَرَبْرِيُّ حَدَّثَنَا الْبُخَارِيُّ[۱] حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ أَبِي أَحْمَدَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ اللهُ تَعَالَى شَتَمَنِي ابْنُ آدَمَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَشْتِمَنِي وَيُكَذِّبُنِي وَمَا يَنْبَغِي لَهُ أَمَّا شَتْمُهُ فَقَوْلُهُ إِنَّ لِي وَلَدًا وَأَمَّا تَكْذِيبُهُ فَقَوْلُهُ لَيْسَ يُعِيدُنِي كَمَا بَدَأَنِي.

وَبِهَذَا الإِسْنَادِ إِلَى الْبُخَارِيِّ[۲] حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ فَأَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّاىَ فَقَوْلُهُ لَنْ يُعِيدَنِي كَمَا بَدَأَنِي وَلَيْسَ أَوَّلُ الْخَلْقِ بِأَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ إِعَادَتِهِ وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّاىَ فَقَوْلُهُ اتَّخَذَ اللهُ وَلَدًا وَأَنَا الأَحَدُ الصَّمَدُ لَمْ أَلِدْ وَلَمْ أُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لِي كُفُوًا أَحَدٌ.

حدیث-۷

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[۱] یہ حدیث شیخ اکبر نے صحیح بخاری (۴۹۷۴) کی سند سے روایت کی ہے۔ دیگر اسناد سے اس سے ملتا جلتا متن سنن النسائی (۲۰۵۱) مسند احمد (۸۷۵۱) المعجم الکبیر - طبرانی (۱۰۶۰۲) اسماء و صفات - البیہقی (۴۸) الایمان - ابن مندہ (۱۱۰۰) التوحید ابن خزیمہ (۵۶۵) میں مذکور ہے۔ صحیح بخاری میں ہونے کی وجہ سے حدیث صحیح (یعنی قابل قبول) ہے۔

[۲] یہ حدیث شیخ اکبر نے صحیح بخاری (۴۵۹۲) کی سند و متن سے روایت کی گئی ہے جبکہ یہی متن مسند احمد (۳۷۸۷۳) السنن الکبری - النسائی (۲۲۰۵) صحیح ابن حبان (۲۶۶) صحیفہ ہمام ان منبہ (۱۰۷) اور دیگر کتب حدیث میں بھی مذکور ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ابن آدم نے مجھے گالی دی[۱] اور اسے مجھے گالی نہیں دینی چاہیے تھی اور اُس نے مجھے جھٹلایا جبکہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔[۲] اُس کا مجھے گالی دینا یہ کہنا ہے کہ میرا کوئی بیٹا ہے۔ اور اُس کا مجھے جھٹلانا یہ کہنا ہے کہ میں اسے (ویسے) دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا جیسے کہ میں نے اسے پہلے زندہ کیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

---

۱ شیخ اکبر فتوحات مکیہ میں اس جھٹلانے اور گالی دینے کا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: کوئی شخص اذیت ملنے پر اللہ سے بڑھ کر صبر کرنے والا نہیں کیونکہ اللہ تعالی کو جھٹلایا بھی جاتا ہے اور (نعوذ باللہ) گالی بھی دی جاتی ہے۔ اسی طرح حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ ان کے اس عمل کے باوجود ان کو رزق بھی دیتا ہے اور ان پر احسان بھی کرتا ہے۔ جان لے کہ تمام موجودات کو چھوڑ کر جن و انس کے تکبر کی وجہ یہ ہے کہ تمام موجودات کی تخلیق میں جن اسمائے الٰہیہ نے شرکت کی وہ جبروت، کبریاء، عظمت، قہر اور عزت کے اسماء تھے۔ اسی لیے یہ سب مخلوقات اس قہر الٰہی تلے ذلت (یعنی کمزوری) میں ایجاد پذیر ہوئے۔ پھر اس نے ان کو ایجاد پذیر کرنے کے بعد اپنا پہلا تعارف بھی انہی اسماء سے کروایا۔ پس جو کوئی بھی اس طرح ایجاد پذیر ہوا وہ اتنی طاقت ہی نہیں رکھتا کہ اپنا سر بھی اٹھا سکے، اور نہ ہی اس میں اتنی قدرت ہے کہ اللہ کی مخلوقات میں کسی سے بڑا ہونے کی طمع بھی رکھ سکے۔... جہاں تک تخلیق جن و انس کا تعلق ہے تو اس ذات نے انہیں لطف، رحمت، نرم دلی، شفقت اور تنزل الٰہی کے اسماء سے تخلیق کیا۔ پس جب یہ وجود پذیر ہوئے تو انہوں نے طاقت، کبریاء اور عظمت الٰہی کو نہ دیکھا۔ (جلد-۱، ص ۲۶۸)

۲ شیخ اکبر فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا کہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا وہ اس لیے ہے کہ اُس ذات کا اِس بندے پر (بہت بڑا) فضل ہے کہ اسے شر-جو کہ عدم ہے-سے خیر-جو کہ اللہ کے پاس موجود وجود ہے-کی طرف نکالا۔ اور اللہ تعالیٰ بہترین اخلاق کی بات کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾ (الرحمن: ۶۰) کیا احسان کا بدلہ احسان نہیں؟ (جلد-۴، ص ۳۱۸)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ابن آدم مجھے جھٹلاتا اور گالی دیتا ہے حالانکہ اُسے ایسا نہیں کرنا چاہیے اُس کا مجھے جھٹلانا اُس کا یہ کہنا ہے کہ میں اسے دوبارہ ویسے زندہ نہیں کر سکتا جیسے میں نے اُسے پہلے زندہ کیا حالانکہ میرے لیے دوسری مرتبہ پیدا کرنا پہلے سے آسان ہے اور اُس کا مجھے گالی دینا یہ کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے جبکہ میں الاَحد اور الصمد ہوں نہ میرا کوئی بیٹا ہے اور نہ میں کسی کا بیٹا ہوں اور کوئی میرا ہمسر نہیں۔

اَلْحَدِيثُ الثَّامِنُ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَوَّلِ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى الْمَلِيحِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُظَفَّرِ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ سُلَيْمَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ يُوسُفَ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ[۱] حَجَّاجِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الْهُذَلِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ابْنَ آدَمَ إِذَا ذَكَرْتَنِي شَكَرْتَنِي وَإِذَا نَسِيتَنِي كَفَرْتَنِي.

حدیث-۸

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

---

[۱] یہاں سے آگے یہ حدیث المعجم الاوسط - طبرانی (۷۴۷۵) میں درج ہے، متن میں «إنك إذا ذكرتني» کے الفاظ ہیں۔ بعض علمائے حدیث نے اس سند میں ابوبکر الہذلی کی موجودگی کی وجہ سے حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (الهیثمی - مجمع الزوائد) شیخ البانی نے «ضعيف الترغيب والترهيب» میں «إنك إذا ذكرتني» کے الفاظ کے ساتھ حدیث کو ضعیف جداً قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تیرا مجھے یاد کرنا ہی میرا شکر[1] ادا کرنا ہے اور تیرا مجھے بھول جانا ہی میری ناشکری ہے۔

اَلْحَدِيثُ التَّاسِعُ

حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ الصَّدَفِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِي الْوَقْتِ

---

[1] فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۱۲۰ میں فرماتے ہیں: جان لے - اللہ تیری تائید کرے شکر سے مراد اللہ تعالی کی اس بات پر تعریف ہے جو خاص اس سے ہو اور جس صفت پر وہ ہو جو شکر کا تقاضا کرتی ہو۔ اس ذات کے اسماء میں "الشکور" بھی ہے اور "الشاکر" بھی ہے، وہ فرماتا ہے: اگر تم شکر کروگے تو میں تمھیں اور زیادہ دوں گا۔ پس یہ شکر ایسی صفت ہے جو شاکر کے لیے مشکور سے زیادہ کا تقاضا کرتی ہے، یوں یہ (صفت) ایک گروہ کے نزدیک باتفاق عقلاً اور دوسرے گروہ کے نزدیک شرعاً واجب ہے۔ ... شکر ایک الٰہی وصف ہے اور یہ بول کر، علم سے اور عمل سے ادا کیا جاتا ہے۔ پس بول کے شکر پہلے سے مقرر شدہ حد کے مطابق اللہ سے ظاہر شدہ معاملات پر اس کی تعریف ہے۔ اور عملی شکر اس کا یہ قول ہے: اے آل داود! اللہ کا شکر بجالاتے رہو، اور میرے بندوں میں بہت شکر کرنے والے کم ہی ہیں۔ ... جہاں تک شکر علمی کا تعلق ہے تو وہ شکر کا حق ادا کرنا ہے، وہ یہ دیکھنا ہے کہ نعمت اللہ تعالی کی طرف سے ہے، پس جب تو نعمت کو اللہ تعالی کی عطا سمجھے گا تب تو اس کا ویسے شکر ادا کرے گا جیسا شکر ادا کرنے کا حق ہے۔ سنن ابن ماجہ میں رسول اکرم ﷺ سے روایت ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی: اے موسیٰ! میرا ایسا شکر ادا کر جیسا اس کا حق ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: یارب! ایسا کون کر سکتا ہے! اللہ تعالی نے فرمایا: جب تو کسی نعمت کو میری عطا سمجھے گا تب تو میرا ایسا شکر ادا کرے گا جیسا اس کا حق ہے۔ (جلد-۲، ص ۲۰۲)

الْهَرَوِیِّ عَنِ ابْنِ الْمُظَفَّرِ الدَّاوُدِیِّ عَنْ أَبِی مُحَمَّدٍ الْحَمُّوِیِّ عَنِ الْفَرَبْرِیِّ عَنِ الْبُخَارِیِّ[1] عَنْ أَبِی الْیَمَانِ عَنْ شُعَیْبٍ عَنْ أَبِی الزِّنَادِ عَنِ الأَعْـرَجِ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَیْكَ وَقَالَ یَدُ اللهِ مَلأَی لاَ تَغِیضُهَا نَفَقَةٌ سَحَّاءُ اللَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَقَالَ أَرَأَیْتُمْ مَا أَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمَاءَ وَالأَرْضَ فَإِنَّهُ لَمْ یَغِضْ مَا فِی یَدِهِ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَی الْمَاءِ وَبِیَدِهِ الْمِیزَانُ یَخْفِضُ وَیَرْفَعُ.

حدیث-۹

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (اے میرے بندے!) تو خرچ کرتا جا، میں تجھے دیتا جاؤں گا۔ اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ (خزانوں سے) بھرا ہوا ہے، دن رات کا مسلسل خرچ کرنا بھی اِس کو کم نہیں کر سکتا۔ پھر فرمایا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ زمین و آسمان کی تخلیق سے لے کر اب تک اُس نے کتنا خرچ کیا مگر اس خرچ نے اُس کے ہاتھ میں رکھے (خزانے) کو کم نہیں کیا۔ اُس کا عرش پانی پر ہے اور میزان (یعنی ترازو) اُس کے ہاتھ میں ہے جس کے پلڑوں کو وہ جھکاتا اور اُٹھاتا ہے۔

اَلْحَدِیثُ الْعَاشِرُ

حَدَّثَنَا الْمَسْعُودُ عَبْدُ اللهِ بَدْرٌ الْحَبَشِیُّ حَدَّثَنَا یُونُسُ بْنُ یَحْیَی عَنْ عَبْدِ الأَوَّلِ بْنِ عِیسَی عَنْ عَبْدِ الأَعْلَی بْنِ عَبْدِ الْوَاحِدِ عَنْ إِسْمَاعِیلَ بْنِ إِبْرَاهِیمَ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ

---

[1] اس سند و متن سے یہ حدیث صحیح بخاری (۴۳۱۶) میں مذکور ہے۔ اس سے ملتا جلتا متن صحیح مسلم (۱۶۵۹) سنن ترمذی (۲۹۷۱) مسند احمد (۱۰۰۹۶) مسند ابی یعلی الموصلی (۶۲۱۴) صحیح ابن حبان (۷۲۶) اور فتوحات مکیہ میں مذکور ہے۔

الْمُؤَذِّنِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ خُزَيْمَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ خَشْرَمٍ عَنْ عِيسَى بْنِ يُونُسَ عَنِ[۱] الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ قَالَتْ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ أَنَا مَعَ عَبْدِي إِذَا هُوَ ذَكَرَنِي وَتَحَرَّكَتْ بِي شَفَتَاهُ.

حدیث-۱۰

حضرت اُمّ درداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب میرا بندہ میرا ذکر کرتا ہے اور میرے لیے اپنے لب ہلاتا ہے تو میں اُس کے پاس ہوتا ہوں۔

اَلْحَدِيثُ الْحَادِيَ عَشَرَ

حَدَّثَنَا الشَّرِيفُ أَبُو مُحَمَّدٍ يُونُسُ بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِي الْوَقْتِ بْنِ عِيسَى عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى بْنِ عَبْدِ الْوَاحِدِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ أَحْمَدَ الثَّقَفِيِّ عَنْ مَكْحُولٍ الْبَيْرُوتِيِّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِيهِ عَنْ غَالِبٍ وَابْنِ مُجَاهِدٍ وَالْمُغِيرَةِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ لاَ أَجْمَعُ عَلَى عَبْدٍ

---

۱ یہاں سے آخر تک سنداً اور متناً یہ حدیث سنن ابن ماجہ (۳۷۸۲)، مسند احمد (۱۰۵۴۵) مستدرک حاکم (۱۷۷۸) اور صحیح ابن حبان (۸۱۶) میں مذکور ہے۔ شیخ البانی نے اپنی تحقیق کی رو سے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (صحیح وضعیف سنن ابن ماجہ)

خَوْفَيْنِ وَلاَ أَجْمَعُ لَهُ أَمْنَيْنِ مَنْ خَافَنِي فِي الدُّنْيَا لَمْ يَخَفْ فِي الآخِرَةِ وَإِنْ أَمِنَنِي فِي الدُّنْيَا لَمْ يَأْمَنْ فِي الآخِرَةِ.[۱]

حدیث-۱۱

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تمہارا رب عزو جل فرماتا ہے: میں ایک بندے کو دو طرف کے خوف میں نہیں ڈالوں گا اور نہ ہی اسے دو طرف سے بے خوف رکھوں گا، جو دنیا میں مجھ سے ڈرا وہ آخرت میں بے خوف ہو گا اور اگر کوئی دنیا میں مجھ سے بے خوف رہا تو آخرت میں بے خوف نہیں رہ سکے گا۔

اَلْحَدِيثُ الثَّانِيَ عَشَرَ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ الصَّدَفِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ الْحُبَابِ عَنْ زَاهِرِ بْنِ طَاهِرٍ النَّيْسَابُورِيِّ[۲] عَنْ أَبِي سَعْدٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْكَنْجَرُودِيِّ عَنِ الْحَاكِمِ أَبِي أَحْمَدَ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْحَافِظِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْوَاسِطِيِّ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ سَعِيدٍ الْحَدَثَانِيِّ عَنْ[۳] مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ

---

[۱] یہ اور اس سے ملتا جلتا متن الزہد-ابن مبارک، شعب الایمان-البیہقی، حلیہ اولیاء اور فتوحات مکیہ میں درج ہے۔ شیخ البانی نے السلسلہ الصحیحہ میں اسے حسن (یعنی قابل قبول) کا درجہ دیا ہے۔

[۲] یہ زاہر بن طاہر وہی محدث ہیں جنہوں نے اب تک کی تحقیق کے مطابق احادیث قدسی کا سب سے پہلا مجموعہ مرتب کیا۔

[۳] یہاں سے لے کر آخر سند اور متن تک یہ حدیث مؤطا امام مالک (۱۵۰۰) صحیح مسلم (۴۶۵۵) مسند احمد (۱۰۴۸۹) صحیح ابن حبان (۵۷۵) سنن الدارمی (۲۸۱۳) مسند عبد اللہ بن مبارک (۵) میں مذکور ہے اور یہ صحیح حدیث ہے۔

عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَيْنَ الْمُتَحَابُّونَ بِجَلاَلِي الْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لاَ ظِلَّ إِلاَّ ظِلِّي.

حدیث-۱۲

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ عزوجل قیامت والے دن کہے گا؛ میرے جلال کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج میں انہیں اپنے سایے میں جگہ دوں گا، آج جبکہ میرے سایے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں۔

اَلْحَدِيثُ الثَّالِثَ عَشَرَ

حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْفِرْيَانِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو الْوَقْتِ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الإِسْمَاعِيلِيِّ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْمُزَنِيِّ عَنْ أَبِي نُعَيْمِ بْنِ دُكَيْنٍ عَنْ[۱] جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَ عَبْدِي إِذَا دَعَانِي.

---

۱ یہاں سے لے کر آخر سند اور متن تک یہ حدیث صحیح مسلم (۴۸۴۹) سنن ترمذی (۲۳۱۰) مسند احمد (۹۳۷۳) میں مذکور ہے۔ اس سے ملتا جلتا متن صحیح بخاری (۶۸۵۶) سنن ابن ماجہ (۳۸۱۲) مستدرک حاکم (۱۱۷۷) معجم الکبیر - طبرانی (۴۰۸) شعب الایمان - البیھقی (۱۰۲۵) سنن الدارمی (۲۷۸۷) صحیح ابن حبان (۸۱۲) اور دیگر بہت سی کتب حدیث میں مذکور ہے۔

حدیث-۱۳

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ عز و جل فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں[1] اور میں اپنے بندے کے پاس ہوں جب وہ مجھے پکارے۔

اَلْحَدِيثُ الرَّابِعَ عَشَرَ

حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَعَافِرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ شُرَيْحُ بْنُ مُحَمَّدٍ الرُّعَيْنِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ مَنْظُورٍ الْقَيْسِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو ذَرٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ مَكِّيٍّ الْكُشْمِيهَنِيُّ وَالْحَمُّوِيُّ

---

[1] شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۶۹ میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ بندے کے ساتھ، بندے کے حال کے مطابق معاملہ کرتا ہے، جیسا بندے کا حال ہوتا ہے ویسا ہی رب کا معاملہ، اللہ فرماتا ہے: ﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ﴾ (البقرۃ:۱۵۲) تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ اگر بندہ رب کو اپنے دل میں یاد کرے تو اللہ بھی بندے کو تنہائی میں یاد کرتا ہے، اگر بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کسی مجلس میں کرے تو اللہ تعالیٰ بھی بندے کا ذکر مجلس میں کرتا ہے۔ اس کی دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ بندے کا حال اللہ کے ساتھ ویسا ہی ہو گا جیسا کہ اللہ کا حال بندے کے ساتھ ہو گا جیسے ﴿يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ﴾ (المائدۃ:۵۴) وہ ان سے محبت کرتا ہے اور یہ اس سے محبت کرتے ہیں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ گمان میں بھی رحجان ہے، نیکی کی طرف ہو یا چاہے برائی کی طرف۔ اگر کسی بندے پر اللہ سے حسن ظن کا غلبہ ہو تو یہ اس کی سعادت کا باعث بنتا ہے، اور جس نے اللہ سے حسن ظن نہ رکھا تو اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور اپنے رب کو نہ پہچانا۔ (جلد-۱، ص ۴۷۳)

وَالْمُسْتَمْلِيُّ عَنِ الْفَرَبْرِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْبُخَارِيِّ[۱] عَنْ قَيْسِ بْنِ حَفْصٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ أَنَسٍ يَرْفَعُهُ إِنَّ اللهَ يَقُولُ لأَهْوَنِ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا لَوْ أَنَّ لَكَ مَا فِي الأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ كُنْتَ تَفْتَدِي بِهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَقَدْ سَأَلْتُكَ مَا هُوَ أَهْوَنُ مِنْ هَذَا وَأَنْتَ فِي صُلْبِ آدَمَ أَنْ لاَ تُشْرِكَ بِي شَيْئًا فَأَبَيْتَ إِلاَّ الشِّرْكَ.

حدیث-۱۴

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

اللہ تعالیٰ اہل جہنم میں سب سے کم عذاب یافتہ سے کہے گا: اگر تیرے پاس زمین میں موجود سب کچھ ہو تو کیا تو وہ دے کر اپنی جان چھڑائے گا؟ وہ بولے گا: ہاں جی، پھر اللہ فرمائے گا: میں نے تو تجھ سے اِس سے بہت کم چیز چاہی تھی جبکہ تو پشت آدم میں تھا؛ بس میرے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہرائیں مگر تو نے بھی شرک ہی کیا۔

اَلْحَدِيثُ الْخَامِسَ عَشَرَ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ الصَّدَفِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو الْوَقْتِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ الْهَرَوِيُّ عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدٍ الزَّاهِدِ عَنْ أَبِي حَامِدٍ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ الشَّرْقِيِّ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ حَفْصٍ عَنْ حَفْصٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ عَنْ[۲] عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنِ الأَغَرِّ أَبِي مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَعْنِي

---

[۱] اس سند اور متن سے یہ حدیث صحیح بخاری (۳۰۸۷) میں موجود ہے دیگر اسناد سے یہ متن صحیح مسلم (۵۰۱۸) مسند ابی یعلی الموصلی (۴۰۷۷) میں مذکور ہے اور متفق علیہ حدیث ہے۔

[۲] یہاں سے لے کر آخر سند اور متن تک یہ حدیث سنن أبو داود (۳۵۶۷) ابن ماجہ (۴۱۶۴) مسند احمد (۷۰۷۸) صحیح ابن حبان (۵۷۶۳) مسند الشہاب القضاعی (۱۳۳۹) شعب الایمان-البیہقی (۷۸۰۹) ←

قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَالْعَظَمَةُ إِزَارِي فَمَنْ نَازَعَنِي وَاحِدًا مِنْهُمَا أَدْخَلْتُهُ النَّارَ.

حدیث-۱۵

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کبریائی (تکبر) میری چادر ہے اور عظمت میرا تہبند ہے، جس کسی نے ان دونوں میں سے مجھ سے کچھ چھینا چاہا تو میں اُسے جہنم میں ڈالوں گا۔[1]

اور دیگر کتب حدیث میں موجود ہے۔ کتب تصوف میں سے احیاء علوم الدین اور فتوحات مکیہ میں بھی مذکور ہے۔ شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (السلسلة الصحيحة)

[1] شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۲۸۸ میں فرماتے ہیں: بندہ کبریاء حق کے سامنے بہت چھوٹا ہے، کبریائے الٰہی نے اسے کمتری کا لباس پہنایا، اور یہ (بندہ) حق تعالیٰ کی عظمت کے سامنے حقیر ہے پس عظمت الٰہی نے اسے حقارت کا لباس پہنایا۔ یوں کمتری بندے کی چادر ہے اور حقارت اس کا تہبند ہے پس لوگوں میں سے جو کوئی بھی ان دونوں (حقیر صفات) کے معاملے میں اس بندے سے جھگڑا کرے گا وہ بھی ٹوٹنے سے محفوظ اور قابل رحم رہے گا۔" باب نمبر ۴۰۲ میں فرماتے ہیں: "اصحاب افکار کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ اللہ کے اسماء اور صفات کے کچھ مراتب ہیں اور بندے کا ان (اسماء اور صفات) سے متصف اور آراستہ ہونا مخصوص حد، منصوص نعت اور معین حال پر ہے، اگر بندہ یہ حد پار کرے تو وہ حق تعالیٰ کا دشمن، مخالف اور اس کے پاک قرب سے دوری اور دھتکارے جانے کا مستحق ہوتا ہے۔ جیسے کہ اللہ فرماتا ہے: "کبریائی (تکبر) میری چادر ہے اور عظمت میرا تہبند ہے، جس کسی نے ان دونوں میں سے مجھ سے کچھ چھینا چاہا تو میں اسے تباہ و برباد کر دوں گا۔" (جلد-۲، ص ۶۴۳)

اَلْحَدِيثُ السَّادِسَ عَشَرَ

حَدَّثَنَا غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ شُرَيْحِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَحْمَدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يُوسُفَ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ فَتْحٍ عَنْ عَبْدِ الْوَهَّابِ بْنِ عِيسَى عَنْ أَحْمَدَ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ الْحَجَّاجِ[۱] عَنْ سُوَيْدِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَعْنِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفَعَتِ الْمَلَائِكَةُ وَشَفَعَ النَّبِيُّونَ وَشَفَعَ الْمُؤْمِنُونَ وَلَمْ يَبْقَ إِلاَّ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ فَيَقْبِضُ قَبْضَةً مِنَ النَّارِ فَيُخْرِجُ مِنْهَا قَوْمًا لَمْ يَعْمَلُوا خَيْرًا قَطُّ قَدْ عَادُوا حُمَمًا فَيُلْقِيهِمْ فِي نَهْرٍ فِي أَفْوَاهِ الْجَنَّةِ يُقَالُ لَهُ نَهْرُ الْحَيَاةِ الْحَدِيثَ وَفِيهِ ثُمَّ يَقُولُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى ادْخُلُوا الْجَنَّةَ فَمَا رَأَيْتُمُوهُ فَهُوَ لَكُمْ فَيَقُولُونَ رَبَّنَا أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ فَيَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي أَفْضَلُ مِنْ هَذَا فَيَقُولُونَ يَا رَبَّنَا أَيُّ شَيْءٍ أَفْضَلُ مِنْ هَذَا فَيَقُولُ رِضَائِي فَلاَ أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ أَبَدًا.

حدیث-۱۶

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ قیامت والے دن کہے گا: فرشتوں نے شفاعت کر لی، نبیوں نے شفاعت کر لی، مومنوں نے شفاعت کر لی، اب صرف ارحم الراحمین ہی بچا۔ پس وہ جہنم میں سے مٹھی بھر ایسی

---

۱ اس سند اور متن سے یہ حدیث صحیح مسلم (۲۶۹) میں موجود ہے۔ یہی متن مسند احمد (۱۱۴۶۳) مصنف عبد الرزاق (۲۰۸۵۷) مستدرک حاکم (۸۷۳۶) مستخرج ابی عوانہ (۳۳۶) مسند الطیالسی (۲۲۸۱) میں مذکور ہے جبکہ اس کا آخری حصہ صحیح بخاری (۴۹۶۴) میں بھی آیا ہے۔

جماعت کو باہر نکالے گا[۱] جنہوں نے کبھی نیکی نہ کی ہو گی؛ وہ خاکستر ہو چکے ہوں گے پھر انہیں جنت کے سامنے ایک دریا میں ڈبوئے گا جسے دریائے حیات[۲] کہتے ہیں۔

---

۱ شیخ اکبر قدس اللہ سرہٗ فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۶۴ میں فرماتے ہیں: قیامت کے دن شدید سختی اور تنگی کا عالم ہو گا اور جب فرشتوں، نبیوں اور مومنوں کی شفاعت سے اللہ تعالیٰ ہر مومن مُوَحّدِ کو جہنم سے باہر نکال چکا ہو گا تو جہنم میں ایک ایسا گروہ رہ جائے گا جنہوں نے دلائل عقلی سے توحید کا راستہ پایا اور شرک نہ کیا مگر وہ کسی نبی پر ایمان بھی نہیں لائے، ان لوگوں کے پاس ذرہ برابر ایمان بھی نہ ہو گا اور نہ ہی ان لوگوں نے کسی نبی کی اتباع میں کوئی نیک کام کیے ہوں گے تب "ارحم الراحمین" (یعنی اللہ تعالیٰ) انہیں اپنی توحید کے عقلی اقرار اور شرک نہ کرنے کے باعث ان کی شفاعت کرے گا اور یہ شفاعت اس کے اسم "ارحم الراحمین" کی اس کے اسم "القہار"، اسم "شدید العقاب"، اسم "المنتقم" اور اسم "الجبار" کے سامنے ہو گی (یعنی یہ اسماء دیگر اسماء کے سامنے سفارش کریں گے) کہ ان گناہگاروں کی سزا بخش دی جائے، یہی اسمائے الٰہیہ کی شفاعت ہے۔ شیخ اکبر فرماتے ہیں صحیح مسلم میں حضرت عثمان بن عفان کی روایت سے یہی مفہوم واضح ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا: «مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ (وَ لَمْ يقُلْ يُؤْمِنُ) أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ». (صحیح مسلم: ۳۸) جو یہ جانتے ہوئے مرا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ جنت میں جائے گا۔ شیخ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ نہیں کہا کہ جو اس ایمان پر مرا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں یہاں جاننے کا لفظ آیا ہے۔ (جلد-۱، ص ۳۱۴)

۲ شیخ اکبر قدس اللہ سرہٗ فتوحات مکیہ باب نمبر ۹۰ میں فرماتے ہیں: یہ دریائے حیات وہی دریا ہے جو جنت میں سے گزرتا ہے، اس میں حضرت جبرائیل علیہ السلام روزانہ غوطہ لگاتے ہیں اور جب واپس نکلتے ہیں تو ستر ہزار قطرے گرتے ہیں اور ان قطروں سے اتنے ہی فرشتے پیدا ہوتے ہیں، پھر یہی فرشتے بیت المعمور میں رب تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں: وہاں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور جو بھی بیت المعمور سے باہر نکلتا ہے اس میں دوبارہ داخلے کے لیے اس کی باری نہیں آتی۔ ایک اور جگہ

⇆↵

اللہ تعالیٰ (ان سے کہے گا): جنت میں چلے جاؤ اور تمہیں جو کچھ نظر آئے وہ تمہارا ہے۔ وہ کہیں گے: یارب! تو نے ہمیں اتنا دیا جتنا تو نے پورے جہانوں میں کسی کو نہیں دیا۔ رب تعالیٰ فرمائے گا: تمہارے لیے میرے پاس اِس سے بھی بہتر چیز ہے، وہ کہیں گے: یارب! اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے؟ رب تعالیٰ فرمائے گا: میری رضا، اب میں کبھی تم پر غضب ناک نہیں ہوں گا۔[۱]

فرماتے ہیں کہ ہر مومن اور غیر مومن شخص کو ایک دن میں انہی فرشتوں کی تعداد کے برابر - یعنی کے ستر ہزار - خیالات آتے ہیں جنہیں صرف اہل اللہ ہی جانتے ہیں۔ (جلد-۲، ص ۱۷۱)

۱ شیخ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا اہل جنت سے راضی رہنا اس وجہ سے ہو گا کیونکہ وہ کوئی کام اس کی مرضی کے خلاف نہیں کریں گے اور ایسا وہ اس لیے نہیں کر سکیں گے کیونکہ ٹھکانۂ جنت کا یہی تقاضا ہے اپنی کتاب "عقلہ مستوفز" کے "باب استحالات" میں فرماتے ہیں: اہل جنت کو یہ بات سننے سے زیادہ خوشی کسی اور چیز سے نہیں ہو گی ﴿خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ (البینہ:۸) ہمیشہ اس میں رہیں گے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ (القرآن) اس آیت کے مخاطب ہی اہل جنت اور جنت کے صحیح اہل ہیں، جنہوں نے اس جنت کے حصول کے لیے اعمال کیے اور اسی سے عشق کیا اور حق تعالیٰ سے اس (جنت) کے سوا کچھ نہ مانگا۔ جہاں تک عارفین، اہل اللہ اور اس کے خاص بندوں کا تعلق ہے تو وہ اس خطاب میں داخل نہیں کیونکہ انہوں نے اس کی رضا اپنے سلوک کے احوال میں، دنیا میں ہی پالی۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے دنیاوی زندگی میں بھی خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی۔ پس عارفین جنت میں ثانوی حکم کے تحت ہوں گے اور اللہ کے ساتھ اساسی حکم کے تحت ہوں گے اسی وجہ سے ان کو اہل اللہ اور اس کے خاص بندے کہا گیا ہے، انہیں جنت کی طرف منسوب نہیں کیا گیا بلکہ جنت کو ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے جبکہ اہل جنت، جنت میں اساسی حکم کے تحت اور اللہ کے ساتھ ثانوی حکم کے تحت ہوں گے، اسی وجہ سے ان کو دیدار خداوندی بھی مخصوص اوقات میں حاصل ہو گا۔ یہاں پر اساسی حکم کا مطلب یہ ہے کہ "وہ اپنے

اَلْحَدِيثُ السَّابِعَ عَشَرَ

حَدَّثَنَا يُونُسُ الشَّرِيفُ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَقْتِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى الْمَلِيحِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبُو يَعْلَى الْحُسَيْنُ الزُّبَيْرِيُّ عَنْ أَبِي عَلِيٍّ الْكَرَابِيسِيِّ عَنْ[۱] مُحَمَّدِ بْنِ أَشْرَسَ عَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ عَنْ جِبْرِيلَ عَنِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ هَذَا دِينٌ ارْتَضَيْتُهُ لِنَفْسِي لَنْ يُصْلِحَهُ إِلاَّ السَّخَاءُ وَحُسْنُ الْخُلُقِ[۲] فَأَكْرِمُوهُ بِهِمَا مَا صَحِبْتُمُوهُ.

حدیث-۱۷

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے روایت کی:

حقائق کے ساتھ اللہ کے ساتھ ہیں، اُس کے غیر کی طرف اپنا رخ صرف اُس کے حکم، اور اس کی مشیت سے ہی کرتے ہیں۔"

[۱] یہاں سے لے کر آخر سند و متن تک یہ حدیث «شعب الإیمان للبیهقی» (۱۰۴۴۲) میں درج ہے۔ دیگر اسناد سے یہی متن المعجم الاوسط-الطبرانی (۹۱۶۸) میں بھی مذکور ہے۔ امام البیہقی نے محمد بن اشرس کے ضعیف ہونے کا حکم لگایا ہے۔

[۲] وصية النبوية في الفتوحات: «يا علي عليك بحسن الخلق فإنك تدرك بذلك درجة الصائم القائم». اے علی رضی اللہ عنہ! خود پر حسن کردار لازم کر لے، اس بات سے تُو دن میں روزے رکھنے والے اور رات میں نمازیں پڑھنے والے کا درجہ حاصل کر لے گا۔ (جلد-۴، ص ۵۰۸)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اس دین کو میں نے اپنے لیے پسند کیا ہے، اور اسے صرف سخاوت[1] اور حسن کردار ہی نکھار سکتا ہے پس جب بھی تم اِس (دین) کی پیروی کرو تو ان دو چیزوں سے اس کو عزت دو۔

اَلْحَدِيثُ الثَّامِنَ عَشَرَ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الطَّبَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَافِرِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَارِسِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الْجُلُودِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ[2] حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ هَارُونَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ

---

[1] شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۵۵۸ میں حاضرت سخاوت کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: اس حاضرت کے بندے کو «عبد السخی» کہتے ہیں اور یہ حاضراتِ عطاء کی ایک قسم ہے۔ سخاوت اس عطاء کو کہتے ہیں جو حاجت مند کی حاجت کے مطابق ہو، یہی عطائے حکمت ہے؛ اگر یہ حاجت سے زیادہ ہو تو اس میں سائل کی ہلاکت بھی ہو سکتی ہے جیسے کہ اللہ فرماتا ہے: ﴿وَلَوْ بَسَطَ اللهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلٰكِنْ يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ﴾ (الشوری: ۲۷) اور اگر خدا اپنے بندوں کے لیے رزق میں فراخی کر دیتا تو زمین میں فساد کرنے لگتے، لیکن وہ جو چیز چاہتا ہے اندازے کے ساتھ نازل کرتا ہے، بے شک وہ اپنے بندوں کو جانتا اور دیکھتا ہے۔ (القرآن) یہ عطا صرف سوال کے بعد ہی ہوتی ہے، چاہے سوال زبانِ حال سے کیا گیا ہو یا زبانِ قال سے، اگر وہ زبانِ قال سے بھی سوال کرے گا تب بھی زبانِ حال کا سوال لازمی ہے، اور اگر ایسا نہ کرے تو وہ محتاج نہیں۔ بندے کی طرف سے سخاوت ہر ذی حق کو اس کا حق دینا ہے جیسا کہ اس کے نفس کا اس پر حق ہے اس کے اہل خانہ کا اس پر حق ہے اس کی آنکھ کا اس پر حق ہے۔ (جلد-۴، ص ۲۶۳)

[2] یہاں سے لے کر آخر سند و متن تک یہ حدیث صحیح مسلم (۲۶۶) میں موجود ہے جبکہ اسی سند سے سنن ترمذی (۲۴۷۵) سنن ابن ماجہ (۱۸۳) مسند احمد (۱۸۱۷۷) المعجم الکبیر - طبرانی (۱۶۲۷) اور دیگر بہت سی کتب حدیث میں تھوڑے بہت فرق سے موجود ہے۔

سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ صُهَيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ قَالَ يَقُولُ اللهُ تَعَالَى تُرِيدُونَ شَيْئًا أَزِيدُكُمْ فَيَقُولُونَ أَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوهَنَا أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ قَالَ فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ فَمَا أُعْطُوا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلَى رَبِّهِمْ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ تَلاَ هَذِهِ الآيَةَ ﴿لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ﴾
(یونس: ٢٦)

حدیث-۱۸

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا:

جب اہل جنت، جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: کچھ اور چاہتے ہو تو وہ بھی میں تمہیں دینے کو تیار ہوں؟

وہ کہیں گے: کیا آپ نے ہمارے چہرے روشن نہیں کر دیئے؟ کیا آپ نے ہمیں جنت دے کر آگ سے بچا نہیں لیا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: پھر اللہ تعالیٰ (اپنے چہرے سے) حجاب اٹھائے گا تو ان کو دی گئی چیزوں میں سے کوئی (چیز بھی) ان کے نزدیک اپنے رب عزو جل کے چہرے کی طرف دیکھنے سے زیادہ محبوب نہ ہو گی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿جن لوگوں نے احسان کیا ان کے لیے بھلائی ہے اور مزید بھی کچھ ہے﴾ (یونس:۲۶)[1]

---

[1] اس آیت کو تلاوت کرنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ مزید چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے صریحاً بیان نہیں کیا وہ اس کا دیدار ہی ہے۔ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۷۵۳ میں فرماتے ہیں: میں نے اہل علم میں سے بعض شیوخ سے پوچھا کہ یہ "مزید" کیا چیز ہے تو آپ نے فرمایا یہ "مزید" وہ چیز ہے جو انسان کے دل و دماغ میں نہ آئی، پس میں (یعنی ابن عربی) آپ کی مراد جان گیا۔ (جلد-۴، ص ۱۸۰)

اَلْحَدِيثُ التَّاسِعَ عَشَرَ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ الصَّدَفِيُّ حَدَّثَنَا الشَّرِيفُ يُونُس حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَوَّلِ بْنُ عِيسَى الْهَرَوِيُّ عَنِ ابْنِ الْمُظَفَّرِ الدَّاوُدِيِّ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ الْحَمُّوىِّ عَنِ الْفَرَبْرِيِّ حَدَّثَنَا الْبُخَارِيُّ[1] حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَا آدَمُ يَقُولُ لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ فَيُنَادَى بِصَوْتٍ إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُخْرِجَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ بَعْثًا إِلَى النَّارِ قَالَ يَا رَبِّ وَمَا بَعْثُ النَّارِ قَالَ مِنْ كُلِّ أَلْفٍ وَأُرَاهُ قَالَ تِسْعُمِائَةٍ وَتِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ فَحِينَئِذٍ تَضَعُ الْحَامِلُ حَمْلَهَا وَيَشِيبُ الْوَلِيدُ ﴿وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللهِ شَدِيدٌ﴾ (الحج: ٢) فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَى النَّاسِ حَتَّى تَغَيَّرَتْ وُجُوهُهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ تِسْعُمِائَةٍ وَتِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ وَمِنْكُمْ وَاحِدٌ ثُمَّ أَنْتُمْ فِي النَّاسِ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جَنْبِ الثَّوْرِ الأَبْيَضِ أَوْ كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي الثَّوْرِ الأَسْوَدِ إِنِّي لأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا.

حدیث-١٩

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

قیامت والے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے آدم! آپ علیہ السلام عرض کریں گے: اے رب! میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ آواز آئے گی اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ اپنی

---

[1] یہ حدیث اس سند اور متن سے صحیح بخاری (٤٣٧٢) صحیح مسلم (٣٢٧) میں موجود ہے جبکہ اس سے ملتا جلتا متن تہذیب الآثار-طبری (٢٧٤٩) الایمان-ابن مندہ (١٠٠٩) میں مذکور ہے۔

اولاد میں سے جہنم میں ڈالے جانے والے نکال لیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کہیں گے: جہنم میں ڈالے جانے والے کتنے ہیں، فرمایا جائے گا: ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے (۹۹۹)۔

یہ سن کر حاملہ کا حمل گر جائے گا اور بچہ بوڑھا ہو جائے گا ﴿اور لوگ تجھے متوالے نظر آئیں گے، وہ متوالے نہیں ہوں گے بلکہ (عذاب دیکھ کر) مدہوش ہو رہے ہوں گے۔ بے شک خدا کا عذاب بڑا سخت ہے﴾ (الحج: ۲) لوگوں کو یہ سننا بڑا ناگوار گزرا حتی کہ ان کے رنگ فق[۱] ہو گئے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یاجوج اور ماجوج میں سے نو سو ننانوے (۹۹۹) اور تم میں سے ایک، (دوسرے) لوگوں میں تم اتنے ہی ہو جیسا کہ سفید بیل کی پیٹھ پر ایک سیاہ بال یا پھر سیاہ بیل کی پیٹھ پر ایک سفید بال؛ میں امید کرتا ہوں کہ تم اہل جنت کا ایک چوتھائی ہو گے۔

یہ سن کر ہم نے نعرہ لگایا "اللہ اکبر" پھر فرمایا: اہل جنت کا ایک تہائی۔

ہم نے پھر خوشی سے نعرہ لگایا، "اللہ اکبر" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کے نصف۔ اور ہم نے پھر "اللہ اکبر" کا نعرہ لگایا۔

اَلْحَدِيثُ الْمُوفِي عِشْرِينَ

حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْفِرْيَانِيُّ اللَّخْمِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو الْوَقْتِ عَنْ عَبْدِ الأَعْلَى بْنِ عَبْدِ الْوَاحِدِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي الْحَسَنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ الْعَلَوِيِّ عَنْ دِينَارِ بْنِ بَنَّانٍ الْجَوْهَرِيِّ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ جَرِيرٍ الصُّورِيِّ عَنْ[۲] سُلَيْمَانَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الإِسْكَنْدَرَانِيِّ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ

---

۱ خوف، حیرت یا بیماری کے سبب چہرے کا رنگ اڑا جانا۔

۲ اسی سند سے اور ملتے جلتے متن سے ایک حدیث حلیہ الاولیاء میں کچھ یوں ہے: أخرجه أبو نعيم في «الحلية». قال: حدثنا سليمان بن أحمد: حدثنا علي بن سعيد بن بشير الرازي: حدثنا يونس ←

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَوْحَى اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى مُوسَى إِنَّكَ لَنْ تَتَقَرَّبَ إِلَيَّ بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنَ الرِّضَا بِقَضَائِي وَلَمْ تَعْمَلْ عَمَلاً أَحْفَظَ لِحَسَنَاتِكَ مِنَ النَّظَرِ فِي أُمُورِكَ يَا مُوسَى لاَ تَتَضَرَّعْ إِلَى أَهْلِ الدُّنْيَا فَأَسْخَطَ عَلَيْكَ وَلاَ تَجُدْ بِدِينِكَ لِدُنْيَا فَأُغْلِقَ عَلَيْكَ أَبْوَابَ رَحْمَتِي يَا مُوسَى قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ التَّائِبِينَ أَبْشِرُوا وَقُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ الْمُخْبِتِينَ أَخْبِتُوا أَوْ أَحْسِنُوا. (قَالَ الشَّيْخُ الشَّكُّ مِنِّي).

حدیث-۲۰

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی: میرا قرب حاصل کرنے کے لیے میری سب سے پسندیدہ چیز یہی ہے کہ تو میری قضا (یعنی فیصلے) سے راضی رہے، اور تیری نیکیوں کی

بن عبد الأعلى: حدثنا أبو الربيع سليمان بن داود الإسكندراني عن سفيان الثوري عن منصور عن مجاهد عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «أوحى الله تعالى إلى موسى عليه السلام: إنك لن تتقرب إلي بشيء أحب إلي من الرضا بقضائي، ولم تعمل عملا أحبط لحسناتك من الكبرياء، يا موسى! لا تضرع إلى أهل الدنيا فأسخط عليك، ولا تخف بدينك لدنياهم فأغلق عليك أبواب رحمتي، يا موسى! قل للمذنبين النادمين: أبشروا، وقل للعاملين المعجبين: اخسروا». میری اپنی رائے میں شیخ اکبر قدس اللہ سرہ یہی حدیث بیان کر رہے ہیں اسی لیے وہ اس حدیث کے آخر میں کہتے ہیں «الشك مِنّي» مجھے (ان الفاظ میں) شبہ ہے۔ مشکاۃ الانوار کے مخطوطات اور فتوحات مکیہ کے آخری باب میں بھی اوپر والے الفاظ «الشك مِنّي» مجھے ان الفاظ میں شبہ ہے کے ساتھ مذکور ہیں۔ ان دونوں احادیث کے متن میں اچھا خاصہ فرق ہے خاص طور پر اللہ تعالیٰ کا موسیٰ علیہ السلام کو کہنا کہ تکبر سے بڑھ کر کوئی عمل تیری نیکیوں کو تباہ نہیں کرتا، شیخ اکبر کی حدیث میں یہاں مطلقاً کوئی اور بات کی گئی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ شیخ البانی نے حلیہ اولیاء کی سند والی حدیث پر ضعف کا حکم لگایا ہے۔ (السلسلة الضعيفة)

حفاظت کرنے والا اس سے بہتر عمل کوئی نہیں ہو سکتا کہ تو اپنے معاملات پر نظر رکھے۔

اے موسی (علیہ السلام)! اہل دنیا کے سامنے مت گڑگڑانا، نہیں تو میں تجھ سے ناراض ہو جاؤں گا اور دنیا کے لیے اپنا دین مت گروی رکھنا، نہیں تو میں تجھ پر اپنی رحمت کے دروازے بند کر دوں گا۔ اے موسی (علیہ السلام)! توبہ کرنے والے مؤمنین کو خوشخبری سنا دو اور میرے سامنے عاجزی کرنے والے مؤمنین سے کہہ دو؛ عاجز بنو اور اچھے عمل کرو۔ (شیخ اکبر فرماتے ہیں مجھے اس میں شک ہے)

اَلْحَدِيثُ الْحَادِى وَالْعِشْرُونَ

حَدَّثَنَا الْمَسْعُودُ عَبْدُ اللهِ بَدْرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْحَبَشِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْهَاشِمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَقْتِ السِّجْزِيُّ حَدَّثَنَا الدَّاوُدِيُّ حَدَّثَنَا الْحَمُّوِيُّ حَدَّثَنَا الْفَرَبْرِيُّ حَدَّثَنَا الْبُخَارِيُّ[1] حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَعْدَدْتُ لِعِبَادِىَ الصَّالِحِينَ مَا لاَ عَيْنٌ رَأَتْ وَلاَ أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلاَ خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ.

حدیث-۲۱

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی

---

[1] امام بخاری کی سند اور متن سے یہ حدیث صحیح بخاری (۴۴۰۶) میں موجود ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کی سند سے صحیح مسلم (۵۰۵۰) سنن ترمذی (۳۱۲۱) مسند احمد (۹۶۳۶) سنن الدارمی (۲۸۸۴) مسند ابی یعلی الموصلی (۶۱۴۶) صحیح ابن حبان (۳۷۰) اور دیگر بہت سے کتبِ حدیث میں مذکور ہے۔

آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ اس کا خیال کسی انسان کے دل میں گزرا۔[1]

اَلْحَدِيثُ الثَّانِي وَالْعِشْرُونَ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ الصَّدَفِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو الْوَقْتِ الْهَرَوِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى الْمَلِيحِيُّ عَنْ إِسْمَاعِيلَ الْهَرَوِيِّ عَنْ أَبِي الْحَسَنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ الصُّوفِيِّ الْحَسَنِيِّ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ الْكَرْخِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الأَشْعَثِ عَنْ مُوسَى بْنِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ

---

[1] شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۳۸۸ میں آپ ﷺ کے اس قول کے بارے میں فرماتے ہیں: پس لازم ہے کہ یہ (چیز) بشر کو غیر معلوم رہے اور یہ بھی لازم ہے کہ بشر میں ایسی غیر معلوم و معین صفت ہو، جس سے وہ ذکر کردہ چیز۔ جس کا خیال بھی کسی انسان کے دل میں نہیں گزرا۔ اسے حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کوئی نفس نہیں جانتا کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا کیا چھپا کے رکھا گیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے جاننے کی نفی اور انکار کیا۔ اس سے ہمیں مختصر طور پر یہ معلوم ہوا کہ یہ معاملہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ اس ذات نے اسے (آنکھوں کی ٹھنڈک میں) آنکھوں سے قریب کیا؛ اسے کانوں یا دیگر ادراکات سے قریب نہیں کیا۔ اور اسی سے ہمیں پتا چلا کہ آپ ﷺ کا یہ کہنا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے، اس قول میں آپؐ کی مراد مناجات نہیں بلکہ آپؐ کی مراد صاحب مناجات کو دیکھنا ہی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ نماز پڑھنے والے کے سامنے ہوتا ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ کی عبادت ایسے کر جیسے تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ آپؐ کا یہ کہنا درست ہے کہ جنت میں وہ کچھ ہے جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، یہ پردے کے اعتبار سے ہے تفسیر کے اعتبار سے نہیں، کیونکہ اگر اسے آنکھ نے دیکھا ہوتا تو وہ پوشیدہ نہ ہوتا اور اگر اسے آنکھ نے دیکھا ہوتا تو اسے بولا ہوتا اور وہ سنا گیا ہوتا، اگر وہ سنا گیا ہوتا تو وہ محدود ہوتا اور اگر وہ محدود ہوتا تو اس کا خیال دل میں گزرا ہوتا اور وہ معلوم ہوتا۔ یہ ایسا معاملہ ہے جس سے ہمیں نہ جانے جاسکنے والے حجاب میں رکھا گیا، یہ معاملہ ایسے پردے میں ہے جسے جنت کہتے ہیں۔ (جلد-۳، ص ۵۳۸)

مُوسَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِيهِ جَعْفَرٍ الصَّادِقِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مَنْ رَجَا غَيْرِي لَمْ يَعْرِفْنِي وَمَنْ لَمْ يَعْرِفْنِي لَمْ يَعْبُدْنِي وَمَنْ لَمْ يَعْبُدْنِي فَقَدِ اسْتَوْجَبَ سَخَطِي وَمَنْ خَافَ غَيْرِي حَلَّتْ بِهِ نِقْمَتِي.[1]

حدیث-۲۲

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس نے میرے علاوہ کسی اور سے امید باندھی اُس نے مجھے نہ پہچانا، جس نے مجھے نہ پہچانا اُس نے میری عبادت بھی نہ کی، جس نے میری عبادت نہ کی وہ میرے غضب کا مستحق ہوا، اور جو میرے علاوہ کسی سے خوفزدہ ہوا میری ناراضگی اُس پر واجب ہوئی۔

---

[1] یہ حدیث فتوحات مکیہ میں درج ہے۔ مشکاۃ الانوار کے متعدد مخطوطات میں اس حدیث کے آخری لفظ کو دو طرح سے لکھا گیا ہے؛ مخطوط اسعد افندی ۳۱۲، صحت علی ۲۷۰۸، ولی الدین ۱۶۸۶، فاتح ۵۳۲۲ میں "نقمی" کا لفظ لکھا ہے جبکہ ولی الدین ۱۸۰۰، صحت علی ۱۲۴۰، نسخہ فخر الدین الخراسانی اور فتوحات مکیہ کا وہ نسخہ جو ابن عربی قدس اللہ سرہٗ کے اپنے ہاتھ سے لکھا گیا ہے کہ باب ۵۶۰ میں "نقمتی" مذکور ہے چونکہ فتوحات مکیہ شیخ اکبر کی سب سے آخری کتاب ہے اور یہ باب بھی فتوحات کا آخری باب ہے پھر یہ تحریر شیخ اکبر کے اپنے ہاتھ سے لکھے گئے مخطوط قونیہ میں آج بھی انہی الفاظ کے ساتھ موجود ہے یہی حتمی لفظ ہے۔ دیگر مخطوطات میں اس فرق کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ قدیم دور میں مخطوطات پر بعض اوقات، جلدی کی وجہ سے الفاظ پر نقطے نہیں ڈالے جاتے تھے اس لیے اگر نقمتی پر "ت" کے نقطے نہ ڈالے جائیں تو یہ "نقمی" ہی بنتا ہے جو کہ ان مخطوطات میں درج ہے۔

اَلْحَدِيثُ الثَّالِثُ وَالْعِشْرُونَ

حَدَّثَنَا أَبُو طَاهِرٍ السِّلَفِيُّ عَنِ الطَّبَرِيِّ عَنْ عَبْدِ الْغَافِرِ الْفَارِسِيِّ عَنِ الْجُلُودِيِّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مُسْلِمٍ[1] عَنْ زُهَيْرِ بْنِ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ - فِي حَدِيثِ فَرَاغِ اللهِ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ الْعِبَادِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ - فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ وَيَبْقَى رَجُلٌ مُقْبِلٌ بِوَجْهِهِ عَلَى النَّارِ وَهُوَ آخِرُ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولاً الْجَنَّةَ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِي عَنِ النَّارِ فَإِنَّهُ قَدْ قَشَبَنِي رِيحُهَا وَأَحْرَقَنِي ذَكَاؤُهَا فَيَدْعُو اللهَ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَدْعُوَهُ ثُمَّ يَقُولُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى هَلْ عَسَيْتَ إِنْ فَعَلْتُ ذَلِكَ بِكَ أَنْ تَسْأَلَ غَيْرَهُ فَيَقُولُ لاَ أَسْأَلُ غَيْرَهُ وَيُعْطِي رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ عُهُودٍ وَمَوَاثِيقَ مَا شَاءَ فَيَصْرِفُ اللهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ فَإِذَا أَقْبَلَ عَلَى الْجَنَّةِ وَرَآهَا سَكَتَ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَسْكُتَ ثُمَّ يَقُولُ أَيْ رَبِّ قَدِّمْنِي إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ عُهُودَكَ وَمَوَاثِيقَكَ لاَ تَسْأَلُنِي غَيْرَ الَّذِي أَعْطَيْتُكَ وَيْلَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مَا أَغْدَرَكَ. فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ يَدْعُو اللهَ عَزَّ وَجَلَّ حَتَّى يَقُولَ لَهُ هَلْ عَسَيْتَ إِنْ أَعْطَيْتُكَ ذَلِكَ أَنْ تَسْأَلَ غَيْرَهُ فَيَقُولُ لاَ وَعِزَّتِكَ فَيُعْطِي رَبَّهُ مَا شَاءَ اللهُ مِنْ عُهُودٍ وَمَوَاثِيقَ فَيُقَدِّمُهُ إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَإِذَا قَامَ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ انْفَهَقَتْ لَهُ الْجَنَّةُ فَرَأَى مَا فِيهَا مِنَ الْخَيْرِ وَالسُّرُورِ فَيَسْكُتُ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَسْكُتَ ثُمَّ يَقُولُ أَيْ رَبِّ أَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ فَيَقُولُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَهُ أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ عُهُودَكَ وَمَوَاثِيقَكَ أَنْ لاَ تَسْأَلَ غَيْرَ مَا أُعْطِيتَ وَيْلَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مَا أَغْدَرَكَ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ لاَ أَكُونُ أَشْقَى خَلْقِكَ وَلاَ يَزَالُ يَدْعُو اللهَ عَزَّ وَجَلَّ حَتَّى يَضْحَكَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مِنْهُ فَإِذَا ضَحِكَ اللهُ مِنْهُ قَالَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ فَإِذَا

---

[1] اس روایت سے صحیح مسلم (۲۶۷) میں درج ہے جبکہ اسی سند سے صحیح بخاری (۶۸۸۵) مسند احمد (۷۵۸۶) مستخرج ابی عوانہ (۳۱۴) مسند ابی یعلی الموصلی (۶۲۳۰) البعث والنشور - البیہقی (۴۱۶) التوحید - ابن خزیمہ (۳۰۵) الرؤیہ - دار قطنی (۲۱) اور حلیہ اولیاء میں مذکور ہے۔

دَخَلَهَا قَالَ اللهُ تَعَالَى تَمَنَّهْ فَيَسْأَلُ رَبَّهُ وَيَتَمَنَّى حَتَّى إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيُذَكِّرُهُ مِنْ كَذَا وَكَذَا حَتَّى إِذَا انْقَطَعَتْ بِهِ الأَمَانِيُّ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ذَلِكَ لَكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ.

حدیث-۲۳

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے بعد کا بیان کرتے ہوئے فرمایا:

(پھر) ایک شخص رہ جائے گا جس کا چہرہ دوزخ کی طرف ہو گا اور وہ جنت میں جانے والا آخری جنتی ہو گا۔ وہ کہے گا: یارب! میرا چہرہ دوزخ سے پھیر دے کیونکہ اس کی بُو مجھے تکلیف دیتی ہے اور اس کی لُو مجھے جھلساتی ہے۔ وہ اتنی دیر اللہ سے دعا کرتا رہے گا جب تک اللہ چاہے گا۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ اُس سے فرمائے گا: اچھا اگر میں ایسا کر دوں تو کیا تُو اس کے علاوہ مجھ سے کچھ اور مانگے گا؟ وہ کہے گا نہیں میں اس کے علاوہ کچھ نہیں مانگوں گا اور وہ اللہ عز و جل سے عہد و پیمان - جو اللہ چاہے - کرے گا پھر اللہ تعالیٰ اُس کا چہرہ جہنم سے پھیر دیں گے۔ پھر جب اُس کا چہرہ جنت کی طرف ہو گا اور جو کچھ وہ اِس میں دیکھے گا تو اتنی مدت خاموش رہے گا جتنی مدت اللہ چاہے، پھر کہے گا: اے اللہ! مجھے جنت کے دروازے تک جانے دے۔ اللہ تعالیٰ اُس سے فرمائے گا: کیا تو نے مجھ سے وعدے اور میثاق نہیں کیے تھے کہ تو مجھ سے اُس کے علاوہ کچھ نہیں مانگے گا جو میں تجھے دے چکا ہوں، خرابی ہو تیری اے ابن آدم! تو کتنا وعدہ خلاف ہے۔

پھر وہ کہے گا: یارب! اور اللہ سے مانگتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ پھر اُس سے کہے گا اچھا اگر میں نے تجھے یہ دے دیا تو کچھ اور تو نہیں مانگے گا۔ وہ کہے گا: تیرے عزت و جلال کی قسم نہیں (مانگوں گا)۔ پھر وہ رب تعالیٰ سے وہ وعدے اور میثاق کرے گا جو اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے جنت کے دروازے کے سامنے کر دیں گے۔ جب وہ جنت کے دروازے پر کھڑا ہو گا تو

جنت اِس کے سامنے کھل جائے گی اور وہ اِس میں موجود بھلائی اور سرور کو دیکھ سکے گا، چنانچہ اتنی مدت تو خاموش رہے گا جتنی مدت اللہ چاہے۔

پھر کہے گا: اے رب! مجھے جنت میں جانے دیں، اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو نے مجھ سے عہد و پیمان نہیں کیے تھے کہ تو اُس کے علاوہ کچھ نہیں مانگے گا جو تجھے دیا گیا ہے۔ خرابی ہو تیری اے ابن آدم! تو کتنا وعدہ خلاف ہے۔

وہ کہے گا: یارب! میں تیری بدبخت مخلوق نہیں بننا چاہتا چنانچہ وہ اُس وقت تک دعا کرتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (اُس کی بات) پر ہنس پڑے گا اور مسکرا کر اسے فرمائے گا: جنت میں چلا جا۔ جب وہ اِس میں جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کوئی تمنا کر، لہٰذا وہ اللہ سے دعا کرے گا اور تمنا کا اظہار کرے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُسے فلاں فلاں (چیز) بھی یاد دلائے گا۔ پھر جب اُس کی تمام تمنائیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ عز و جل فرمائے گا: یہ سب بھی لے اور ان جتنی اور (نعمتیں) بھی لے۔

اَلْحَدِيثُ الرَّابِعُ وَالْعِشْرُونَ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي الْفَتْحِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْمُقْرِئِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ يَنَالَ عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ عَنْ أَبِي عِيسَى التِّرْمِذِيِّ[۱] عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بَشَّارٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عِيسَى عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي ذُبَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَمَّا خَلَقَ اللهُ آدَمَ وَنَفَخَ فِيهِ الرُّوحَ

۱ اس سند اور متن سے یہ حدیث سنن ترمذی (۳۲۹۰) میں درج ہے، جبکہ اسی سند سے اور ملتے جلتے متن سے السنن الکبری - البیہقی، السنن الکبری - النسائی (۱۰۰۴۷) مستدرک حاکم (۲۰۱) صحیح ابن حبان (۶۲۷۳) حلیہ اولیاء اور فتوحات مکیہ میں مذکور ہے۔ امام الذہبی نے تعلیق علی مستدرک حاکم میں "علی شرط مسلم" اور شیخ البانی نے صحیح و ضعیف سنن ترمذی میں حسن قرار دیا ہے۔

عَطَسَ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ بِإِذْنِهِ فَقَالَ لَهُ رَبُّهُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ يَا آدَمُ اذْهَبْ إِلَى أُولَئِكَ الْمَلَائِكَةِ إِلَى مَلَإٍ مِنْهُمْ جُلُوسٍ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ قَالُوا وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى رَبِّهِ فَقَالَ إِنَّ هَذِهِ تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ بَنِيكَ بَيْنَهُمْ فَقَالَ اللّٰهُ لَهُ وَيَدَاهُ مَقْبُوضَتَانِ اخْتَرْ أَيَّهُمَا شِئْتَ قَالَ اخْتَرْتُ يَمِينَ رَبِّي وَكِلْتَا يَدَيْ رَبِّي يَمِينٌ مُبَارَكَةٌ ثُمَّ بَسَطَهَا فَإِذَا فِيهَا آدَمُ وَذُرِّيَّتُهُ قَالَ أَيْ رَبِّ مَا هَؤُلَاءِ قَالَ هَؤُلَاءِ ذُرِّيَّتُكَ فَإِذَا كُلُّ إِنْسَانٍ مَكْتُوبٌ عُمُرُهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ فَإِذَا فِيهِمْ رَجُلٌ أَضْوَؤُهُمْ أَوْ مِنْ أَضْوَئِهِمْ قَالَ يَا رَبِّ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا ابْنُكَ دَاوُدُ وَقَدْ كَتَبْتُ لَهُ عُمْرَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ يَا رَبِّ زِدْ فِي عُمُرِهِ قَالَ ذَلِكَ الَّذِي كَتَبْتُ لَهُ قَالَ أَيْ رَبِّ فَإِنِّي قَدْ جَعَلْتُ لَهُ مِنْ عُمُرِي سِتِّينَ سَنَةً قَالَ أَنْتَ وَذَاكَ قَالَ ثُمَّ أُسْكِنَ الْجَنَّةَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ أُهْبِطَ مِنْهَا فَكَانَ آدَمُ يَعُدُّ لِنَفْسِهِ قَالَ فَأَتَاهُ مَلَكُ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُ آدَمُ قَدْ عَجِلْتَ قَدْ كُتِبَ لِي أَلْفُ سَنَةٍ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ جَعَلْتَ لِابْنِكَ دَاوُدَ سِتِّينَ سَنَةً فَجَحَدَ فَجَحَدَتْ ذُرِّيَّتُهُ وَنَسِيَ فَنَسِيَتْ ذُرِّيَّتُهُ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَمِنْ يَوْمِئِذٍ أُمِرَ بِالْكِتَابِ وَالشُّهُودِ.

هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

حدیث-۲۴

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تخلیق کیا، اور ان میں روح پھونکی تو آدم علیہ السلام چھینکے اور کہا: الحمد للہ،[۱] یوں اللہ کی اجازت سے اُس کی تعریف کی۔ پھر آپ کے رب نے آپ سے کہا: اللہ

---

۱ شیخ اکبر اپنی کتاب «عقلة المستوفز» کے باب «نشأة الإنسان الأوّل» میں فرماتے ہیں: جب آدم علیہ السلام میں روح پھونکی گئی تو ہوا ان کے نتھنوں سے باہر نکلی اور آدم علیہ السلام چھینکے تو آپ کی صورت تبدیل ہوگئی مگر پھر اپنی اصل حالت پر آگئی۔ ایک فرشتے نے ان سے کہا: اللہ نے آپ کی بہترین صورت واپس لوٹا دی ہے، اس پر اس ذات کا شکر ادا کریں۔ یوں حضرت آدم نے "الحمد للہ" کہا، ←

تجھ پر رحم کرے،[1] اے آدم! اِن فرشتوں کے پاس جا، خاص طور پر اس بیٹھی جماعت کے پاس، آدم علیہ السلام نے کہا: السلام علیکم، وہ بولے: وعلیک السلام و رحمۃ اللہ، پھر (آدم علیہ السلام) اپنے رب کی طرف لوٹے تو اللہ نے کہا: یہ تیرا اور تیرے بیٹوں کا آپس میں سلام ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی دونوں بند مٹھیاں سامنے کر کے پوچھا: اِن میں سے کوئی ایک چُن لے، آدم علیہ السلام بولے: میں اپنے رب کا دایاں ہاتھ چنتا ہوں، اور میرے رب کے دونوں ہاتھ مبارک اور دائیں ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس (ہاتھ) کو کھولا تو اس میں آدم اور اِن کی اولاد تھی۔ آدم علیہ السلام نے پوچھا: اے رب! یہ کون ہیں، فرمایا: یہ تیری اولاد ہے۔

ہر انسان کی عمر اس کی آنکھوں کے درمیان لکھی ہوئی تھی، ان میں ایک شخص سب سے روشن تھا، یا اُن میں سب سے زیادہ روشن تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا: یارب! یہ کون ہے؟ فرمایا: یہ تیرا بیٹا داؤد ہے، اور میں نے اِس کی عمر ۴۰ سال لکھی ہے۔ حضرت آدم بولے: یارب! اِس کی عمر بڑھا دیں۔ فرمایا: میں نے اِس کے لیے اتنی ہی لکھی ہے۔ آپؑ بولے میں نے انہیں اپنی عمر میں سے ساٹھ سال دیئے۔ فرمایا: تو نے دیئے تو ہو گئے۔ پھر آپؑ اتنا عرصہ جنت میں رہے جتنا رب نے چاہا، پھر جنت سے نیچے اترے۔ حضرت آدم علیہ السلام اپنے سال گِنا کرتے تھے کہ ایک دن ملک الموت آ گئے تو آدم علیہ السلام بولے: آپ جلدی آ گئے، میری عمر تو ہزار سال لکھی گئی تھی، وہ بولے: بالکل، لیکن آپ نے ساٹھ سال اپنے بیٹے داود کو دے دیئے تھے۔ آدم علیہ السلام نے انکار کیا تو آپ کی اولاد نے بھی انکار کیا اور آدم علیہ السلام بھول گئے تو آپ کی اولاد بھی بھول گئی۔

خالق نے اس صورت سے کہا: تیرا رب تجھ پر رحم کرے، اے آدم! میں نے تجھے اسی لیے پیدا کیا ہے تا کہ تو میری تعریف کرے اور میں تجھ پر رحم کروں۔ چھینکنے پر الحمد للہ کہنے کا یہ راز ہے۔

[1] فتوحات مکیہ کے باب ۱۹۸ میں شیخ اکبر یہ حدیث بیان کرنے کے ساتھ یہاں سے آگے کچھ الفاظ کا اضافہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ حدیث ترمذی میں نہیں وہ الفاظ ہیں «یا آدم! ھذا خلقتُك» اے آدم! میں نے تجھے اسی لیے پیدا کیا ہے۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں اُس دن سے لکھت پڑھت اور گواہ لازمی قرار پائے۔ یہ حدیث حَسن غریب ہے۔

اَلْحَدِیثُ الْخَامِسُ وَالْعِشْرُونَ

حَدَّثَنَا الْمَسْعُودُ عَبْدُ اللهِ بَدْرٌ الْحَبَشِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قَاسِمٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي الْقَاسِمِ الْهَرَوِيُّ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ الْقَاسِمِ الأَزْدِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْمَحْبُوبِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى[۱] بْنِ سَوْرَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا الْعَوَّامُ بْنُ حَوْشَبٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللهُ الأَرْضَ جَعَلَتْ تَمِيدُ فَخَلَقَ الْجِبَالَ فَقَالَ بِهَا عَلَيْهَا فَاسْتَقَرَّتْ فَعَجِبَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ شِدَّةِ الْجِبَالِ فَقَالُوا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ الْجِبَالِ قَالَ نَعَمِ الْحَدِيدُ فَقَالُوا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ الْحَدِيدِ قَالَ نَعَمِ النَّارُ فَقَالُوا يَا رَبِّ فَهَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ النَّارِ قَالَ نَعَمِ الْمَاءُ فَقَالُوا يَا رَبِّ فَهَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ الْمَاءِ قَالَ نَعَمِ الرِّيحُ فَقَالُوا يَا رَبِّ فَهَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ الرِّيحِ قَالَ نَعَمِ ابْنُ آدَمَ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ بِيَمِينِهِ يُخْفِيهَا مِنْ شِمَالِهِ.

هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ.

۱اس سند اور متن سے حدیث سنن ترمذی (۳۲۹۱) میں درج ہے جبکہ اسی سند سے یہ یا اس سے ملتا جلتا متن مسند احمد (۳۲۹۱) تفسیر ابن ابی حاتم (۱۲۹۳۶) شعب الایمان - البیہقی (۳۲۸۷) مسند ابی یعلی الموصلی (۴۱۹۷) مسند عبد بن حمید (۱۲۱۹) اور فتوحات مکیہ میں درج ہے۔ شیخ البانی نے "صحیح اور ضعیف سنن ترمذی" میں اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

حدیث-۲۵

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو تخلیق کیا تو یہ لرزتی تھی، لہذا پہاڑ تخلیق کیے اور ان سے کہا: اس (زمین) پر آ جاؤ، پھر یہ ٹھہر گئی۔ فرشتوں کو پہاڑوں کی سختی پر تعجب ہوا تو بولے: یارب! کیا آپ کی تخلیق میں کوئی چیز پہاڑوں سے بھی سخت ہے اللہ نے فرمایا: ہاں! لوہا۔ پھر بولے: کیا آپ کی مخلوقات میں کوئی چیز لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے، فرمایا: ہاں، آگ۔ پھر بولے: کیا آپ کی مخلوقات میں کوئی چیز آگ سے بھی زیادہ سخت ہے، فرمایا: ہاں، پانی۔ پھر بولے کیا آپ کی مخلوقات میں کوئی چیز پانی سے بھی زیادہ سخت ہے، فرمایا: ہاں ہوا۔ پھر بولے کیا آپ کی مخلوقات میں کوئی چیز ہوا سے بھی زیادہ طاقت ور ہے، فرمایا: ہاں! ابن آدم، جو اپنے دائیں ہاتھ سے صدقہ کرتا ہے اور یہ عمل اپنے بائیں ہاتھ سے بھی چھپاتا ہے۔[۱]

یہ حدیث غریب ہے۔[۲]

---

۱ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۹ میں فرماتے ہیں: جب فرشتوں نے پوچھا کہ اے پروردگار! آپ نے کوئی چیز آگ سے بھی زیادہ طاقتور بنائی ہے تو آپ کا فرمانا تھا: پانی۔ پس پانی کو آگ سے طاقتور بنایا اور ہوا کو پانی سے بھی طاقتور بنایا مگر ابن آدم کو سب سے طاقتور بنایا۔ یوں رب تعالیٰ نے نشأت انسانی کو ہوا سے زیادہ طاقتور بنایا اور پانی-جو کہ انسان میں عنصر اعظم ہے-کو آگ-جو کہ جنّوں میں عنصر اعظم ہے-سے طاقتور بنایا۔ اسی لیے تو شیطان کے بارے میں رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا﴾ (النساء:۷۶) بے شک شیطان کا وار کمزور ہے۔ یوں اللہ نے شیطان کی طرف کوئی قوت منسوب نہیں کی۔ (جلد-۱، ص ۱۳۳)

۲ غریب وہ حدیث ہوتی ہے جسے ایک یا ایک سے زائد طبقات میں صرف ایک راوی نے روایت کیا ہو۔

اَلْحَدِيثُ السَّادِسُ وَالْعِشْرُونَ

حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْفِرْيَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الْحَقِّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الأَزْدِيُّ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مُحَمَّدٍ الرُّعَيْنِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ الْفَارِسِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ فَتْحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ[1] حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَعْنِي فِي يَوْمِ الْحَشْرِ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ وَفِيهِ وَتَبْقَى هَذِهِ الأُمَّةُ فِيهَا مُنَافِقُوهَا فَيَأْتِيهِمُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي صُورَةٍ غَيْرِ صُورَتِهِ الَّتِي يَعْرِفُونَ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ نَعُوذُ بِاللهِ مِنْكَ هَذَا مَكَانُنَا حَتَّى يَأْتِيَنَا رَبُّنَا عَزَّ وَجَلَّ فَإِذَا جَاءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ فَيَأْتِيهِمُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي صُورَتِهِ الَّتِي يَعْرِفُونَ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ أَنْتَ رَبُّنَا فَيَتَّبِعُوهُ وَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ الْحَدِيثَ وَفِيهِ فَيَقُولُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْهُ.

وَنَصَّ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ.

حدیث-٢٦

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور ﷺ نے یوم حشر کا واقعہ بتایا:

اور اُس میں یہ بھی تھا کہ (جب صرف) یہ امت (باقی) رہ جائے گی اور اس میں اِس امت کے منافق بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے سامنے ایسی صورت پر آئے گا جس کو وہ نہ

[1] اس سند اور متن سے صحیح مسلم (٢٦٧) میں درج ہے، دیگر اسناد سے یہی متن صحیح بخاری (٦٠٨٨) مسند احمد (٧٥٨٦) مصنف عبد الرزاق (٢٠٨٥٦) مستخرج ابی عوانہ (٣١٤) صحیح ابن حبان (٧٥٥٢) دیگر بہت سی کتب حدیث میں مذکور ہے۔ یہ متفق علیہ حدیث ہے، جو محدثین کے نزدیک کسی حدیث کی قبولیت کا سب سے اونچا درجہ ہے۔

جانتے ہوں گے اور کہے گا، میں تمہارا رب ہوں۔ وہ کہیں گے: تجھ سے اللہ کی پناہ، ہم یہیں پر کھڑے ہیں یہاں تک کہ ہمارا رب آئے، اور جب ہمارا رب آئے گا تو ہم اُسے پہچان لیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ ان کے سامنے اُس صورت پر آئے گا جسے وہ جانتے ہوں گے، اور کہے گا: میں تمہارا رب ہوں، وہ کہیں گے: تو ہی ہمارا رب ہے[1] پس وہ اس کی پیروی کریں گے اور پل (صراط) رکھ دیا جائے گا۔ اور اسی حدیث میں ہے، وہ کہے گا: جو کوئی، جس کسی کی عبادت کرتا تھا، اُسی کی پیروی کرے۔

---

[1] شیخ اکبر فتوحات مکیہ باب ۱۷۷ میں فرماتے ہیں: اسی باب سے پتہ چلتا ہے کہ تجلیٔ الٰہی اعتقادات کی صورت پر ہوتی ہے اور اسی حدیث میں اس ذات کا مختلف صورتوں میں تبدیل ہونے کا بھی ذکر ہے جبکہ وہ ذات تو ایک ہی ہے مگر ایک صورت میں اس کا انکار کیا جاتا ہے اور دوسری صورت میں اقرار۔ (جلد-۲، ص ۳۱۱) باب نمبر ۲۷۹ میں فرماتے ہیں: اس وقت نہ تو کوئی رب کو (اس صورت میں) قبول کر رہا ہو گا اور نہ ہی اس کا قرب چاہ رہا ہو گا بلکہ جب وہ ذات انہیں کہے گی کہ میں تمہارا رب ہوں تو وہ سب کہیں گے: تجھ سے اللہ کی پناہ۔ مگر عارف اس مقام پر بھی اُسے جانتا ہو گا مگر اسے یہ بھی بتایا گیا ہو گا کہ وہ ذات نہیں چاہتی کہ اُسے اس حاضرت میں ایک خاص صورت پر مقید معرفت کے ساتھ عبادت کرنے والا پہچانے۔ چنانچہ عارف کے ادب کا تقاضا یہی ہے کہ وہ اس انکار میں لوگوں کا ساتھ دے، مگر یہ عارف اللہ کی پناہ جیسے الفاظ اپنے منہ سے نہیں نکالتا- جیسے دوسرے لوگوں نے نکالے-کیونکہ وہ اس ذات کو جانتا ہے۔ پس جب حق تعالیٰ اس حاضرت میں اور اس منظر میں ان سے کہے گا: کیا تمہارے اور اُس ذات کے درمیان کوئی نشانی ہے جس سے تم اس کو پہچانوں گے تو وہ کہیں گے: ہاں! پھر حق تعالیٰ ان کے سامنے مختلف نشانیوں کے ہوتے ہوئے اس نشانی کی صورت میں تبدیل ہوں گے، جب وہ لوگ اس نشانی کو دیکھیں گے-اور یہ وہی صورت ہو گی جس پر وہ حق کی عبادت کرتے ہوں گے-تب وہ اسے پہچانیں گے۔ اور عارف بھی اس پہچاننے میں-ایک تو اللہ کا ادب کرتے ہوئے اور دوسرا حقیقت بھی یہی ہے-اِن کا ساتھ دے گا اور ویسے ہی اقرار کرے گا جیسے کہ دیگر لوگوں نے اقرار کیا۔ (جلد-۲، ص ۶۰۹)

اَلْحَدِيثُ السَّابِعُ وَالْعِشْرُونَ

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنُ الْعَرَبِيِّ الْمَعَافِرِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو الْوَقْتِ السِّجْزِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَسْنُويَهْ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ جَرِيرٍ[1] عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ حَيْثُ يَذْكُرُنِي إِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلإٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ وَإِنْ تَقَرَّبَ مِنِّي شِبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا وَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً.

حدیث-۲۷

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں، مجھ سے اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں[2] اور جہاں وہ میرا ذکر کرے میں اُس کے ساتھ ہوں۔ اگر وہ اپنے نفس میں میرا ذکر کرے تو میں اپنے نفس میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ اگر وہ کسی محفل میں میرا ذکر کرے تو میں اُس سے بہتر محفل[3] میں

---

[1] یہاں سے لے کر آخر سند و متن تک یہ حدیث صحیح بخاری (۶۸۵۶) صحیح مسلم (۴۸۳۲) سنن ترمذی (۳۵۲۷) سنن ابن ماجہ (۳۸۱۲) مسند احمد (۷۱۱۵) صحیح ابن حبان (۸۱۲) شرح السنہ - البغوی، رسالہ القشیریہ، حلیہ اولیاء میں مذکور ہے۔

[2] یعنی جیسا بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے میں ویسا ہی اس کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں، اس نکتے کی مزید وضاحت حدیث-۱۳ کے حاشیے میں گزر چکی ہے۔

[3] شیخ اکبر فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں: اس سے بہتر محفل سے مراد خاص مقربین اور کروبین فرشتے ہیں جنہیں اس ذات پاک نے خاص اپنی حضوری کے لیے چُنا ہے۔ (جلد-۱، ص۲۵۷)

اُس کا ذکر کرتا ہوں، اور اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ آئے تو میں اُس کی طرف ایک بازو بڑھتا ہوں، اگر وہ میری طرف ایک بازو بڑھے تو میں اُس کی طرف ایک گز بڑھتا ہوں۔[۱] اگر وہ میری طرف چلتا آئے تو میں اس کی طرف دوڑتا آتا ہوں۔

اَلْحَدِيثُ الثَّامِنُ وَالْعِشْرُونَ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قَاسِمٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ بْنُ سَهْلٍ الْهَرَوِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ التِّرْيَاقِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى التِّرْمِذِيُّ[۲] حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِسْحَاقَ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ فَائِدٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ بَكْرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا كَانَ فِيكَ وَلاَ أُبَالِي يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوبُكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ وَلاَ أُبَالِي يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيتَنِي لاَ تُشْرِكُ بِي شَيْئًا لأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً.

هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

---

۱ شیخ اکبر فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں کہ اس قرب سے مراد وہ قرب ہے جو اعمال اور احوال سے حاصل کیا جاتا ہے کیونکہ ایک دوسرے قرب کی رُو سے وہ فرماتا ہے: ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾ (ق:۱۶) ہم اس کے شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ (جلد-۱، ص ۱۹۲)

۲ اس سند اور متن سے یہ حدیث سنن ترمذی (۳۴۶۳) میں موجود ہے دیگر اسناد سے یہی حدیث مسند احمد (۲۰۵۲۹) معجم الکبیر - طبرانی (۱۲۱۷۷) الدارمی (۲۷۸۸) ریاض الصالحین - امام نووی، احیاء علوم الدین، حلیہ اولیاء، قوت القلوب اور فتوحات مکیہ میں مذکور ہے۔ شیخ البانی نے اپنی تحقیق کے مطابق امام ترمذی کی اتباع میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (السلسلة الصحيحة)

حدیث-۲۸

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نے حضورؐ کو کہتے سنا:
اللہ عز و جل فرماتا ہے: اے ابن آدم! جب تک تو مجھے پکارے یا مجھ سے امید رکھے تو میں تیرے تمام گناہ بخش دوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔
اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندی تک بھی پہنچ جائیں اور پھر تو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں تجھے بخش دوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔
اے ابن آدم! اگر تو میرے پاس زمین بھر کی خطائیں لے کر آئے اور پھر مجھ سے ایسے ملے کہ میرے ساتھ شرک نہ کرتا ہو تو میں زمین بھر کی مغفرت کے ساتھ تجھے ملوں گا۔
یہ حدیث حسن اور غریب ہے۔

اَلْحَدِيثُ التَّاسِعُ وَالْعِشْرُونَ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ الطَّبَرِيِّ عَنْ عَبْدِ الْغَافِرِ الْفَارِسِيِّ عَنِ الْجُلُودِيِّ عَنِ ابْنِ سُفْيَانَ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ الْحَجَّاجِ[1] عَنْ يَحْيَى بْنِ يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ صَلاَةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ فِي إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللهِ وَرَحْمَتِهِ فَذَلِكَ

[1] اس سند اور متن سے یہ حدیث صحیح مسلم (۴۰۵) میں مذکور ہے جبکہ یہی متن دیگر اسناد سے صحیح بخاری (۸۰۱) مؤطا امام مالک (۴۰۵) سنن ابو داود (۳۴۰۷) مسند احمد (۱۶۴۴۴) المعجم الکبیر-طبرانی (۵۰۶۵) مستخرج ابی عوانہ (۵۳) صحیح ابن حبان (۱۸۸) مسند الشافعی (۳۳۳) ریاض الصالحین، اور فتوحات مکیہ میں مذکور ہے۔

مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ.

حدیث-۲۹

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں ہمیں نماز فجر پڑھائی جبکہ رات کو بارش ہوئی تھی، جب آپؐ نماز پڑھا چکے تو لوگوں کی طرف اپنا چہرہ (مبارک) کیا اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو تمہارے رب نے کیا کہا ہے؟ لوگ بولے: اللہ اور اُس کا رسول بہتر جانتے ہیں، فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: آج صبح میرے بندوں میں سے مجھ پر ایمان رکھنے والے بھی ہیں اور میرا انکار کرنے والے بھی ہیں پس جس نے یہ کہا کہ اللہ کے فضل اور رحمت سے بارش ہوئی، وہ مجھ پر ایمان رکھتا ہے اور ستارے کا انکار کرتا ہے اور جس نے یہ کہا کہ فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی تو وہ میرا انکار کرتا ہے اور ستارے پر ایمان رکھتا ہے۔[1]

[1] شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۵۶۰ میں فرماتے ہیں: پھر جب بارش ہوتی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے کہ فتح (یعنی اللہ کا، دروازہ رحمت کھولنے) کی وجہ سے یہ بارش ہوئی اور پھر یہ آیت تلاوت فرماتے ﴿مَا يَفْتَحِ اللهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (فاطر: ۲) خدا جو اپنی رحمت (کا دروازہ) کھول دے تو کوئی اس کو بند کرنے والا نہیں اور جو بند کردے تو اس کے بعد کوئی اس کو کھولنے والا نہیں، اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ شیخ آگے فرماتے ہیں اگر تو یہ گمان رکھتا ہے کہ یہ اسباب اللہ نے ہی وضع اور نصب کیے ہیں اور ہمارے درمیان یہ عادت جاری کی ہے کہ وہ ان اسباب کے پاس چیزوں کو تخلیق کرتا ہے، ان اسباب سے (تخلیق نہیں کرتا) لیکن یہ سب جاننے کے بعد بھی تو ایسے الفاظ اپنے منہ سے مت نکال جن کے نکالنے سے اللہ تعالیٰ نے تجھے منع کیا ہے، کیونکہ جیسے اس نے تجھے کچھ کاموں سے روکا ہے ویسے ہی تجھے کچھ لفظوں سے بھی روکا ہے، اگرچہ کہ تیری بات ٹھیک ہے۔ پس دیکھ کہ اللہ کا یہ کہنا "یہ مجھ پر ⇆

اَلْحَدِيثُ الثَّلاَثُونَ

حَدَّثَنَا الزَّكِيُّ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْعِرَاقِيُّ عَنْ أَبِي الْفَتْحِ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْمُقْرِئِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ حَسْنُويَهْ عَنْ مُسْلِمٍ[۱] عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَنْصُورٍ وَأَبِي كَامِلٍ الْجَحْدَرِيِّ عَنْ أَبِي عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ الرَّقَاشِيِّ عَنْ أَبِي مُوسَى الأَشْعَرِيِّ الْحَدِيثَ وَفِيهِ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَإِذَا قَالَ يَعْنِي الإِمَامَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اللهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ يَسْمَعُ اللهُ لَكُمْ فَإِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَالَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ
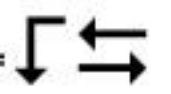
ایمان رکھتا ہے اور ستارے کا انکار کرتا ہے اور یہ ستارے پر ایمان رکھتا ہے اور میرا انکار کرتا ہے" کتنا محکم قول ہے کیونکہ کہنے والے نے جب بھی یہ کہا "یہ اللہ کے فضل سے ہے" تو اس نے ستارے کو چھپا دیا اور ستارے کا نام نہیں لیا اور جس نے اس فعل کو ستارے سے ہونا بتایا تو اس نے اللہ کو چھپا دیا، اگرچہ کہ وہ یہ جانتا ہے کہ اس بارش کو اتارنے والا فاعل حقیقی تو اللہ ہی ہے، مگر جب اس نے اللہ کا نام نہ لیا تو اللہ نے بھی (ایسے شخص کے حق میں) کفر کا لفظ استعمال کیا جس کا مطلب چھپا دینا (یعنی ستر) ہی ہوتا ہے۔ پس "ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی" جیسے لفظ استعمال کرنے سے بھی حتی الامکان بچ کیونکہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ بندہ اللہ کے غضب کا موجب کوئی ایسا لفظ منہ سے نکالتا ہے جس کا اسے پتہ تک نہیں ہوتا لیکن اس کی وجہ سے وہ ستر برس دوزخ میں نیچے گرتا جاتا ہے اور اسی طرح کوئی انسان اللہ کی خوشنودی کا کوئی ایسا لفظ منہ سے نکالتا ہے جس کی قدر و قیمت کا اسے اندازہ نہیں ہوتا تو اسی وجہ سے وہ علیین میں اٹھایا جاتا ہے۔ لہذا وہی الفاظ منہ سے نکال جن میں اللہ کی رضا ہو، نہ کہ وہ جن سے تجھ پر اللہ کا غضب ہو اور یہ تو اس وقت جان سکتا ہے جب تو یہ جانے کہ تیرے بولنے میں تیری کیا حد ہے۔ اسی بات سے لوگ زیادہ غافل ہیں۔ (جلد-۴، ص ۴۵۰)

۱اس سند اور متن سے یہ حدیث صحیح مسلم (۶۱۲) میں مذکور ہے۔ یہی متن دیگر کتب حدیث میں سے سنن أبي داود (۸۲۷) سنن النسائی (۱۱۵۹) مسند احمد (۱۸۶۹۰) سنن الکبری - البیہقی، مستخرج ابی عوانہ (۱۳۲۹) مسند ابی یعلی الموصلی (۷۰۷۶) اور مسند الطیالسی (۵۱۳) میں درج ہے۔

ﷺ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ الْحَدِيثَ. فِي قَلْبِي مِنْ سَنَدِ هَذَا الْحَدِيثِ شَيْءٌ وَالَّذِي يَصِحُّ عِنْدِي فِيهِ مَا حَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَبِي طَاهِرٍ السِّلَفِيِّ عَنِ الطَّبَرِيِّ عَنِ الْفَارِسِيِّ عَنِ الْجُلُودِيِّ عَنِ ابْنِ سُفْيَانَ عَنْ مُسْلِمٍ بِالإِسْنَادِ مِثْلَهُ. هَذَا هُوَ الَّذِي أُعَوِّلُ عَلَيْهِ.

حدیث-۳۰

حضرت ابو موسی الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

جب امام (نماز میں) یہ کہے: «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ» تو کہو: «اللهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ». اللہ تمہیں سنتا ہے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی زبان سے یہ کہا ہے «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ»[1] الحدیث۔

شیخ اکبر فرماتے ہیں: میرے دل میں اِس حدیث کی سند کے بارے میں کچھ (شک) ہے اور میرے نزدیک (درست) سند یہ ہے جس میں محمد بن علی نے ابوطاہر سے، انہوں نے طبری سے، انہوں نے فارسی سے انہوں نے جلودی سے انہوں نے ابن سفیان اور انہوں نے

---

[1] شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۶۹ میں فرماتے ہیں: عارف جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتا ہے تو- تمام تسبیحات کی جامع تسبیح- «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ!» اپنے رب سبحانہ وتعالی کی نیابت اور اُس (ذات) کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتا ہے کیونکہ یہ اس کے رب تبارک و تعالی کا کلام پاک ہی ہے۔ پھر وہ خاموش ہوتا ہے اور پھر اپنی زبان سے اپنی ترجمانی کرتے ہوئے کہتا ہے: «اللهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ» کیونکہ حدیث شریف میں یہی آیا ہے۔... اسی لیے اکیلے نماز پڑھنے والے کے لیے یہ مستحب ہے کہ وہ اپنے قول: «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ!» اور اپنے قول: «اللهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ! مِلْءَ السَّمَاوَاتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ، وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ! أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ! أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ - وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ - لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ» کے درمیان وقفہ کرے۔ (جلد-۱، ص ۴۶۲)

مسلم سے اس جیسی اسناد سے روایت کی ہے، میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔

اَلْحَدِيثُ الْحَادِی وَالثَّلاَثُونَ

حَدَّثَنَا غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ شُرَيْحِ بْنِ مُحَمَّدٍ الرُّعَيْنِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَحْمَدَ الْفَارِسِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يُوسُفَ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ فَتْحٍ عَنْ عَبْدِ الْوَهَّابِ بْنِ عِيسَى عَنْ أَحْمَدَ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ مُسْلِمٍ[۱] عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الْعَلاَءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ قَسَمْتُ الصَّلاَةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِی نِصْفَيْنِ وَلِعَبْدِی مَا سَأَلَ فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ حَمِدَنِی عَبْدِی وَإِذَا قَالَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَثْنَى عَلَيَّ عَبْدِی وَإِذَا قَالَ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ قَالَ مَجَّدَنِی عَبْدِی وَقَالَ مَرَّةً فَوَّضَ إِلَيَّ عَبْدِی فَإِذَا قَالَ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ قَالَ هَذَا بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِی وَلِعَبْدِی مَا سَأَلَ فَإِذَا قَالَ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّينَ قَالَ هَذَا لِعَبْدِی وَلِعَبْدِی مَا سَأَلَ.

حدیث-۳۱

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کر

۱اس سند اور متن سے یہ حدیث صحیح مسلم (۵۹۸) میں مذکور ہے جبکہ یہی متن مؤطا امام مالک (۱۷۴) سنن أبي داود (۶۹۹) سنن ترمذی (۲۸۷۷) سنن نسائی (۹۰۰) سنن ابن ماجہ (۳۷۷۴) مسند احمد (۶۹۹۰) صحیح ابن حبان (۷۷۷) مسند الحمیدی (۱۰۲۰) سنن الدارقطنی (۱۲۰۱) اور دیگر بہت سی کتب میں مذکور ہے۔

دیا ہے،[1] اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جو کچھ وہ مانگے، پس جب بندہ یہ کہتا ہے: «الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ» سب تعریف رب العالمین کے لیے ہے[2] تو اللہ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری تعریف کی۔[3]

جب بندہ کہتا ہے: «الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ» تو اللہ عز و جل فرماتا ہے: میرے بندے نے میری ثنا کی، جب بندہ کہتا ہے: «مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ» فیصلے کے دن کا مالک، تو اللہ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری تمجید بیان کی اور ایک روایت میں ہے: میرے بندے نے (اپنا آپ) مجھے

---

[1] شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۲۷ میں فرماتے ہیں: حق تعالیٰ کا کمال اس آدھی نماز کی تحصیل میں ظاہر ہوا اور اگر اسے نماز کے دوسرے آدھے حصے کے حصول سے بھی متصف کیا جائے گا تو یہ اس ذات کے کمال میں نقص ہو گا اسی طرح بندے کا کمال بھی نماز کے آدھے حصے میں ہی ہے اور اگر اسے اس نماز کا دوسرا آدھا حصہ بھی دے دیا جائے تو یہ اس کی عبودیت کے کمال میں نقص ہو گا اور ایسا بندہ اوصافِ رب تعالیٰ سے متصف ہو جائے گا، جبکہ اس بندے کے لیے ان سے متصف ہونا بالکل درست نہیں۔ (جلد-۱، ص ۴۲۷)

[2] جب بندہ کہتا ہے "سب تعریف اللہ کے لیے" تو اس موقع پر، اللہ اس بندے کا قول سن رہا ہوتا ہے پس بندے کو چاہیے کہ جب وہ یہ آیت پڑھ چکے تو کان لگائے اور گواہ کی حیثیت سے خاموشی سے سنے تاکہ اسے یہ پتا چل سکے کہ رب تعالیٰ جل جلالہ اس بارے میں اُس سے کیا کہہ رہا ہے، اسے نہایت ادب سے یہ سب سننا چاہیے کیونکہ کسی کی بات کو کاٹنا بے ادبی ہوتی ہے اور حق تعالیٰ تو زیادہ ادب کا مستحق ہے۔

[3] یہاں پر اللہ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری تعریف کی، اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو کانوں سے یہ قول سنتے ہیں، اگر تو یہ قول اپنی سماعت سے نہ سن سکے تو اس پر ایمان رکھتے ہوئے سن کیونکہ اس نے تجھے یہ بتایا ہے۔ اسی طرح وہ ہر آیت کے پاس اس آیت کے مطابق تجھ سے کلام کرتا ہے، ادب کا تقاضا خاموشی سے یہ سب سننا ہی ہے۔

سونپ دیا۔[۱]

جب بندہ کہتا ہے: «إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ» یعنی ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں، تو اللہ فرماتا ہے: یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کے لیے وہ کچھ ہے جو وہ مانگے پس جب وہ کہتا ہے: «اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّينَ» ہمیں سیدھا راستہ دکھا ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا، نہ اُن کا جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ ہی گمراہوں کا، تو اللہ فرماتا ہے: یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کے لیے وہ کچھ ہے جو وہ مانگے۔[۲]

---

۱ یہاں تک نصف نماز صرف خالص اللہ کے لیے ہے۔ (فصوص الحکم، فص محمدیہ)

۲ پس یہ آخری آیات بندے کے لیے مخصوص ہیں جیسے کہ پہلی آیات رب تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی پتا چلا کہ نماز میں سورہ فاتحہ کی تلاوت لازم ہے اور جس نے اس سورت کی تلاوت نہ کی اس نے اللہ اور اس کے بندے کے درمیان تقسیم شدہ نماز بھی نہ پڑھی۔ (فصوص الحکم – حکمة فردية في كلمة محمدية) شیخ فرماتے ہیں یہی حدیث ہماری طرف سے نمازی پر سورۃ فاتحہ کے واجب ہونے کی دلیل ہے۔ (جلد-۱، ص ۵۰۹) فتوحات مکیہ میں اسی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: نماز ایک سفر ہے، جب بندہ کہتا ہے: سب تعریف اسی کے لیے جو تمام جہانوں کا رب ہے تو وہ بندہ اپنے ساتھ ہوتا ہے اور اپنے خالق کو یہ قول سنا رہا ہوتا ہے پھر بندہ منزل قول سے منزل سماعت کی طرف سفر کرتا ہے تاکہ وہ سن سکے کہ اس کے اس قول پر حق تعالیٰ نے کیا جواب دیا۔ یہی تو سفر ہے اور اسی لیے اس نے جوتے پہنے تاکہ وہ ان جوتوں سے ان دونوں منزلوں کے درمیان چل سکے۔ جب وہ منزل سماعت کی طرف چلتا ہے تو وہاں حق کو یہ کہتے سنتا ہے: میرے بندے نے میری تعریف کی۔ پھر دوبارہ منزل سماعت سے منزل قول کی طرف جاتا ہے اور یوں وہ قول سے ہمیشہ ہی اپنی مناجات میں متردد رہتا ہے۔ (جلد-۱، ص ۱۹۲)

اَلْحَدِيثُ الثَّانِي وَالثَّلاَثُونَ

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنُ الْعَرَبِيِّ الْمَعَافِرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَلِيٍّ عُرِفَ بِابْنِ سُكَيْنَةَ وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ الْوَهَّابِ إِجَازَةً عَنْ عَبْدِ الْمُنْعِمِ بْنِ عَبْدِ الْكَرِيمِ الْقُشَيْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ[1] سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيَّ يَقُولُ وَسَأَلْتُهُ عَنِ الإِخْلاَصِ فَقَالَ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ سَعِيدٍ وَأَحْمَدَ بْنَ مُحَمَّدٍ وَسَأَلْتُهُمَا عَنِ الإِخْلاَصِ قَالاَ سَمِعْنَا عَلِيَّ بْنَ إِبْرَاهِيمَ الشَّقِيقِيَّ وَسَأَلْنَاهُ عَنِ الإِخْلاَصِ فَقَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ الْخَصَّافَ وَسَأَلْتُهُ عَنِ الإِخْلاَصِ فَقَالَ سَأَلْتُ أَحْمَدَ بْنَ يَسَارٍ عَنِ الإِخْلاَصِ مَا هُوَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا يَعْقُوبَ الشَّرَائِطِيَّ عَنِ الإِخْلاَصِ مَا هُوَ قَالَ سَأَلْتُ أَحْمَدَ بْنَ غَسَّانَ عَنِ الإِخْلاَصِ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ الْوَاحِدِ بْنَ زَيْدٍ عَنِ الإِخْلاَصِ مَا هُوَ قَالَ سَأَلْتُ الْحَسَنَ عَنِ الإِخْلاَصِ مَا هُوَ قَالَ سَأَلْتُ حُذَيْفَةَ عَنِ الإِخْلاَصِ مَا هُوَ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الإِخْلاَصِ مَا هُوَ قَالَ سَأَلْتُ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ سَأَلْتُ رَبَّ الْعِزَّةِ عَنِ الإِخْلاَصِ مَا هُوَ قَالَ سِرٌّ مِنْ سِرِّى اسْتَوْدَعْتُهُ قَلْبَ مَنْ أَحْبَبْتُ مِنْ عِبَادِي.

حدیث-۳۲

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، میں نے حضور ﷺ سے اخلاص کے بارے میں پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

[1] یہاں سے لے کر سند اور متن کے اختتام تک یہ حدیث رسالہ قشیریہ میں امام قشیری کی روایت سے مذکور ہے۔ (دیکھئے باب اخلاص، رسالہ القشیریہ) دیگر مصادر میں امام غزالی کی احیاء علوم الدین شامل ہے۔ شیخ البانی نے اپنی تحقیق کے مطابق سند حدیث کو احمد بن عطاء اور عبد الواحد بن زید کی وجہ سے ضعیف (یعنی ناقابل قبول) قرار دیا ہے کیونکہ آپ کے علم کے مطابق یہ دونوں راوی متروک ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

میں نے حضرت جبریل علیہ السلام سے (اخلاص کے بارے میں) پوچھا اور آپ علیہ السلام نے رب العزت سے اخلاص کے بارے میں پوچھا کہ اخلاص کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اخلاص) میرے راز کا راز ہے، اسے میں اُس (شخص) کے دل میں ڈالتا ہوں جس سے میں اپنے بندوں میں سے محبت کرتا ہوں۔[۱]

---

۱ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۱۳۴ میں مقامِ اخلاص کی معرفت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: جان لے کہ اس کائنات کی ہر چیز میں اتنا ہی دعویٰ ربوبیت ہے جتنا اس چیز سے دوسری چیزوں کو نفع اور نقصان پہنچ سکتا ہے، لہذا اس کائنات کی ہر چیز نفع بخش اور نقصان دہ ہے اور اسی حد تک اس میں ربوبیتِ عامہ ہے، اسی وجہ سے یہ چیز دیگر مخلوق کا اپنے سامنے عاجز ہونے کا تقاضا کرتی ہے۔ اس انسان کی مثال ہی لیجئے جسے خلافت عطا کرنے کی وجہ سے تمام مخلوقات سے اشرف کہا گیا؛ کیسے یہ وہ کڑوی دوا– جس سے یہ کراہت محسوس کرتا ہے– پینے پر مجبور ہو جاتا ہے کیونکہ یہ جانتا ہے کہ اس دوا میں ایسی تاثیر ہے جس میں اس کے لیے فائدہ ہے، لہذا اس (دوا) نے اس (انسان) کو نہ جانتے ہوئے بھی مجبوراً اپنا مطیع بنایا؛ اگر یہ دوا اس مریض کے مزاج کے مطابق خوش ذائقہ ہو اور وہ اس کے استعمال کا فائدہ بھی جانتا ہو تو اس (دوا) نے اس (انسان) کو جانتے بوجھتے ہوئے ارادتاً اور خوشی سے اپنا مطیع بنایا۔ اسی لیے تو اللہ فرماتا ہے: ﴿وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا﴾ (الرعد: ۱۵) زمین اور آسمانوں میں موجود سب (مخلوق) مجبوراً یا خوشی سے اللہ کے آگے سجدہ ریز ہوتی ہے" آگے شیخ فرماتے ہیں جو مثال میں نے دی ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے تمام چیزوں پر اس کا اطلاق کر۔ جب اللہ نے یہ دیکھا کہ اس نے بعض مخلوقات میں حاجت رکھی ہے اور بعض میں حاجت روائی، اسی طرح بعض اشیاء بعض کی محتاج ہیں، فرمایا: ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾ (الکہف: ۱۱۰) "پس جو کوئی اپنے رب سے ملنے کی امید رکھتا ہے اسے چاہیے کہ عمل نیک کرے" یعنی اس میں فساد کی آمیزش نہ کرے "اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہیں کرنا چاہیے" یعنی کہ صرف اللہ کے سامنے ہی عاجزی کا اظہار کرنا چاہیے، کسی اور کے سامنے نہیں۔ اس کا حکم بھی یہی ہے کہ اخلاصِ عمل کے ساتھ اس کی

←

اَلْحَدِيثُ الثَّالِثُ وَالثَّلاَثُونَ

حَدَّثَنَا الْمَسْعُودُ عَبْدُ اللهِ بَدْرٌ الْحَبَشِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْكَرِيمِ الْفَارِسِيِّ عَنِ الْمَيَّانِشِيِّ عَنْ أَبِي الْفَتْحِ بْنِ أَبِي الْقَاسِمِ بْنِ سَهْلٍ الْهَرَوِيِّ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدِ الصَّمَدِ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ عَنْ أَبِي عِيسَى التِّرْمِذِيِّ[۱] عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مَنِيعٍ عَنْ كَثِيرِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي مَرْزُوقٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ أَبِي مُسْلِمٍ الْخَوْلاَنِيِّ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ الْمُتَحَابُّونَ فِي جَلاَلِي لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُورٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّونَ وَالشُّهَدَاءُ.

عبادت کی جائے، فرمایا: ﴿أَلَا للهِ الدِّينُ الْخَالِصُ﴾ (الزمر: ۳) دیکھو خالص دین خدا کے لیے ہی ہے یہ وہ دین ہے جو مخلوقات کی رَبوبیت سے پاک ہے۔ جب وہ، اللہ کے سوا اور کچھ نہیں دیکھتا اور یہ جانتا ہے کہ تمام نفع بخش اور نقصان دہ اسباب کا وضع کرنے والی وہی ایک ذات ہے تب وہ (شخص) ضرر رساں چیز کو دور کرنے اور فائدہ پہنچانے والی چیز کے حصول کے لیے رب تعالیٰ کے حضور بغیر کسی سبب کو متعین کیے حاضری دیتا ہے اور یہی اخلاص کا (اصل) مطلب ہے۔ اخلاص کا وجود صرف مخلص (خالص کیے گئے) سے ہی درست ہوتا ہے لہذا اللہ نے ان کا خیال رکھتے ہوئے انہیں اسباب کی ربوبیت - جس کا ہم نے ذکر کیا ہے - سے باہر نکالا، جب یہ باہر نکل آئے تب یہ مخلصین (یعنی اخلاص والے) بنے۔ (جلد-۲، ص ۲۲۱)

۱اس سند اور متن سے یہ حدیث سنن ترمذی (۲۳۱۲) میں درج ہے جبکہ معاذ بن جبل کی روایت سے یہی متن مسند احمد (۲۱۰۶۶) مستدرک حاکم (۸۴۰۶) المعجم الکبیر - طبرانی (۱۶۵۹۵) صحیح ابن حبان (۵۷۸) میں مذکور ہے۔ امام ترمذی نے سنن ترمذی میں اور شیخ البانی نے "صحیح وضعیف سنن ترمذی" میں اسے "صحیح" قرار دیا ہے۔

حدیث-۳۳

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے، کہتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو کہتے سنا:
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے جلال کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والوں کے لیے نور کے منبر ہوں گے اور انبیاء اور شہداء بھی ان پر رشک کریں گے۔[۱]

---

۱ حکیم ترمذی نے اپنی کتاب ”ختم الاولیاء“ کے سوال نمبر ۱۴۶ میں انہی لوگوں کے بارے میں سوال کیا تھا کہ اس قول کا کیا مطلب ہے ”اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے بھی ہیں جو انبیاء نہیں لیکن ان کے بلند مقام اور ان کی اللہ سے قربت کی وجہ سے انبیاء بھی ان پر رشک کرتے ہیں؟“
شیخ اکبر فتوحات مکیہ میں اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ان کے انبیاء نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تشریعی نبی نہیں بلکہ وہ علم اور سلوک کے نبی ہیں جس میں وہ تشریعی انبیاء کی پیروی کرتے ہیں۔... مگر (خاص بات یہ ہے کہ) دو وجوہات کی بنا پر اِن کے پیروکار نہیں ہوتے:
۱-ایک یہ کہ وہ اپنے نفوس میں اللہ کی طرف سے بصیرت پر ہونے کی وجہ سے اپنی دعا سے بے پرواہ ہوتے ہیں اسی وجہ سے پیروی کرنے والے انہیں نہیں جانتے۔ یہ دنیا اور آخرت میں رسولوں، انبیاء اور فرشتوں کے ہاں بلند درجہ رکھتے ہیں۔ اور یا پھر وہ لوگوں میں غیر معروف ہوتے ہیں۔ پس نہ تو دنیا میں جانے جاتے ہیں اور نہ ہی آخرت میں ان سے شفاعت طلب کی جاتی ہے۔ یہ لوگ اس ہولناک دن مکمل راحت اور آرام میں ہوں گے۔
۲-جب وہ پہچانے نہیں گئے تو ان کے پیروکار بھی نہ ہوئے۔ لہٰذا جب قیامت برپا ہو گی تو انبیاء اپنی امتوں کے لیے -نہ کہ اپنے لیے- اُس بڑے خوف سے غمناک ہوں گے۔ اور جو انبیاء نہیں ہوں گے انہیں اپنے نفسوں پر اس بڑے خوف کا غم لاحق ہو گا۔ صرف یہی وہ لوگ ہوں گے جو راحت اور بے خوفی میں ہوں گے نہ خود پر انہیں وہ بڑا خوف غمناک کرے گا اور نہ ہی انہیں اپنے پیروکاروں کا خوف ہو گا کیونکہ ان کے کوئی پیروکار ہی نہیں ہوں گے۔ انہیں لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ هَٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ﴾ (الانبیاء: ۱۰۳) (روزِ قیامت کی) سب سے بڑی ہولناکی (بھی) انہیں رنجیدہ نہیں کرے گی اور فرشتے ان کا

←

اَلْحَدِيثُ الرَّابِعُ وَالثَّلاَثُونَ

حَدَّثَنَا أَبُو طَاهِرٍ السِّلَفِيُّ عَنْ أَبِي الْفَتْحِ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ يَنَالَ عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ بْنِ أَحْمَدَ عَنْ أَبِي عِيسَى بْنِ سَوْرَةَ[۱] عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي ظِلاَلٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ اللهَ يَقُولُ إِذَا أَخَذْتُ كَرِيمَتَيْ عَبْدِي فِي الدُّنْيَا لَمْ يَكُنْ لَهُ جَزَاءٌ عِنْدِي إِلاَّ الْجَنَّةُ.

حدیث-۳۴

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر میں نے دنیا میں اپنے بندے کو بینائی کی نعمت نہ دی تو اس بندے کے لیے میرے پاس کم سے کم صلہ جنت ہی ہے۔

اَلْحَدِيثُ الْخَامِسُ وَالثَّلاَثُونَ

حَدَّثَنَا الْمَسْعُودُ عَبْدُ اللهِ بَدْرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْحَبَشِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَاسِمٍ عَنِ

استقبال کریں گے (اور کہیں گے:) یہ تمہارا (ہی) دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا... ایسی حالت میں انبیاء بھی ان پر رشک کریں گے۔ (جلد-۲، ص ۱۲۵)

۱ اس سند اور متن سے یہ حدیث سنن ترمذی (۲۳۲۴) میں درج ہے۔ یہی معانی انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے مسند احمد (۱۳۵۱۰) المعجم الاوسط-طبرانی (۳۶۲۵) مسند أبي يعلى الموصلی (۴۱۰۱) مسند عبد بن حمید (۱۲۳۳) میں مذکور ہے۔ امام ترمذی نے اسے حسن غریب قرار دیا ہے۔ شیخ البانی "صحیح و ضعیف سنن ترمذی" میں اسے "صحیح" قرار دیتے ہیں۔ شیخ اکبر نے فتوحات مکیہ کے آخری باب ۵۶۰ میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

الْمَيَّانِشِيِّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَهْلٍ الْهَرَوِيِّ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ عَنْ أَبِي عِيسَى التِّرْمِذِيِّ[۱] عَنْ سُوَيْدٍ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ يَخْتِلُونَ الدُّنْيَا بِالدِّينِ يَلْبَسُونَ لِلنَّاسِ جُلُودَ الضَّأْنِ مِنَ اللِّينِ أَلْسِنَتُهُمْ أَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ وَقُلُوبُهُمْ قُلُوبُ الذِّئَابِ يَقُولُ اللهُ أَبِي يَغْتَرُّونَ أَمْ عَلَيَّ يَجْتَرِئُونَ فَبِي حَلَفْتُ لَأَبْعَثَنَّ عَلَى أُولَئِكَ مِنْهُمْ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِيمَ مِنْهُمْ حَيْرَانَ.

حدیث-۳۵

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے حضور ﷺ کو یہ کہتے سنا:

آخری وقت میں ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو دنیا کو دین سے دھوکا دیں گے، وہ لوگوں کو دکھانے کے لیے بھیڑ کی کھال کا نرم لباس پہنیں گے، ان کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہوں گی مگر اِن کے دل بھیڑیوں جیسے ہوں گے۔

اللہ فرمائے گا: کیا وہ مجھ سے دھوکے میں ہیں؟ یا مجھے جرات دکھا رہے ہیں؟ میں خود پر قسم کھاتا ہوں کہ میں ان پر انہی میں سے ایسا فتنہ برپا کروں گا جو ان میں حلیم طبیعت والے کو بھی حیراں و سرگرداں کر چھوڑے گا۔

۱اس سند اور متن سے یہ حدیث سنن ترمذی (۲۳۲۸) میں درج ہے جبکہ یہی متن شرح السنہ-البغوی، الزہد و الرقائق-ابن مبارک اور الزہد لھناد بن السری میں بھی مذکور ہے۔ دیگر اسناد سے اس سے ملتا جلتا متن مصنف ابن ابی شیبہ، تفسیر ابن ابی حاتم میں آیا ہے۔ شیخ البانی نے صحیح و ضعیف سنن ترمذی میں اسے ضعیف جداً قرار دیا ہے اور وجہ راوی یحیی بن عبید اللہ ہیں جن کے بارے میں امام ترمذی نے بھی شک کیا ہے۔

اَلْحَدِيثُ السَّادِسُ وَالثَّلاَثُونَ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قَاسِمٍ حَدَّثَنَا أَبُو طَاهِرٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي الْفَتْحِ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ يَنَالَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ عَنْ أَبِي عِيسَى التِّرْمِذِيِّ[۱] عَنْ سُوَيْدٍ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ عَنِ الْحَسَنِ وَقَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يُجَاءُ بِابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُ بَذَجٌ فَيُوقَفُ بَيْنَ يَدَيِ اللهِ فَيَقُولُ اللهُ أَعْطَيْتُكَ وَخَوَّلْتُكَ وَأَنْعَمْتُ عَلَيْكَ فَمَاذَا صَنَعْتَ ؟ فَيَقُولُ جَمَعْتُهُ وَثَمَّرْتُهُ وَتَرَكْتُهُ أَكْثَرَ مَا كَانَ فَارْجِعْنِي آتِكَ بِهِ فَيَقُولُ أَرِنِي مَا قَدَّمْتَ فَيَقُولُ رَبِّ جَمَعْتُهُ وَثَمَّرْتُهُ وَتَرَكْتُهُ أَكْثَرَ مَا كَانَ فَارْجِعْنِي آتِكَ بِهِ فَإِذَا عَبْدٌ لَمْ يُقَدِّمْ خَيْرًا فَيُمْضَى بِهِ إِلَى النَّارِ.

حدیث-۳۶

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

قیامت والے دن ابن آدم کو میمنے کی صورت میں لایا جائے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا۔ اللہ فرمائے گا: میں نے تجھے عطایات دیں، بخششیں دیں، تجھ پر انعامات کیے، تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے ان کو جمع کیا، ان کو بڑھایا اور جتنا تھا اُس سے زیادہ چھوڑا، مجھے جانے دیں، میں (یہ) لے کر آتا ہوں۔ اللہ فرمائے گا: اچھا مجھے دکھا تو نے کیا بڑھایا، وہ پھر کہے گا: اے رب! میں نے اسے جمع کیا، اسے بڑھایا اور جتنا تھا اس سے زیادہ چھوڑا، اگر بندہ کوئی نیکی نہ لا سکا تو اسے آگ میں ڈالا جائے گا۔

---

۱ اس سند اور متن سے یہ حدیث سنن ترمذی (۲۳۵۱) میں درج ہے جبکہ اس سے ملتا جلتا متن دیگر اسناد سے اسد بن موسیٰ کی کتاب الزہد، ابن مبارک کی الزہد و الرقائق اور مطالب العالیہ بزوائد میں بھی مذکور ہے۔ امام ترمذی نے سند میں راوی اسماعیل بن مسلم کے ہونے کی وجہ سے اسے ضعیف (ناقابل قبول) قرار دیا ہے شیخ البانی نے آپ کی تائید کی ہے۔ (صحیح وضعیف سنن ترمذی)

اَلْحَدِيثُ السَّابِعُ وَالثَّلاَثُونَ

حَدَّثَنَا الْمَسْعُودُ عَبْدُ اللهِ بَدْرٌ الْحَبَشِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَاسِمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْمَجِيدِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الْقَاسِمِ الْهَرَوِيِّ عَنِ الْغُورَجِيِّ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ الْجَرَّاحِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ عَنْ أَبِي عِيسَى[1] عَنْ سُوَيْدٍ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي شَأْنِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمَّتِي يَا رَبِّ أُمَّتِي يَا رَبِّ أُمَّتِي فَيَقُولُ يَا مُحَمَّدُ أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لاَ حِسَابَ عَلَيْهِ مِنَ الْبَابِ الأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ مِنَ الأَبْوَابِ.

حدیث-۳۷

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن کے احوال کے بارے میں بتایا کہ میں کہوں گا:[2]

---

[1] اس سند اور متن سے یہ حدیث سنن ترمذی (۲۳۵۸) میں درج ہے حضرت ابوہریرہ کی روایت سے یہی متن صحیح بخاری (۴۳۴۳) صحیح مسلم (۲۸۷) مسند احمد (۹۲۵۰) سنن الکبری-النسائی (۱۱۲۸۶) دلائل النبوۃ-البیہقی، مسند عبد اللہ بن المبارک، کتاب التوحید-ابن خزیمہ میں درج ہے۔ شیخ البانی نے اپنی تحقیق کے مطابق حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

[2] یہ ایک لمبی حدیث ہے جس میں احوال قیامت کا ذکر ہے لوگ حساب کتاب شروع کروانے کے لیے ہر نبی کے پاس جائیں گے مگر کوئی ان کی بات نہیں سنے گا پھر وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور آپؐ اللہ کے حضور سر جھکا کر اللہ کی تعریف بیان کریں گے، پھر حساب کتاب شروع کیا جائے گا۔ اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے حساب کتاب شروع ہوا تو آپؐ کی امت کو خصوصی طور پر سب سے پہلے جنت میں جانے کی اجازت دی جائے گی۔ اور یہ سب فضل آپ صلی اللہ علیہ وسلم ←

یارب! میری امت، یارب! میری امت، یارب! میری امت۔

اللہ فرمائے گا: اے محمد (ﷺ)! اپنی امت میں سے وہ لوگ جن پر کوئی حساب کتاب نہیں، ان کو جنت کے- دروازوں میں سے- دائیں دروازے سے اندر لے جاؤ۔ یہ لوگ (دوسرے دروازوں سے) اندر جانے کے لیے (دوسری امتوں کے عام) لوگوں جیسے ہی ہوں گے۔

اَلْحَدِيثُ الثَّامِنُ وَالثَّلاَثُونَ

حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِي الْفُتُوحِ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ الطَّائِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَعْقُوبَ الأَصَمِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَعْيَنَ عَنْ أَبِيهِ وَشُعَيْبٍ عَنِ اللَّيْثِ[1] عَنِ ابْنِ الْهَادِي عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَارِجًا مِنَ الْمَسْجِدِ فَاتَّبَعْتُهُ أَمْشِي وَرَاءَهُ وَلاَ يَشْعُرُ بِي ثُمَّ دَخَلَ نَخْلاً فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَسَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُودَ وَأَنَا وَرَاءَهُ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ تَوَفَّاهُ فَأَقْبَلْتُ أَمْشِي حَتَّى جِئْتُ فَطَأْطَأْتُ رَأْسِي أَنْظُرُ فِي وَجْهِهِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ مَا لَكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ فَقُلْتُ لَمَّا أَطَلْتَ السُّجُودَ يَا رَسُولَ اللهِ خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ تَوَفَّى نَفْسَكَ فَجِئْتُ أَنْظُرُ فَقَالَ إِنِّي لَمَّا رَأَيْتَنِي دَخَلْتُ النَّخْلَ لَقِيتُ

⇆ کی مبارک ہستی کی طرف ہی لوٹتا ہے کہ آپؐ کے امتی ہونے کی وجہ سے اس امت کو بھی خصوصی اہمیت دی جائے گی۔

[1] یہاں سے لے کر آخر سند اور متن تک یہ حدیث مستدرک حاکم (۲۰۷۰) مسند احمد (۱۶۷۵) مسند ابی یعلی الموصلی (۸۳۵) مسند عبد بن حمید (۱۵۹) السنن الکبری- البیہقی میں موجود ہے۔ امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور امام الذہبی نے تعلیق علی مستدرک میں «علی شرطهما» کہا ہے۔ شیخ البانی نے "صحیح الترغیب والترهیب" میں اسے "حسن لغیرہ" کا درجہ دیا ہے۔

جَبْرَئِيلَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ فَقَالَ أُبَشِّرُكَ أَنَّ اللهَ تَعَالَى يَقُولُ مَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَمَنْ صَلَّى عَلَيْكَ صَلَّيْتُ عَلَيْهِ.

حدیث-۳۸

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں مسجد میں آیا تو میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکل رہے تھے لہذا میں اِس طرح آپؐ کے پیچھے چلنے لگا کہ آپؐ کو میرا پتا نہ چلے، پھر آپؐ کھجور کے درختوں میں گئے اور قبلہ رخ ہو کے ایک سجدہ کیا اور (کافی) لمبا سجدہ کیا۔ میں آپؐ کے پیچھے ہی تھا حتی کہ میں سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنے پاس بلا لیا ہے، میں آپؐ کے پاس آیا اور اپنا سر جھکا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے (مبارک) چہرے کی طرف دیکھنے لگا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا اور بولے عبد الرحمٰن کیا بات ہے؟ میں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آپؐ نے لمبا سجدہ کیا تو میں سمجھا کہ آپؐ خالق حقیقی سے جا ملے ہیں لہذا میں دیکھنے آیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تو نے مجھے کھجوروں میں آتے دیکھا تو اُس وقت جبرائیل (علیہ السلام) میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے کہا:

میں آپؐ کو اِس بات کی خوشخبری دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر سلام بھیجے گا میں اُس پر سلام بھیجوں گا اور جو آپؐ پر درود بھیجے گا میں اُس پر رحمت اور برکت نازل کروں گا۔

اَلْحَدِيثُ التَّاسِعُ وَالثَّلاَثُونَ

حَدَّثَنَا الْمَسْعُودُ عَبْدُ اللهِ بَدْرٌ الْحَبَشِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْكَرِيمِ عَنِ الْمَيَّانِشِيِّ عَنْ أَبِي الْفَتْحِ الْهَرَوِيِّ عَنْ أَبِي نَصْرٍ التِّرْيَاقِيِّ عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ

عَنْ أَبِي عِيسَى[1] مُحَمَّدِ بْنِ سَوْرَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ زَائِدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي خَالِدٍ الْوَالِبِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يَقُولُ يَا ابْنَ آدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي أَمْلأْ صَدْرَكَ غِنًى وَأَسُدَّ فَقْرَكَ وَإِنْ لاَ تَفْعَلْ مَلأْتُ يَدَيْكَ شُغْلاً وَلَمْ أَسُدَّ فَقْرَكَ.

حدیث-۳۹

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! میری عبادت (بندگی، غلامی، فرمانبرداری) پر ڈٹ جا میں تیرے سینے کو غنا سے بھر دوں گا اور تیری غربت ختم کر دوں گا اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تیرے ہاتھوں کو کاموں سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی بھی دور نہیں کروں گا۔

اَلْحَدِيثُ الأَرْبَعُونَ

حَدَّثَنَا الْمَسْعُودُ عَبْدُ اللّٰهِ بَدْرٌ الْحَبَشِيُّ عَنْ أَبِي طَاهِرٍ السِّلَفِيِّ عَنْ أَبِي الْفَتْحِ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ يَنَالَ عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ بْنِ أَحْمَدَ عَنْ أَبِي عِيسَى مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى بْنِ سَوْرَةَ التِّرْمِذِيِّ[2] عَنْ سُفْيَانَ بْنِ وَكِيعٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ عَنْ

---

[1] یہاں سے لے کر آخر سند اور متن تک یہ حدیث سنن ترمذی میں مذکور ہے (۲۳۹۰) دیگر اسناد سے یہی حدیث سنن ابن ماجہ (۴۰۹۷) مسند امام احمد (۸۳۴۲) مستدرک حاکم (۳۶۱۵) صحیح ابن حبان (۳۹۴) کتاب الزہد احمد بن حنبل (۱۹۹) میں مذکور ہے۔ شیخ البانی کی تحقیق کے مطابق یہ حدیث "صحیح" ہے (صحیح وضعیف سنن ترمذی)۔

[2] یہاں سے لے کر آخر سند اور متن تک یہ حدیث سنن ترمذی (۳۳۵۲) میں موجود ہے۔ اس سے ملتا جلتا متن مصنف عبد الرزاق (۶۰۴۹) سنن الکبری - النسائی (۱۰۱۸۰) مسند ابی یعلی الموصلی ←

عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الأَغَرِّ أَبِي مُسْلِمٍ قَالَ أَشْهَدُ عَلَى أَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُمَا شَهِدَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ قَالَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ صَدَّقَهُ رَبُّهُ وَقَالَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ أَنَا وَأَنَا أَكْبَرُ وَإِذَا قَالَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ قَالَ يَقُولُ اللهُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ أَنَا وَأَنَا وَحْدِى وَإِذَا قَالَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ قَالَ اللهُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ أَنَا وَحْدِى لاَ شَرِيكَ لِى وَإِذَا قَالَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ قَالَ اللهُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ أَنَا لِىَ الْمُلْكُ وَلِىَ الْحَمْدُ وَإِذَا قَالَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ قَالَ اللهُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ أَنَا وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِى وَكَانَ يَقُولُ مَنْ قَالَهَا فِى مَرَضِهِ ثُمَّ مَاتَ لَمْ تَطْعَمْهُ النَّارُ.

تَمَّتِ الأَرْبَعُونَ

حدیث-۴۰

حضرت ابوسعید اور ابوہریرۃ (رضی اللہ عنہما) دونوں حضور ﷺ پر گواہی دیتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

جو کوئی «لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ» کہتا ہے، رب تعالیٰ اُس کی تصدیق کرتا ہے اور کہتا ہے: میرے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں ہی سب سے بڑا ہوں۔

اگر بندہ «لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ» کہتا ہے تو اللہ فرماتا ہے: میرے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں واحد ہوں۔

جب بندہ «لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ» کہتا ہے تو اللہ فرماتا ہے: میرے علاوہ کوئی معبود نہیں میں ایک ہوں میرا کوئی شریک نہیں۔

(۶۰۱۸) صحیح ابن حبان (۵۶۱۹) مسند عبد بن حمید (۹۴۷) اور کنز العمال میں موجود ہے۔ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب وصیت نمبر ۵۶۰ میں یہ حدیث دلیل کے طور پر لائے ہیں۔ شیخ البانی نے اپنی تحقیق کے مطابق اس حدیث کو "صحیح" قرار دیا ہے (صحیح وضعیف سنن ترمذی)۔

اور جب بندہ «لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ» کہتا ہے تو اللہ فرماتا ہے: میرے علاوہ کوئی معبود نہیں میرے لیے ہی بادشاہت ہے اور میرے لیے ہی تعریف ہے۔

جب بندہ «لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ» کہتا ہے تو اللہ فرماتا ہے: میرے علاوہ کوئی معبود نہیں اور تمام قوت اور طاقت مجھ ہی سے ہے۔

آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے، جس نے بیماری میں یہ آخری کلمہ پڑھا اور پھر اُس کی وفات ہوئی، آگ اسے نہیں کھائے گی۔

چالیس احادیث مکمل ہوئیں۔

قَالَ الْعَبْدُ الْفَقِيرُ إِلَى اللهِ تَعَالَى مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ ابْنُ الْعَرَبِيِّ عَفَا اللهُ عَنْهُ وَعَنْ وَالِدَيْهِ وَإِخْوَتِهِ وَأَصْحَابِهِ وَجَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ انْتَهَتِ الأَرْبَعُونَ عَلَى مَا شَرَطْتُهُ وَيَسَّرَ اللهُ فِيهَا وَأَحْسَنَ الْعَوْنَ وَأَسْنَدْتُهَا إِلَى اللهِ تَعَالَى كَمَا ذَكَرْتُهُ وَأَكْثَرُ مَا خَرَّجْتُ عَنْهُ مِنْ أَصْحَابِنَا رَوَيْتُ هَذِهِ الأَحَادِيثَ عَنِ الشَّيْخِ الَّذِى حَدَّثُونِي بِهَا عَنْهُ وَلَكِنْ قَصَدْتُ بِذَلِكَ أَنْ أَجْعَلَ لَهُمْ ذِكْرًا فِي نَقَلَةِ الْوَحْيِ وَأَنْظِمَهُمْ فِي سِلْكِ الْعُلَمَاءِ لِحَدِيثِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَهَا أَنَا أَذْكُرُ الأَرْبَعِينَ الْمَرْفُوعَةَ إِلَى اللهِ مِنْ غَيْرِ إِسْنَادٍ.

انْتَهَى الْجُزْءُ الأَوَّلُ.

اللہ کا فقیر بندہ محمد بن علی بن محمد ابن العربی - اللہ تعالیٰ اُسے، اُس کے والدین، بھائیوں اور دوستوں کو بخشے - کہتا ہے:

میری شرط کے مطابق چالیس احادیث مکمل ہوئیں، اللہ تعالیٰ ان میں آسانی پیدا کرے اور ان سے بہترین مدد کی (توفیق دے) میں نے یہ احادیث ویسے ہی سند کے ساتھ بیان کی ہیں جیسے ذکر کیا تھا۔ ان میں سے اکثر احادیث میں نے اپنے ساتھیوں سے سنیں ہیں، اور میں نے یہ

احادیث اُس شیخ سے روایت کی ہیں جن سے میرے ساتھیوں نے سنیں، میرا مقصد یہ تھا کہ میں اس وحی کے نقل کرنے والوں میں ان کا بھی ذکر کروں اور انہیں حدیث رسول اللہ ﷺ کے علماء کی فہرست میں شامل کروں۔ اب میں اللہ کی طرف چالیس مرفوع احادیث بغیر اسناد کے بیان کرتا ہوں۔ (یوں) پہلا حصہ مکمل ہوا۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
رَبِّ يَسِّرْ بِبَرَكَةِ نَبِيِّكَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ

خَبَرٌ أَوَّلُ

قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِنَبِيِّهِ وَخَلِيلِهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ مَا هَذَا الْوَجَلُ الشَّدِيدُ قَالَ فَقَالَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَا رَبِّ كَيْفَ لاَ أَوْجَلُ وَلاَ أَكُونُ عَلَى وَجَلٍ وَآدَمُ أَبِي ﷺ كَانَ مَحَلُّهُ فِي الْقُرْبِ مِنْكَ خَلَقْتَهُ بِيَدِكَ وَنَفَخْتَ فِيهِ مِنْ رُوحِكَ وَأَمَرْتَ الْمَلاَئِكَةَ بِالسُّجُودِ لَهُ فَبِمَعْصِيَةٍ وَاحِدَةٍ أَخْرَجْتَهُ مِنْ جِوَارِكَ فَأَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ يَا إِبْرَاهِيمُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ مَعْصِيَةَ الْحَبِيبِ عَلَى الْحَبِيبِ شَدِيدَةٌ.

رَوَيْتُهُ مَوْقُوفًا عَلَى إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ فِي كِتَابِ دَرَجَاتِ التَّائِبِينَ لإِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الْهَرَوِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ۔[۱]

خبر-۱

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور خلیل (ابراہیم علیہ السلام) سے فرمایا: تجھے یہ کیا شدید خوف لاحق ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام بولے: یارب! میں کیسے خوف نہ کھاؤں؟ جبکہ میرے والد آدم علیہ السلام جو آپ کے نہایت قریب تھے، آپ نے انہیں اپنے ہاتھوں سے تخلیق کیا، ان میں اپنی روح پھونکی اور فرشتوں تک کو انہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا، مگر ان کی ایک غلطی پر آپ نے انہیں اپنی قربت سے نکال باہر کیا؟

پھر اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب وحی کی: کیا تو نہیں جانتا کہ محبوب پر محبوب کی نافرمانی کتنی شدید ہوتی ہے؟

---

۱ یہ خبر فتوحات مکیہ میں وصیہ خلیلیہ کے عنوان سے مذکور ہے۔

میں نے یہ خبر اسماعیل بن ابراہیم الہروی رضی اللہ عنہ کی کتاب درجات التائبین سے ابراہیم بن عبد اللہ پر موقوف روایت کی ہے۔

خَبَرٌ ثَانٍ

قَالَ اللهُ تَعَالَى يَا دَاوُدُ حَذِّرْ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْلَ الشَّهَوَاتِ فَإِنَّ الْقُلُوبَ الْمُعَلَّقَةَ بِالشَّهَوَاتِ عُقُولُهَا مَحْجُوبَةٌ عَنِّي.[1]

رَوَيْتُهُ مَوْقُوفًا عَلَى أَبِي جَعْفَرٍ الْجَزَرِيِّ ذَكَرَهُ فِي دَرَجَاتِ التَّائِبِينَ لِلْهَرَوِيِّ.

خبر-۲

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے داؤد (علیہ السلام)! بنی اسرائیل کو شہوات خوری سے چوکنا کر کیونکہ جو دل شہوات[2] میں مگن ہوتے ہیں ان کی عقلیں مجھ سے حجاب میں ہوتیں ہیں۔

میں نے یہ خبر الہروی کی کتاب درجات التائبین میں سے ابو جعفر الجزری پر موقوف روایت کی ہے۔

---

[1] یہ خبر الجوع-ابن أبي دنیا، أحیاء علوم الدین-امام غزالی، رسالہ القشریہ-امام قشیری، حلیہ الاولیاء-ابو نعیم اصبہانی اور تاریخ دمشق-ابن عساکر میں درج ہے۔ شیخ اکبر نے یہ خبر درجات التائبین اسماعیل بن الھروی سے روایت کی ہے۔

[2] فتوحات مکیہ کے باب ۵۶۰ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت بیان کرتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اے بندے! اپنی شہوات کو کم کر تجھ پر فقر آسان ہو گا اور اپنے گناہوں کو کم کر تجھ پر موت آسان ہو گی۔

خَبَرٌ ثَالِثٌ

قَالَ اللهُ تَعَالَى لِمُوسَى عَلَيْهِ السَّلاَمُ وَقَدْ قَالَ يَا رَبِّ أَبَعِيدٌ أَنْتَ فَأُنَادِيَكَ أَمْ قَرِيبٌ فَأُنَاجِيَكَ فَقَالَ تَعَالَى لَهُ أَنَا جَلِيسُ مَنْ ذَكَرَنِي وَمَنْ ذَكَرَنِي فَأَنَا مَعَهُ قَالَ فَأَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَيْكَ يَا رَبِّ قَالَ تُكْثِرُ ذِكْرِي عَلَى كُلِّ حَالٍ.

رَوَيْتُهُ مَوْقُوفًا عَلَى الْمَقْبُرِيِّ فِي الْكِتَابِ الْمَذْكُورِ.[1]

خبر-۳

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: جبکہ آپؑ نے یہ سوال کیا تھا، پروردگار کیا تو دور ہے کہ میں تجھے پکاروں یا تو قریب ہے کہ سرگوشی کروں؟

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام سے فرمایا: میں میرے ذاکر کا ساتھی ہوتا ہوں اور جو میرا ذکر کرے میں اُس کے پاس ہوتا ہوں۔[2] پوچھا: اے پروردگار! آپ کے نزدیک کونسا عمل سب سے

---

[1] یہ اور اس سے ملتا جلتا متن مصنف ابن أبي شیبہ، شعب الایمان - بیہقی، المجالسہ و جواہر العلم - ابو بکر احمد بن مراوان المالکی، الزہد - امام احمد بن حنبل، المقاصد الحسنہ - السخاوی، الدیلمی، احیاء علوم الدین - امام غزالی نے ذکر کیا ہے۔ شیخ اکبر نے فتوحات مکیہ میں جابجا یہ متن روایت کیا اور اس سے دلیل پکڑی ہے۔

[2] شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۷۱ میں فرماتے ہیں: اگر اللہ تیرے ساتھ بیٹھا ہو تو پھر یا تُو الٰہی بصر کا حامل ہو گا اور (نظر سے) اُسے دیکھ رہا ہو گا اور یا تُو الٰہی بصر کا حامل نہ ہونے کی وجہ سے صرف ایمان کے راستے سے اسے دیکھ رہا ہو گا «إنه يراك» کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ چنانچہ یہاں تیری مثال اس اندھے کی سی ہے جو یہ جانتا ہے کہ وہ زید کے پاس بیٹھا ہوا ہے مگر وہ زید کو نہیں دیکھ رہا ہوتا۔ لیکن پھر بھی یہ اندھا ایک لحاظ سے تو اِسے دیکھ ہی رہا ہوتا ہے۔ حسی نظر سے دیکھنے والا تو اسے، اس کے تمام افعال میں حرکت کرتا دیکھتا ہے لیکن یہ اندھا جو اسے دیکھ نہیں سکتا وہ ایمان سے محسوس

⇆↵

زیادہ محبوب ہے۔ فرمایا: تو ہر حال میں کثرت سے میرا ذکر کر۔[۱]

میں نے یہ خبر اوپر مذکور کتاب میں سے المقبری پر موقوف روایت کی ہے۔

خَبَرٌ رَابِعٌ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى كَذَبَ مَنِ ادَّعَى مَحَبَّتِي وَنَامَ عَنِّي أَلَيْسَ كُلُّ مُحِبٍّ يَطْلُبُ الْخَلْوَةَ بِحَبِيبِهِ أَنَا ذَا مُطَّلِعٌ عَلَى أَحِبَّائِي وَقَدْ مَثَّلُونِي بَيْنَ أَعْيُنِهِمْ وَخَاطَبُونِي عَلَى الْمُشَاهَدَةِ وَكَلَّمُونِي بِحُضُورِي غَدًا أُقِرُّ أَعْيُنَهُمْ فِي جِنَانِي.

رَوَيْتُهُ مَوْقُوفًا عَلَى الْفُضَيْلِ فِي الْكِتَابِ الْمَذْكُورِ.[۲]

کرتا ہے کہ یہاں کوئی حرکت کر رہا ہے۔ یہ اللہ کا یہی کہنا ہے «كأنك تراه» جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے بالکل اسی طرح ذکر سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ذاکر کے پاس بیٹھا ہے، مگر حجاب کے پیچھے۔ (جلد-۱، ص ۶۵۰)

۱ شیخ اکبر فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں کہ طریق اللہ میں ذکر صرف قول سے ہی مخصوص نہیں بلکہ بندے کا اپنی تمام حرکات - اللہ کی توفیق سے - اس کی اطاعت گزاری میں صَرف کرنا ذکر کہلاتا ہے کیونکہ یہ عمل کرتے ہوئے اس بندے نے اللہ کو یاد کیا کہ یہ عمل اللہ کے لیے ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے تھے یعنی آپؐ کے تمام احوال اور اعمال اس رب کی رضا میں گزرتے یہی اللہ کا ذکر ہے۔ پس تیرے تمام نیک اعمال جو تو اللہ کے لیے کرے وہ اللہ کا ذکر ہی ہیں یعنی تو نے ان (اعمال) کے کرنے میں اللہ کو یاد کیا اور اسی کے لیے یہ عمل کیا۔ (جلد-۱، ص ۳۱۷)

۲ اس سے ملتا جلتا متن احیاء علوم الدین - امام غزالی، المجالسہ و جواہر العلم - ابو بکر احمد بن مروان المالکی، اور رسالہ القشیریہ میں مذکور ہے۔ شیخ اکبر نے فتوحات مکیہ میں یہ متن بطور دلیل پیش کیا ہے۔

خبر-۴

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو میری محبت کا دعوے دار ہے اور مجھ سے تغافل برتتا ہے، وہ جھوٹ بولتا ہے۔ کیا ہر محبت کرنے والا اپنے محبوب کے ساتھ خلوت کا طالب نہیں ہوتا؟ میں اپنے عاشقوں کو جانتا ہوں، انہوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے مجھے تصور کیا، مشاہدے میں مجھ سے خطاب کیا اور میرے حضور مجھ سے کلام کیا، کل میں ان کی آنکھیں اپنی جنتوں سے ٹھنڈی کروں گا۔

میں نے یہ خبر اوپر مذکور کتاب میں سے الفضیل پر موقوف روایت کی ہے۔

خَبَرٌ خَامِسٌ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى فِيمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بَادَرَنِي عَبْدِي بِنَفْسِهِ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.
رَوَيْتُهُ مُسْنَدًا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ خَرَّجَهُ مُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهِ.[1]

خبر-۵

اللہ تعالیٰ خودکشی کرنے والے کے بارے میں فرماتا ہے: میرے بندے نے خود سے میرے لیے جلدی کی؛ میں نے اُس پر جنت حرام کر دی۔

میں نے یہ خبر صحیح مسلم سے حضور ﷺ کی طرف مُسنداً روایت کی۔

---

[1] یہ متن صحیح بخاری (۳۲۰۴) اور مستخرج ابو عوانہ میں بھی مذکور ہے۔

خَبَرٌ سَادِسٌ

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ عَبْدِی كُلَّ عَبْدِی الَّذِی يَذْكُرُنِی وَهْوَ مُلاَقٍ قِرْنَهُ يَعْنِی فِی الْحَرْبِ.

رَوَيْتُهُ مُسْنَدًا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ مِنْ مُسْنَدِ التِّرْمِذِيِّ.[۱]

خبر-۶

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرا سچا بندہ وہ ہے جو دشمن سے مقابلے کے وقت-یعنی جنگ میں- بھی مجھے یاد کرتا ہے۔

میں نے یہ خبر مسند ترمذی میں سے حضور ﷺ کی طرف مسند روایت کی ہے۔

خَبَرٌ سَابِعٌ

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ رَحْمَتِی تَغْلِبُ غَضَبِی.

رَوَيْتُهُ مُسْنَدًا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ خَرَّجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ كَتَبَ بِيَدِهِ عَلَى نَفْسِهِ.[۲]

---

[۱] ایسی متن شعب الایمان- بیہقی، معرفہ الصحابہ-ابو نعیم اصبہانی، الزہد والرقائق-ابن مبارک اور سنن سعید بن منصور میں درج ہے۔ امام ترمذی یہ حدیث نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ یہ ایک غریب حدیث ہے اور راوی عمارہ بن زعکرہ نے حضور ﷺ سے صرف یہی حدیث روایت کی ہے، اس حدیث کی سند بھی مضبوط نہیں، شیخ البانی نے امام ترمذی کی سند سے اس خبر پر ضُعف کا حکم لگایا ہے۔

[۲] یہ حدیث صحیح بخاری (۶۸۵۵) صحیح مسلم (۴۹۳۹) ابن ماجہ (۴۲۸۵) مسند احمد (۹۲۲۵) صحیح ابن حبان (۶۲۴۹) سنن الکبری-النسائی، التوحید-ابن خزیمہ، احیاء علوم الدین اور فتوحات مکیہ میں درج ہے۔ یہ متفق علیہ حدیث ہے جو کسی حدیث کی صحت اور قبولیت کا سب سے اونچا درجہ ہے۔

خبر-۷

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہو گی۔[۱]

---

[۱] شیخ اکبر قدس اللہ سرہٗ فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۴۹ میں لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ہمارے بارے میں کہا ہے کہ اس کی رحمت اس کے غضب سے آگے ہے کیونکہ اس نے ہمیں (صفت) رحمت سے ایجاد کیا ہے، صفت قہر سے نہیں۔ اور چونکہ گناہ کا ظہور (ایجاد پذیر ہونے کے) بعد ہوا اسی لیے گروہِ جن و اِنس پر اللہ کا غضب اس کی رحمت کے بعد واقع ہوا۔ کیا تو نے غور نہیں کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے اسماء بتائے تو اسمائے رحمت سے شروع کیے اور اسمائے غضب کو پیچھے رکھا کیونکہ ہم اُسے ان اسماء سے نہیں جانتے چنانچہ جب ہم نے اسے اسمائے رحمت سے جان لیا تب اس نے اسمائے غضب بتائے فرمایا: ﴿هُوَ اللهُ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ﴾ پہلے اس نے الرحمن الرحیم کا ذکر کیا اور پھر اس کے بعد فرمایا: ﴿هُوَ اللهُ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ﴾ (الحشر: ۲۲-۲۳) اس آیت میں بھی الملک القدوس السلام المؤمن رحمانی صفات ہیں اور ان کے بعد العزیز الجبار المتکبر کا ذکر کیا جو کہ اسمائے غضب کی طرف اشارہ کرتے ہیں، چنانچہ اس کی رحمت اس کے غضب سے آگے ہے۔ (جلد-۱، ص ۲۶۹)

شیخ اکبر فتوحات میں فرماتے ہیں: عذاب دو طرح کا ہے: ۱-روحانی جو کہ باطن ہے، ۲- حسی جو کہ ظاہر ہے۔ اسی طرح حال بھی دو طرح کے ہیں: ۱- سابق حال جو کہ اول ہے، ۲-لاحق حال جو کہ آخر ہے۔ یہاں پر صرف سابق رحمت اور لاحق غضب ہی ہے۔ پھر ایسی رحمت بھی ہے جو کہ سب میں جاری اور سب کو شامل کیے ہوئے ہے، یہی سابق اور لاحق دونوں (پر محیط) ہے۔ پس وہ (ذات) غضب ناک بھی ہوتی ہے اور راضی بھی ہوتی ہے، اگر وہ عذاب بھی دیتا ہے تو اپنے غضب کو زائل کرنے کے لیے رحمت سے ہی عذاب دیتا ہے۔ پس دیکھ اس کا عذاب دینا بھی کیسا زبردست ہے اور کیسے اس نے اس میں بھی رحمت کو چُھپا رکھا ہے تاکہ اس سے وہ اپنا غضب زائل کرے یہاں تک کہ اس کا حکم زائل ہو جائے اور رحمت اپنے آپ میں ہر اُس چیز کو گھیر لے جس پر کلمہ عذاب واجب ہو

←

میں نے یہ خبر مسند ترمذی میں سے حضور ﷺ کی طرف مسند روایت کی ہے۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا: اللہ نے خود پر یہ فرض کیا ہے۔

خَبَرٌ ثَامِنٌ

قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا ابْنَ آدَمَ إِنْ رَضِيتَ بِمَا قَسَمْتُ لَكَ أَرَحْتَ قَلْبَكَ وَبَدَنَكَ وَأَنْتَ مَحْمُودٌ وَإِنْ لَمْ تَرْضَ بِمَا قَسَمْتُ لَكَ سَلَّطْتُ عَلَيْكَ الدُّنْيَا حَتَّى تَرْكُضَ فِيهَا رَكْضَ الْوَحْشِ فِي الْبَرِّيَّةِ ثُمَّ وَعِزَّتِي وَجَلاَلِي لاَ تَنَالُ مِنْهَا إِلاَّ مَا قَدَّرْتُ لَكَ وَأَنْتَ مَذْمُومٌ.

رَوَيْتُهُ مَوْقُوفًا عَلَى كَعْبِ الأَحْبَارِ وَقَالَ إِنَّهُ فِي التَّوْرَاةِ فِي جُزْءٍ لِلرَّبَعِيِّ.

خبر-۸

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! اگر تو میرے دیئے پر خوش رہے گا تو اپنے دل اور جسم کو آرام دے گا اور قابلِ تعریف ٹھہرے گا لیکن اگر تو میری تقسیم سے راضی نہ ہوا تو میں دنیا کو تجھ پر مسلط کر دوں گا یہاں تک کہ تو دنیا میں ایسے دوڑے گا جیسے وحشی جانور (چارے کے لیے) بیابان میں دوڑتے ہیں، پھر قسم ہے مجھے میری عزت و جلال کی، تو اُس (دنیا) سے اتنا ہی (حصہ) حاصل کر سکے گا جو میں نے تیرے لیے لکھ دیا اور تو قابل مذمت ٹھہرے گا۔

میں نے یہ خبر جزالربعی میں سے کعب الاحبار پر موقوف روایت کی ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ ایسا تورات میں لکھا ہوا ہے۔

چکا۔ یوں اُس نے جسے بھی عذاب دیا اپنی رحمت سے ہی دیا کیونکہ اگر عذاب نہ ہو گا تو غضب ہمیشہ باقی رہے گا جو کہ مغضوب پر اُس واقع عذاب سے بھی زیادہ سخت ہو گا، اگر کوئی میری بات کو سمجھے! (جلد-۴، ص ۷۰)

خَبَرٌ تَاسِعٌ

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يُخَاطِبُ أَهْلَ الْجَنَّةِ إِذَا دَخَلُوهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ عِبَادِي مَرْحَبًا بِكُمْ حَيَّاكُمُ اللّٰهُ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ.

رَوَيْتُهُ مُسْنَدًا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فِي حَدِيثِ مَوَاقِفِ الْقِيَامَةِ رِوَايَةَ النَّقَّاشِ.

خبر-۹

اللہ تعالیٰ جنت والوں سے جب وہ جنت میں داخل ہوں گے، فرمائے گا: میرے بندو، تم پر سلامتی ہو! خوش آمدید، تم پر اللہ کی رحمتیں اور سلامتی ہو۔

میں نے یہ خبر نقاش کی روایت سے، قیامت میں کھڑے ہونے والی حدیث میں سے نبی ﷺ پر مسند روایت کی ہے۔

خَبَرٌ عَاشِرٌ

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا ابْنَ آدَمَ كُلٌّ يُرِيدُكَ لَهُ وَأَنَا أُرِيدُكَ لَكَ وَأَنْتَ تَفِرُّ مِنِّي يَا ابْنَ آدَمَ مَا تُنْصِفُنِي.

رَوَيْتُهُ مَوْقُوفًا عَلَى كَعْبِ الْأَحْبَارِ فِي جُزْءٍ لِلرَّبَعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ ذَكَرَ أَنَّهُ نُقِلَ مِنَ التَّوْرَاةِ.

خبر-۱۰

اللہ عزوجل فرماتا ہے: اے ابن آدم! ہر ایک تجھے اپنے لیے چاہتا ہے اور میں تجھے تیرے لیے چاہتا ہوں اور تُو مجھ سے دور بھاگتا ہے۔ اے ابن آدم! تو مجھ سے انصاف نہیں کرتا۔

میں نے یہ خبر جز الربعی میں سے کعب الاحبار پر موقوف روایت کی ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کا

کہنا ہے کہ یہ تورات میں سے نقل ہوئی ہے۔

خَبَرٌ حَادِیَ عَشَرَ

قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا إِذَا صَبَغَهُ فِي النَّارِ صَبْغَةً يَا ابْنَ آدَمَ هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ هَلْ رَأَيْتَ نَعِيمًا قَطُّ فَيَقُولُ لاَ وَاللهِ يَا رَبِّ. وَيَقُولُ سُبْحَانَهُ لأَبْأَسِ أَهْلِ الدُّنْيَا وَقَدْ صَبَغَهُ فِي الْجَنَّةِ صَبْغَةً يَا ابْنَ آدَمَ هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ فَيَقُولُ لاَ وَاللهِ يَا رَبِّ مَا مَرَّ بِي بُؤْسٌ قَطُّ وَلاَ رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ.

رَوَيْتُهُ مُسْنَدًا خَرَّجَهُ مُسْلِمٌ فِي مُسْنَدِهِ۔[1]

خبر-۱۱

اللہ تعالیٰ اہل دنیا میں سب سے زیادہ نعمتوں میں رہنے والے شخص کو جب آگ میں ایک دفعہ ڈال کر نکالے گا اور پوچھے گا؟ اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی آسودگی دیکھی تھی؟ یا کیا تو نے کبھی کوئی نعمت دیکھی تھی؟ وہ کہے گا: نہیں، یارب! تیری قسم۔

اور وہ پاک ذات اہل دنیا میں سب سے زیادہ تکلیفیں اٹھانے والے کو جنت میں ایک دفعہ داخل کر کے نکالے گا اور پوچھے گا: اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی تنگی دیکھی؟ کیا تجھے کبھی تکلیف یا سختی کا سامنا کرنا پڑا؟ تو وہ کہے گا: اے پروردگار! نہ تو میں نے کبھی تنگی دیکھی اور نہ ہی کبھی سختی کا سامنا کیا۔

میں نے یہ خبر مسند روایت کی ہے، اسے امام مسلمؒ نے صحیح مسلم میں روایت کیا ہے۔

---

[1] یہ حدیث مسند احمد (۱۲۶۳۸) البعث والنشور-البیہقی (۴۲۱) الزہد-احمد بن حنبل (۱۳۲) میں مذکور ہے اور صحیح مسلم میں ہونے کی وجہ سے صحیح حدیث ہے۔

خَبَرٌ ثَانِيَ عَشَرَ

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا ابْنَ آدَمَ خَلَقْتُكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ وَلَمْ يُعْيِنِي خَلْقُكَ أَفَيُعْيِينِي رَغِيفٌ أَسُوقُهُ لَكَ فِي حِينٍ.

رَوَيْتُهُ مَوْقُوفًا عَلَى كَعْبِ الأَحْبَارِ فِي جُزْءِ الرَّبَعِيِّ قَالَ وَجَدْتُهَا فِي التَّوْرَاةِ.

خبر-۱۲

اللہ عزوجل فرماتا ہے: اے ابن آدم! میں نے تجھے مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، تیری تخلیق کے لیے مجھے کوئی محنت نہیں کرنی پڑی تو مجھے، تجھے کسی لمحے بھی روزی روٹی دینے میں کیوں محنت کرنی پڑے گی؟

میں نے یہ خبر جز الربعی میں سے کعب الاحبار پر موقوف روایت کی ہے اور آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ایسا تورات میں لکھا دیکھا ہے۔

خَبَرٌ ثَالِثَ عَشَرَ

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ سَلامٌ عَلَيْكُمْ مِنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ الْحَيِّ الْقَيُّومِ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ طَابَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ فَطَيِّبُوا أَنْفُسَكُمْ بِالنَّعِيمِ الْمُقِيمِ وَالثَّوَابِ مِنَ الْكَرِيمِ وَالْخُلُودِ الدَّائِمِ.

رَوَيْتُهُ مِنْ حَدِيثِ النَّقَّاشِ.

خبر-۱۳

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (اے جنت والو!) تم پر الرحمن، الرحیم، الحی، القیوم کی جانب سے سلامتی ہو تم اچھے (لوگ) ہو، اِس میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ، تمہارے لیے جنت اچھی ہو

گی، اپنے نفسوں کو محظوظ کر و رہنے والی نعمتوں، کریم کے ثواب اور دائمی خلود سے۔

میں نے یہ خبر نقاش سے روایت کی ہے۔

خَبَرٌ رَابِعَ عَشَرَ

قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا ابْنَ آدَمَ إِنِّي وَحَقِّي لَكَ مُحِبٌّ فَبِحَقِّي عَلَيْكَ كُنْ لِي مُحِبًّا.

رَوَيْتُهُ مَوْقُوفًا عَلَى كَعْبِ الأَحْبَارِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.[1]

خبر-۱۴

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! مجھ پر تیرے حق کی وجہ سے میں تجھ سے محبت کرتا ہوں اور تجھ پر میرے حق کی وجہ سے تو مجھ سے محبت کرنے والا بن جا۔

میں نے یہ خبر کعب الاحبار رضی اللہ عنہ پر موقوف روایت کی ہے۔

خَبَرٌ خَامِسَ عَشَرَ

قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يُخَاطِبُ أَهْلَ الْجَنَّةِ أَنْتُمُ الْمُؤْمِنُونَ الآمِنُونَ وَأَنَا اللهُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ شَقَقْتُ لَكُمُ اسْمًا مِنْ أَسْمَائِي لاَ خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلاَ أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ أَنْتُمْ أَوْلِيَائِي وَجِيرَانِي وَأَحِبَّائِي وَأَصْفِيَائِي وَخَاصَّتِي وَأَهْلُ مَحَبَّتِي وَفِي دَارِي.

رَوَيْتُهُ مِنْ حَدِيثِ النَّقَّاشِ فِي الْمَوَاقِفِ.[1]

---

[1] یہ اور اس سے ملتے جلتے الفاظ سے یہی خبر کتاب المنثور-ابن الجوزی' احیاء علوم الدین-امام الغزالی، رسالہ القشریہ-امام القشیری میں درج ہے اور امام القشیری فرماتے ہیں: میں نے یہ خبر اپنے شیخ ابو علی دقاق کے ہاتھوں لکھی دیکھی ہے۔

خبر-۱۵

اللہ تعالیٰ اہل جنت کو مخاطب کر کے فرماتا ہے: تم بے خوف مومن ہو اور میں اللہ المؤمن المہیمن ہوں، میں نے اپنے ناموں میں سے تمہارا نام بنایا ہے، نہ تمہیں خوف ہو گا اور نہ تم غمناک ہو گے، تم میرے دوست، میرے ہمسائے، میرے محبوب، میرے منتخب، میرے خاص بندے، میرے اہل محبت اور میرے گھر میں ہو۔

میں نے یہ خبر مواقف (القیامہ) میں نقاش سے روایت کی ہے۔[1]

خَبَرٌ سَادِسَ عَشَرَ

قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا نَزَلَ فِي الثُّلُثِ الْبَاقِي مِنَ اللَّيْلِ أَنَا الْمَلِكُ أَنَا الْمَلِكُ مَنْ ذَا الَّذِي يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ مَنْ ذَا الَّذِي يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ مَنْ ذَا الَّذِي يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ.

رَوَيْتُهُ مِنْ صَحِيحِ مُسْلِمِ بْنِ الْحَجَّاجِ.[2]

---

[1] شیخ اکبر یہ خبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۶۵ میں بھی لائے ہیں۔

[2] یہ حدیث صحیح مسلم (۱۲۶۲) سنن ترمذی (۴۰۸) مسند احمد (۷۱۹۶) المعجم الکبیر للطبرانی (۴۴۲۶) سنن الدارمی (۱۵۳۰) صحیح ابن حبان (۹۲۱) مسند عبد اللہ ابن مبارک (۶۴) مسند الطیالسی (۱۳۷۶) التوحید-ابن خزیمہ (۱۵۴) الزہد و الرقائق لابن مبارک (۹۰۶) النزول للدار قطنی (۱۰) میں مذکور ہے۔

خبر-۱۶

جب اللہ تعالیٰ رات کے آخری تہائی حصے[۱] میں نزول کرتا ہے تو فرماتا ہے: میں بادشاہ ہوں، میں ہی بادشاہ ہوں! کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اس کی طلب پوری کروں۔ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے اور میں اُسے عطا کروں کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے اور میں اُسے بخشوں۔

---

۱ فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۳۴۶ میں فرماتے ہیں: "جان لے کہ آج یہ عالم، جمعیت محمد ﷺ -جب وہ روح اور جسم سے، صورت اور معنی سے ظاہر تھی- کے کھو جانے کے باعث حالت نیند میں ہے، حالت موت میں نہیں۔ اس وقت اس عالم کی روح، یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اس عالم میں اسی جگہ پر ہیں جہاں سوتے وقت انسان کی روح ہوتی ہے۔ اب قیامت تک معاملہ ایسا ہی رہنا ہے اور قیامت والے دن یہ عالم نیند سے بیدار ہو گا۔ ہمارا، حضرت محمد ﷺ کو روح عالم کہنا- جو کہ نفس ناطقہ بھی ہے- ہمیں دیئے گئے کشف، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی کی بنا پر ہے جس میں آپؐ نے فرمایا کہ آپؐ سید الناس (یعنی لوگوں کے سردار ہیں) یہ عالم بھی لوگوں میں سے ہے کیونکہ یہ انسان کبیر ہی ہے اور جیسے کہ اللہ نے انسان میں روح پھونکنے سے قبل اس کے جسم کو درست اور برابر کیا اور پھر اس میں اپنی روح سے روح پھونکی جس سے یہ مکمل انسان بنا ... اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نشأت کے ظہور سے قبل یہ عالم ویسا ہی تھا جیسے کہ ماں کے پیٹ میں کوئی جنین (بچہ) ہوتا ہے ... اور آپؐ کی وفات کے بعد اس عالم کی حالت ایک سوئے ہوئے شخص جیسی ہے اور روز قیامت اس عالم کی حالت ویسی ہو گی کہ یہ نیند سے جاگے گا ... یہ عالم حضور ﷺ کی وفات سے لے کر آج تک تمام کا تمام حالت نیند میں ہے، یہ خود کو ویسا ہی دیکھتا ہے جیسے صورت محمد ﷺ تھی حتی کہ یہ دوبارہ جگایا جائے گا (یعنی قیامت میں زندہ کیا جائے گا)؛ ہم اللہ کے فضل سے، رات کے اُس آخری حصے میں ہیں، جس میں یہ تمام عالم سویا ہوا ہے۔ چونکہ حق تعالیٰ کی تجلی رات کے آخری حصے میں ہوتی ہے اور اس ذات کی تجلی اپنی بہترین صورت پر علوم اور کامل معرفت کے فوائد عطا کرتی ہے کیونکہ یہ (معارف) قریب کی تجلی سے ہیں اور اس کی وجہ اس ذات کا آسمان دنیا پر جلوہ افروز ہونا ہے ⇆
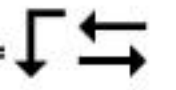
اسی وجہ سے اس امت کے آخری (لوگوں) کا علم ان کے درمیانے اور پہلے لوگوں - یعنی حضور ﷺ کی وفات کے بعد والوں - سے بہتر یعنی زیادہ ہے" اس کے بعد شیخ اکبر نے پہلے والوں اور درمیان والوں کے علم کے بارے میں بتایا ہے پھر فرماتے ہیں: "جب اس رات کا آخری تہائی حصہ شروع ہوا جو کہ ہمارا دور ہے اور یہ اس رات کی فجر ہونے تک یعنی فجر قیامت اور یوم حشر و نشر تک جاری رہے گا اس دور میں یعنی اس رات کے اس تہائی حصے میں حق تعالیٰ نے تجلی کی چنانچہ (اس تجلی کے نتیجے میں) اس ذات نے قلوب کو علوم و معارف و اسرار کا (ایک وافر) حصہ عطا کیا... چنانچہ یہ لوگ علم میں آگے ہیں اور پہلے والے عمل میں بڑھ کر تھے مگر ایمان میں دونوں برابر ہیں۔ اس ایک تہائی رات کی تجلی میں وہ فضیلت ہے جسے پہلے والے یعنی دو تہائی رات والے نہیں پا سکے۔ حالانکہ حدیث میں آیا ہے کہ رب تعالیٰ ہر رات کے آخری تہائی حصے میں نزول کرتا ہے اور فرماتا ہے: "کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے؟ کیا کوئی مغفرت طلب کرنے والا ہے؟ کیا کوئی سوالی ہے؟ یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔ ہم سے پہلے والے اس جزوی رات جس کی روز تجدید ہوتی ہے میں تو ہمارے شریک ہیں مگر اس کی تجلی ختم ہو جانے والی ہے بانسبت اس رات کے جو حضور ﷺ کی وفات سے لے کر قیامت تک پر محیط ہے۔ اس آخری تہائی رات میں پہلے والے ہمارے شریک نہیں پس جب قیامت قائم ہو گی تو اِس رات کی تجلی ختم نہیں ہو گی بلکہ اُس تجلی سے مل جائے گی اور ہمیشہ ہماری آنکھوں کے سامنے رہے گی یوں ہم دنیاوی اور اُخروی، عام و خاص غیر منقطع اور لا محجوب تجلی میں ہیں، جبکہ زمانی راتوں کی تجلی پر طلوع فجر پردہ ڈال دیتی ہے۔ پس ہمیں وہ بھی ملا جو انہیں ان راتوں میں ملا اور ہمیں اس ایک تہائی رات کی نہ ختم ہونے والی تجلی بھی ملی۔ (جلد-۳، ص۱۸۶-۱۸۸)

۱ شیخ اکبر اللہ تعالیٰ کے رات کے آخری تہائی حصے میں نزول کو اس حکم حرکت کے تحت بھی دیکھتے ہیں جس میں تمام موجودات اپنی ذوات کے احکام کے ساتھ جاری ہیں، فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۲۸۵ میں فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رات کے آخری تہائی حصے میں نزول کرتا ہے جبکہ وہ ذات تو عرش پر اس معنی سے مستوی ہے جیسے وہ چاہے؛ ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ (الحدید: ۴) پھر وہ پاک ذات تمہارے ساتھ بھی ہے جہاں تم ہو اور ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ

میں نے یہ خبر صحیح مسلم سے روایت کی ہے۔

خَبَرٌ سَابِعَ عَشَرَ

قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا تَحَدَّثَ عَبْدِی بِأَنْ یَعْمَلَ حَسَنَةً فَأَنَا أَکْتُبُهَا لَهُ حَسَنَةً مَا لَمْ یَعْمَلْ فَإِذَا عَمِلَهَا فَأَنَا أَکْتُبُهَا بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا وَإِذَا تَحَدَّثَ بِأَنْ یَعْمَلَ سَیِّئَةً فَأَنَا أَغْفِرُهَا لَهُ مَا لَمْ یَعْمَلْهَا فَإِذَا عَمِلَهَا فَأَنَا أَکْتُبُهَا لَهُ بِمِثْلِهَا.

رَوَیْتُهُ مِنْ صَحِیحِ مُسْلِمِ بْنِ الْحَجَّاجِ.[1]
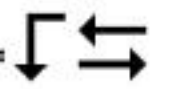
الْوَرِیدِ﴾ (ق:۱۶) ہم تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں، اور وہی عماء (لامکان) میں بھی ہے جس کے نہ اوپر ہوا ہے اور نہ نیچے ہوا ہے۔ اس سب سے تجھے پتہ چلتا ہے کہ انتقالات سے کیا مراد ہے، پس بعض اوقات کسی صفت کے حکم کا کسی دوسری صفت پر ظہور ہوتا ہے؛ ایک حال سے دوسرے حال میں سفر ہوتا ہے، ایک جگہ سے دوسری جگہ میں سفر ہوتا ہے چنانچہ تمام موجودات میں یہ انتقال (یعنی سفر) اپنی ذوات کے حساب سے ہے اور یہ سب حرکت کے حکم تلے ہے اور اسی وجہ سے اللہ فرماتا ہے: ﴿سَنَفْرُغُ لَکُمْ أَیُّهَ الثَّقَلَانِ﴾ (الرحمٰن: ۳۱) اے دونوں گروہوں! ہم عنقریب تمہاری طرف متوجہ ہوں گے اور ﴿کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ﴾ (الرحمٰن: ۲۸) وہ ہر روز کام میں مصروف رہتا ہے۔ (جلد-۲، ص ۶۲۹)

[1] یہ اور اس سے ملتے جلتے متن کے ساتھ یہ حدیث صحیح بخاری (۷۵۰۱) صحیح مسلم (۱۸۵) مسند احمد (۷۸۱۹) المعجم الکبیر للطبرانی (۲۴۰) شعب الایمان البیہقی (۳۴۱) مستخرج أبي عوانہ (۱۸۳) صحیح ابن حبان (۳۸۰) صحیفہ ہمام ابن منبہ (۵۴) اور فتوحات مکیہ کے آخری باب میں مذکور ہے۔

خبر-۱۷

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب میرا بندہ نیکی کرنے کا سوچتا ہے تو جب تک وہ اسے کر نہیں لیتا میں اِسے ایک نیکی لکھتا (جاتا) ہوں[1] اور جب وہ نیکی کر گزرتا ہے تو میں اُس جیسی دس نیکیاں لکھتا ہوں۔

اور جب میرا بندہ برائی کرنے کا سوچتا ہے تو جب تک وہ کر نہیں لیتا میں اسے چھپائے رکھتا ہوں مگر جب وہ برائی کر گزرتا ہے تو میں اسے ایک برائی لکھتا ہوں۔

میں نے یہ حدیث صحیح مسلم سے روایت کی ہے۔

---

[1] شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۵۶۰ میں لکھتے ہیں: کہ اس حدیث میں کلمہ «ما لم یعمل ھا» کا «ما» کلمہ ظرفیہ ہے چنانچہ اس بندے کا نیکی کا عمل کرنے کا سوچے ہوئے جتنا وقت بھی گزرتا جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہر لمحے کے حساب سے اسے ایک نیکی لکھتا جاتا ہے اور اسی وجہ سے اللہ نے فرمایا: ”جب تک کہ وہ اسے کر نہیں لیتا“ اور پھر جب وہ یہ نیکی کر لیتا ہے تو اللہ اس جیسی دس نیکیاں لکھتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ اگر تو یہ نیکی باقی رہنے والی نیکیوں کی قسم میں سے صدقہ جاریہ ہو جیسے کہ کوئی چیز وقف کرنا یا پھر لوگوں میں پھیلایا گیا علم یا کوئی اچھا طریقہ وغیرہ تو اس کا اجر قیامت تک بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح برائی کے بارے میں فرمایا کہ میں اس وقت تک برائی نہیں لکھتا جب تک کہ وہ اسے کر نہیں لیتا چاہے وہ اس مدت میں جتنی بار برائی کا سوچے مگر جب وہ یہ برائی کر لیتا ہے تو میں ایک برائی لکھتا ہوں۔ شیخ فرماتے ہیں رب تعالیٰ نے برائی میں عدل اور نیکی میں فضل اپنایا ہے۔ یہ اس کا یہی قول ہے: ﴿لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ﴾ (یونس:۲۶) جن لوگوں نے نیکیاں کی ان کے لیے بھلائی بھی ہے اور کچھ زیادہ بھی، یہی زیادہ ہونا فضل ہے۔ (جلد-۴، ص ۷۴۴)

خَبَرٌ ثَامِنَ عَشَرَ

قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا ابْنَ آدَمَ خَلَقْتُكَ مِنْ أَجْلِي وَخَلَقْتُ الأَشْيَاءَ مِنْ أَجْلِكَ فَلاَ تَهْتِكْ مَا خَلَقْتُ مِنْ أَجْلِي فِيمَا خَلَقْتُ مِنْ أَجْلِكَ.

رَوَيْتُهُ مِنْ جُزْءِ الرَّبَعِيِّ مَوْقُوفًا عَلَى كَعْبِ الأَحْبَارِ.

خبر-۱۸

اللہ فرماتا ہے: اے ابن آدم! میں نے تجھے اپنے لیے بنایا، اور اشیاء کو تیرے لیے بنایا، پس جو میں نے اپنے لیے بنایا ہے اُسے-جو میں نے تیرے لیے بنایا ہے-میں رسوانہ کر۔[1]

میں نے یہ خبر جز الربعی میں سے کعب الاحبار رضی اللہ عنہ پر موقوف روایت کی ہے۔

---

[1] تدبیرات الٰہیہ، باب نمبر ۵ میں شیخ اکبر نے ایک مثال سے اس حدیث کو واضح کیا ہے، فرماتے ہیں: تجھ جیسے شخص کی طلبِ دنیا، اس کی قربت یا اس سے اِعراض کی مثال ایسی ہی ہے، جیسے ایک شخص نے اپنا منہ سورج کی طرف کیا، یوں اس کا سایہ اس کے پیچھے ہو گا؛ جب وہ سورج کی طرف چلا تو اس کا سایہ بھی اس کے ساتھ ساتھ چلا لیکن اس کے سایے کا صرف وہی حصہ اس سے ملا ہوا اور اسے حاصل ہے جو اس کے پاؤں کے نیچے ہے۔ اگر یہ شخص اپنے سایے کی طرف منہ کرے اور سورج کی طرف پیٹھ کرکے اپنے سایے کو پکڑنے کی کوشش کرے تو وہ اس سایے کو پکڑ نہیں سکتا اور ایسا کرنے کی صورت میں سورج سے خود (کو ملنے والا) حصہ بھی کھو بیٹھے گا۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ فرماتا ہے: ﴿قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا﴾ (الحدید:۱۳) کہا گیا: واپس جاؤ اور وہیں پر روشنی ڈھونڈو۔ اسے سایے کا وہی حصہ ملا جو اس کے قدموں کے نیچے تھا اور یہ حصہ تو اسے سایے کی طرف پیٹھ کرنے کی صورت میں بھی حاصل تھا۔ پس تیری مثال اس شخص کی سی ہے، سورج حق تعالیٰ کا وجود ہے اور سایہ دنیا ہے جو تجھے تیرے قدموں کے نیچے حاصل ہے۔ یہی وہ رزق ہے جو تجھے ہر حال میں ملنا ہے۔

خَبَرٌ تَاسِعَ عَشَرَ

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا ابْنَ آدَمَ كَمَا لاَ أُطَالِبُكَ بِعَمَلِ غَدٍ لاَ تُطَالِبْنِي بِرِزْقِ غَدٍ.

رَوَيْتُهُ مِنْ جُزْءِ الرَّبَعِيِّ كَمَا ذَكَرْنَا مَوْقُوفًا عَلَى كَعْبِ الأَحْبَارِ.[۱]

خبر-۱۹

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! جیسے میں تجھ سے کل کا کام نہیں مانگتا، ویسے ہی تو مجھ سے کل کا رزق نہ مانگ۔

میں نے یہ خبر جز الربعی میں سے کعب الاحبار رضی اللہ عنہ پر موقوف روایت کی ہے۔

خَبَرٌ عِشْرُونَ

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يُخَاطِبُ أَهْلَ الْجَنَّةِ سَلاَمٌ عَلَيْكُمْ يَا مَعْشَرَ عِبَادِيَ الْمُسْلِمِينَ أَنْتُمُ الْمُسْلِمُونَ وَأَنَا السَّلاَمُ دَارِي دَارُ السَّلاَمِ وَسَأُرِيكُمْ وَجْهِي كَمَا سَمِعْتُمْ كَلاَمِي.

رَوَيْتُهُ مِنْ حَدِيثِ النَّقَّاشِ فِي الْمَوَاقِفِ.[۲]

خبر-۲۰

اللہ تعالیٰ اہل جنت سے مخاطب ہو کر فرمائے گا: اے میرے فرمانبردار بندو! تم پر سلامتی ہو، تم مسلمان (بمعنی مطیع) ہو اور میں السلام ہوں، میرا گھر دار السلام ہے میں تمہیں اپنا چہرہ بھی دکھاؤں گا جیسے تم میری آواز سن رہے ہو۔

---

[۱] یہ خبر فتوحات مکیہ کے باب وصیت (۵۶۰) میں درج ہے۔

[۲] یہ خبر فتوحات مکیہ کے باب ۶۵ میں درج ہے۔

میں نے یہ خبر مواقف (القیامہ) میں حدیث نقاش سے روایت کی ہے۔

خَبَرٌ حَادٍ وَعِشْرُونَ

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا ابْنَ آدَمَ لِي عَلَيْكَ فَرِيضَةٌ وَلَكَ عَلَيَّ رِزْقٌ إِنْ خُنْتَنِي فِي فَرِيضَتِي لَمْ أَخُنْكَ فِي رِزْقِكَ عَلَى مَا كَانَ مِنْكَ.

رَوَيْتُهُ مِنْ جُزْءِ الرَّبَعِيِّ مَوْقُوفًا عَلَى كَعْبِ الأَحْبَارِ.

خبر-۲۱

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تجھ پر میرے فرائض ہیں اور مجھ پر تیرا رزق ہے۔ اگر تو نے میرے فرائض کی ادائیگی میں خیانت بھی کی تب بھی میں تیرے رزق میں جتنا وہ ہے تجھ سے خیانت نہیں کروں گا۔

میں نے یہ خبر جز الربعی میں سے کعب الاحبار رضی اللہ عنہ پر موقوف روایت کی ہے۔

خَبَرٌ ثَانٍ وَعِشْرُونَ

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا ابْنَ آدَمَ صَلِّ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي أَوَّلِ النَّهَارِ أَكْفِكَ آخِرَهُ.

رَوَيْتُهُ مُسْنَدًا مِنْ كِتَابِ النَّسَائِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَرَضِيَ عَنْهُ.[1]

---

[1] یہ حدیث سنن نسائی (۴۶۷) معرفہ الصحابہ لابی نعیم (۲۸۲۸) مسند الشامین للطبرانی (۲۸۴) اور فتوحات مکیہ میں درج ہے۔

خبر-۲۲

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! دن کے پہلے حصے میں چار رکعتیں پڑھ میں اس (دن) کے آخر تک تیری کفایت کروں گا۔

میں نے یہ (حدیث) کتاب نسائی سے مسنداً روایت کی ہے۔

خَبَرٌ ثَالِثٌ وَعِشْرُونَ

قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا ابْنَ آدَمَ أَنَّى تُعْجِزُنِي وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ مِثْلِ هَذِهِ حَتَّى إِذَا سَوَّيْتُكَ وَعَدَّلْتُكَ مَشَيْتَ بَيْنَ بُرْدَيْنِ وَلِلأَرْضِ مِنْكَ وَئِيدٌ يَعْنِي صَوْتًا ثُمَّ جَمَعْتَ وَمَنَعْتَ حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ قُلْتَ أَتَصَدَّقُ وَأَنَّى أَوَانُ صَدَقَةٍ.

رَوَيْتُهُ مِنْ حَدِيثِ أَسَدِ بْنِ مُوسَى.[۱]

خبر-۲۳

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو کیسے مجھے عاجز کر سکتا ہے جبکہ میں نے تجھے اس جیسی (چیز) سے بنایا؟ حتی کہ جب میں تجھے برابر کر چکا اور اعتدال پر لا چکا تو اب تُو اِترا کر چلتا ہے، زمین تیرے سبب آواز کرتی ہے۔ پھر تو نے (مال) جمع کیا اور روکے رکھا حتی کہ جب جان گلے تک آ پہنچی تو اب تُو کہتا ہے کہ میں صدقہ کرتا ہوں! یہ کیا صدقے کا وقت ہے؟

میں نے یہ اسد بن موسی کی حدیث (یعنی سند) سے روایت کی ہے۔

---

[۱] یہ اور اس سے ملتا جلتا متن سنن ابن ماجہ (۲۶۹۸) مسند احمد (۱۷۱۷۰) مستدرک حاکم (۳۸۱۴) شعب الایمان البیہقی (۳۳۱۸) التوحید ابن مندہ (۸۸) السلسلہ الصحیحہ مختصرہ- شیخ البانی (۱۰۹۹) اور فتوحات مکیہ میں آیا ہے۔

خَبَرٌ رَابِعٌ وَعِشْرُونَ

ابْنَ آدَمَ إِنْ تَبْذُلِ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَكَ وَإِنْ تُمْسِكْهُ شَرٌّ لَكَ وَلاَ تُلاَمُ عَلَى كَفَافٍ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى.

رَوَيْتُهُ مِنَ الْمُسْنَدِ الصَّحِيحِ لِمُسْلِمِ بْنِ الْحَجَّاجِ.[۱]

وَلَمْ يَقُلْ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا أَحْدَثَ عَبْدِى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ فَقَدْ جَفَانِي وَإِذَا تَوَضَّأَ وَلَمْ يُصَلِّ فَقَدْ جَفَانِي وَإِذَا صَلَّى وَلَمْ يَدْعُنِي فَقَدْ جَفَانِي وَإِذَا دَعَانِي وَلَمْ أُجِبْهُ فَقَدْ جَفَوْتُهُ وَلَسْتُ بِرَبٍّ جَافٍ وَلَسْتُ بِرَبٍّ جَافٍ وَلَسْتُ بِرَبٍّ جَافٍ.

رَوَيْتُهُ مَوْقُوفًا عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ خَمِيسٍ الْكِنَانِيِّ عُرِفَ بِجَرَّاحٍ.

خبر-۲۴

اے ابن آدم! اگر تو زائد مال میں سخاوت کرے تو یہ تیرے لیے ہی بہتر ہے اور اگر تو اس کو روکے رکھے تو یہ تیرے لیے ہی نقصان دہ ہے۔ اگر تیرے پاس ضرورت سے زائد نہ ہو تو کوئی ملامت نہیں، پہلے اپنے اہل و عیال سے شروع کر، اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

میں نے حدیث صحیح مسلم کی سند سے روایت کی ہے۔

اور آپؒ نے یہ ذکر نہیں کیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب میرے بندے کا وضو ٹوٹا اور اُس نے وضو نہ کیا تو اُس نے میرے ساتھ جفا کی، اور جب اُس نے وضو کیا اور نماز نہ پڑھی تو میرے

---

[۱] یہ اور اس سے ملتے جلتے متن کے ساتھ یہ حدیث مؤطا امام مالک (۱۵۸۶) صحیح بخاری (۱۳۳۸) صحیح مسلم (۱۷۲۷) سنن أبو داود (۱۴۰۵) سنن ترمذی (٦١٦) مسند احمد (۴۲۴۴) صحیح ابن حبان اور دیگر بہت سے کتب حدیث میں وارد ہوئی ہے۔ شیخ البانی نے سلسلہ الصحیحہ میں اس متن کو "صحیح" قرار دیا ہے۔

ساتھ جفا کی، اور اگر نماز پڑھی مگر مجھ سے دعا نہ کی تو میرے ساتھ جفا کی، اور اگر اُس نے دعا کی اور میں نے پوری نہ کی تو میں نے اُس کے ساتھ جفا (بے وفائی) کی۔ میں بے وفا رب نہیں، میں بے وفا رب نہیں، میں بے وفا رب نہیں۔[۱]

میں نے یہ خبر عبداللہ بن خمیس الکنانی جو کہ جراح کے نام سے معروف ہیں پر موقوف روایت کی ہے۔

خَبَرٌ خَامِسٌ وَعِشْرُونَ

قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا ابْنَ آدَمَ لاَ تَخَافَنَّ فَوْتَ الرِّزْقِ مَا دَامَتْ خَزَائِنِي مَمْلُوءَةً وَخَزَائِنِي مَمْلُوءَةٌ لاَ تَنْفَدُ أَبَدًا.

رَوَيْتُهُ مِنْ جُزْءِ الرَّبَعِيِّ.

خبر-۲۵

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! رزق کی کمی کا اندیشہ اُس وقت تک مت کریں جب تک میرے خزانے بھرے ہوئے ہیں، اور میرے خزانے ایسے بھرے ہوئے ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوں گے۔

---

[۱] فتوحات مکیہ باب ۵۶۰ میں فرماتے ہیں: «وصية إلهية فيها لطف، حدثني بها موسى بن محمد القرظي بمكة والضياء عبد الوهاب ابن سكينة ببغداد عند اجتماعي به برباطه». یہ حدیث ہمیں موسی بن محمد القرظی نے مکہ اور ضیا عبد الوہاب ابن سکینہ نے بغداد میں اپنے آستانے میں سنائی۔ واضح رہے کہ شیخ اکبر «مشكاة الأنوار» کی تالیف کے دو سال بعد سن ۶۰۱ ہجری اور سن ۶۰۸ ہجری میں بغداد گئے تھے۔ وہاں آپ نے شیخ ابن سکینہ سے علم حدیث اخذ کیا اور شیخ ابن سکینہ نے آپ سے علم تصوف اخذ کیا۔

میں نے یہ خبر جز الربعی سے روایت کی ہے۔

خَبَرٌ سَادِسٌ وَعِشْرُونَ

قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يُخَاطِبُ أَهْلَ الْجَنَّةِ فِي كَلاَمٍ يَقُولُ لَهُمْ فَإِذَا تَجَلَّيْتُ لَكُمْ وَكَشَفْتُ عَنْ وَجْهِيَ الْحُجُبَ فَاحْمَدُونِي وَادْخُلُوا إِلَى دَارِي غَيْرَ مَحْجُوبِينَ عَنِّي بِسَلاَمٍ آمِنِينَ.

رَوَيْتُهُ مِنْ جُزْءِ الرَّبَعِيِّ مِنْ حَدِيثِ النَّقَّاشِ.

خبر-۲۶

اللہ عز و جل اہل جنت کو مخاطب کر کے یوں کلام فرماتا ہے: جب میں تم پر تجلی کروں اور اپنے چہرے سے حجاب اٹھا دوں تو میری تعریف کرنا۔ میرے گھر میں مجھ سے بلاحجاب امن اور سلامتی سے داخل ہو جاؤ۔

میں نے یہ خبر جز الربعی میں حدیث نقاش سے روایت کی ہے۔

خَبَرٌ سَابِعٌ وَعِشْرُونَ

قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا ابْنَ آدَمَ لاَ تَخَافَنَّ مِنْ ذِي سُلْطَانٍ مَا دَامَ سُلْطَانِي بَاقِيًا وَسُلْطَانِي بَاقٍ لاَ يَبِيدُ أَبَدًا.

رَوَيْتُهُ مِنْ جُزْءِ الرَّبَعِيِّ.[1]

[1] یہ خبر ابن رجب الحنبلی کی «جامع العلوم والحکم بشرح خمسین حدیثا من جوامع الکلم» اور فتوحات مکیہ کے باب ۵۶۰ میں درج ہے۔

خبر-۲۷

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! جب تک میری حکمرانی باقی ہے کسی حکمران سے خوف مت کھائیں۔ اور میری حکمرانی تو ہمیشہ رہنے والی ہے یہ کبھی ختم نہیں ہو گی۔

میں نے یہ خبر جزء الربعی سے روایت کی ہے۔

خَبَرٌ ثَامِنٌ وَعِشْرُونَ

قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا ابْنَ آدَمَ لاَ تَأْمَنْ مَكْرِي حَتَّى تَجُوزَ عَلَى الصِّرَاطِ وَقَالَ تَعَالَى ﴿فَلاَ يَأْمَنُ مَكْرَ اللهِ إِلاَّ الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ﴾ (الأعراف: ٩٩).

رَوَيْتُهُ مِنْ جُزْءِ الرَّبَعِيِّ.[۱]

خبر-۲۸

اللہ عز و جل فرماتا ہے: اے ابن آدم! میرے مکر[۲] سے اُس وقت تک بے خوف نہ ہوئیں جب تک کہ تو (پل) صراط پار نہ کر لے اور اللہ فرماتا ہے: ﴿اللہ کے مکر سے صرف نقصان اٹھانے والے ہی بے خوف رہتے ہیں﴾ (الاعراف:۹۹)[۱]

---

[۱] یہ خبر ابن رجب الحنبلی کی «جامع العلوم والحكم بشرح خمسين حديثا من جوامع الكلم» اور فتوحات مکیہ کے باب ۵۶۰ میں درج ہے۔

[۲] شیخ اکبر فتوحات مکیہ باب نمبر ۲۳۱ میں فرماتے ہیں: جان لے کہ اہل اللہ کے نزدیک مکر سے مراد (اللہ کی) مخالفت کے ہوتے ہوئے بھی نعمتوں کا نزول، بے ادبی کا مرتکب ہوتے ہوئے بھی حال کا باقی رہنا اور بغیر کسی وجہ اور حد کے نشانیوں کا ظہور ہی ہے۔ یہ بھی جان لے کہ ہمارے نزدیک بندے کے ساتھ مکر یہی ہے کہ بندے کو وہ علم تو دیا جائے جو عمل کا تقاضا کرتا ہو مگر اسے عمل سے محروم رکھا جائے، اسے عمل تو دیا جائے مگر اسے اس عمل میں اخلاص سے محروم رکھا جائے۔ اگر تو خود میں یا

⇆↵

کسی دوسرے میں یہ نشانیاں دیکھے تو جان جا کہ اس شخص کے ساتھ مکر کیا جا رہا ہے۔ میں نے شہر بغداد میں سن ۶۰۸ ہجری کی ایک رات یہ دیکھا کہ گویا آسمان کے دروازے کھولے گئے ہیں اور مکر الٰہی کے خزانے ایک بارش کی طرح برس رہے ہیں اور ایک فرشتہ بتا رہا ہے کہ آج رات مکر میں سے کیا کیا نازل ہوا ہے۔ میں گھبرا کے جاگ گیا اور میں نے اس سب سے بچنے کے لیے غور کیا تو مجھے سلامتی صرف میزان شریعت میں ہی نظر آئی۔ جب اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اور اسے مصیبت مکر سے محفوظ رکھتا ہے تو ایسا شخص میزان شریعت کو اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ (جلد-۲، ص ۵۲۹)

ا شیخ اکبر فتوحات مکیہ باب نمبر ۷۰ میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا مکر، اُس کا عدل اور فضل یہ ہے کہ اس نے لوگوں کو بتایا، ان کا فائدہ کس چیز میں ہے؛ یہ تو اس کا فضل ہوا۔ جہاں تک اس کے عدل اور مکر کا تعلق ہے تو وہ ان کے ساتھ انہی کی صفات جیسا معاملہ کرتا ہے۔ عارفین، اس مقام پر-اپنے نفسوں کے احوال اور جو کچھ اللہ کی طرف سے انہیں ظاہر اور باطن میں ملتا ہے پر- نظر رکھتے ہیں، پھر اس کا موازنہ رحمٰن کے وضع کردہ میزان سے کرتے ہیں تا کہ میزانِ عدل قائم رہے اور اس میں کوئی کمی بیشی نہ ہو۔ اگر تو دونوں پلڑے برابر ہو جائیں تو یہی درست علم ہے لیکن اگر عطا کا پلڑا، حال کے پلڑے سے بڑھ جائے تو حال میں غور کر۔ اگر حال شرع سے تعریف یافتہ ہے تو یہ (عطا) جلد ملنے والا صلہ یا مزید فضل ہے لیکن اگر حال زبانِ شرع میں قابل مذمت ہے تو یہی اللہ کا مکر ہے۔ تیسری صورت میں اگر حال قابل تعریف اور قابل مذمت نہیں تو یہ اللہ کا عدل ہے جو اس کے فضل کی طرف لوٹے گا؛ وہ یوں کہ اگر اس بندے نے اس عطا پر اللہ کا شکر ادا کیا اور اس عطا کے بعد نیک اعمال کرنا شروع کر دیئے، لیکن اگر اس بندے نے اس عطا میں اللہ کی نافرمانی والے اعمال کیے تو یہ مکر خفی کی طرف لوٹے گا۔ اگر اسے توبہ اور استغفار کی توفیق دے دی گئی اور یہ پہلی عطا مکر الٰہی ہی تھی تو پھر دو باتیں ہی ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اپنا معاملہ ٹھیک کر لے اور دوسرا یہ کہ اسی حالت پر باقی رہے۔ اگر وہ اسی حالت پر باقی رہا تو یہ مکر پر ایک اور مکر ہوا لیکن اگر اس نے اپنی حالت درست

میں نے یہ حدیث جزء الربعی سے روایت کی ہے۔

خَبَرٌ تاسِعٌ وَعِشْرُونَ

قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي كَلاَمٍ يَقُولُهُ لأَهْلِ الْجَنَّةِ رِدُوا عَلَيَّ فَاجْلِسُوا حَوْلِي حَتَّى تَنْظُرُوا إِلَيَّ وَتَرَوْنِي مِنْ قَرِيبٍ فَأُتْحِفَكُمْ بِتُحَفِي وَأُجِيزَكُمْ بِجَوَائِزِي وَأَحُفَّكُمْ بِنُورِي وَأُغَشِّيَكُمْ بِجَمَالِي وَأَهَبَ لَكُمْ مِنْ مُلْكِي.

رَوَيْتُهُ مِنْ حَدِيثِ النَّقَّاشِ فِي الْمَوَاقِفِ.

خبر-۲۹

اللہ عزوجل اہل جنت سے یوں کلام کرے گا: میرے پاس لوٹ آؤ اور میرے آس پاس بیٹھ جاؤ یہاں تک کہ تم قریب سے مجھے دیکھو اور میں اپنے تحفوں اور انعام و اکرام میں سے تمہیں کچھ بخشوں، اپنے نور سے تمہیں گھیر لوں، اپنے جمال سے تمہیں ڈھانپ لوں اور اپنی بادشاہت سے تمہیں عطا کروں۔

میں نے یہ خبر مواقف (القیامہ) میں حدیث نقاش سے روایت کی ہے۔

خَبَرٌ ثَلاَثُونَ

قَالَ اللهُ تَعَالَى إِنَّمَا أَتَقَبَّلُ الصَّلاَةَ مِمَّنْ تَوَاضَعَ لِعَظَمَتِي وَلَمْ يَسْتَطِلْ عَلَى خَلْقِي وَلَمْ يَبِتْ مُصِرًّا عَلَى مَعْصِيَتِي وَقَطَعَ نَهَارَهُ فِي ذِكْرِي وَرَحِمَ الْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالأَرْمَلَةَ

کر لی تو یہی اللہ کا فضل ہے اور اس کے بعد اس حال پر اس پر سے حکم مکر ختم ہو جائے گا۔ (جلد-۱، ص۵۸۱)

وَرَحِمَ الْمُصَابَ ذَلِكَ نُورُهُ كَنُورِ الشَّمْسِ أَكْلَؤُهُ بِعِزَّتِي وَأَسْتَحْفِظُهُ بِمَلاَئِكَتِي وَأَجْعَلُ لَهُ فِي الظُّلْمَةِ نُورًا وَفِي الْجَهَالَةِ حِلْمًا وَمَثَلُهُ فِي خَلْقِي كَمَثَلِ الْفِرْدَوْسِ فِي الْجَنَّةِ.

رَوَيْتُهُ مِنْ مُسْنَدِ الْبَزَّارِ.[۱]

خبر-۳۰

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اُسی کی نماز قبول کرتا ہوں جو میری عظمت کے آگے جھک جائے، جو میری مخلوق پر حق نہ جتلائے اور میری نافرمانی پر مُصِرّ رہتا ہوا رات نہ گزارے، جو اپنا دن میرے ذکر میں گزارے، مسکین، مسافر، بیوہ اور تکلیف میں مبتلا پر رحم کرے۔ اس کا نور سورج کے نور جیسا ہے۔ میں اپنی عزت سے اس کو محفوظ رکھوں گا، اپنے فرشتوں سے اس کی حفاظت کروں گا، اس کے لیے اندھیرے میں روشنی کروں گا اور جہالت میں حِلم (بردباری) کروں گا میری مخلوق میں اس کی مثال ویسی ہی ہے جیسے کہ جنت میں فردوس کی مثال ہے۔

میں نے یہ خبر مسند بزار سے روایت کی ہے۔

خَبَرٌ حَادٍ وَثَلاَثُونَ

قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَقَدْ قَالَتِ الْمَلاَئِكَةُ يَا رَبِّ ذَاكَ عَبْدُكَ يُرِيدُ أَنْ يَعْمَلَ سَيِّئَةً وَهْوَ أَبْصَرُ بِهِ فَقَالَ سُبْحَانَهُ ارْقُبُوهُ فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوهَا لَهُ بِمِثْلِهَا وَإِنْ تَرَكَهَا فَاكْتُبُوهَا لَهُ حَسَنَةً إِنَّهُ إِنَّمَا تَرَكَهَا مِنْ جَرَّايَ.

رَوَيْتُهُ مِنْ شَرْحِ السُّنَّةِ لِلْبَغَوِيِّ وَخَرَّجَهُ مُسْلِمٌ.[۱]

---

[۱] یہ خبر مسند بزار سے مجمع الزوائد و منبع الفوائد کے مصنف امام الہیثمی نے روایت کی ہے۔ شیخ البانی نے مسند بزار کی سند سے اس روایت کو ضعیف (یعنی ناقابل قبول) قرار دیا ہے۔ (السلسلة الضعيفة)

خبر-۳۱

اللہ عز و جل فرماتا ہے:-جب فرشتوں نے کہا: یا رب! تیرا یہ بندہ برائی کرنا چاہتا ہے، (حالانکہ) رب بہتر دیکھنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِس کی نگرانی کرو، اگر وہ یہ برائی کرے تو ایک برائی لکھ لینا اور اگر وہ یہ برائی نہ کرے تو ایک نیکی لکھ لینا کیونکہ اُس نے صرف میری خاطر یہ برائی نہیں کی۔

میں نے یہ خبر بغوی کی کتاب شرح السنۃ سے روایت کی ہے جو صحیح مسلم میں مذکور ہے۔

خَبَرٌ ثَانٍ وَثَلاَثُونَ

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلْمَلاَئِكَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي عَرْضِ الأَعْمَالِ انْظُرُوا فِي صَلاَةِ عَبْدِي أَتَمَّهَا أَوْ نَقَصَهَا فَإِنْ كَانَتْ تَامَّةً كُتِبَتْ لَهُ تَامَّةً وَإِنْ كَانَ انْتَقَصَ مِنْهَا شَيْئًا قَالَ سُبْحَانَهُ انْظُرُوا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ وَقَالَ أَكْمِلُوا لِعَبْدِي فَرِيضَتَهُ مِنْ تَطَوُّعِهِ قَالَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ ثُمَّ تُؤْخَذُ الأَعْمَالُ عَلَى ذَاكُمْ.

رَوَيْتُهُ مِنْ كِتَابِ الصَّلاَةِ عَنْ مُؤَلِّفِهِ إِمْلاَءً مِنْهُ عَلَيْنَا فِي مَجَالِسَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَنَضَّرَ وَجْهَهُ.[۲]

---

[۱] یہ حدیث صحیح مسلم (۱۸۵) مسند احمد (۷۸۷۲) مستخرج ابی عوانہ (۱۸۵) اسماء وصفات-البیہقی (۱۲۰) الایمان-ابن مندہ (۳۸۰) کنز العمال، جامع العلوم والحکم-ابن رجب الحنبلی، احیاء علوم الدین-امام غزالی اور دیگر کتب میں مذکور ہے۔ شیخ البانی نے اپنی تحقیق کے مطابق اس متن کو صحیح قرار دیا ہے۔ (صحیح وضعیف جامع الصغیر)

[۲] اس سے ملتے جلتے متن سے یہ حدیث سنن ابو داود (۷۳۳) مسند احمد (۹۱۳۰) مستدرک حاکم (۹۶۵) المعجم الکبیر-الطبرانی (۹۵۶) شعب الایمان-البیہقی (۳۱۳۶) مسند ابی یعلی الموصلی (۶۰۶۹) مسند عبد

خبر-۳۲

اللہ تعالیٰ فرشتوں سے قیامت والے دن اعمال پیش کیے جاتے وقت کہے گا: میرے بندے کی نماز کو دیکھو، کیا اس نے پوری کی یا اس میں کمی کی۔ اگر یہ مکمل ہوئی تو مکمل لکھی جائے گی اور اگر اس میں کچھ کمی ہوئی تو اللہ فرمائے گا دیکھو میرے بندے کے کچھ نفل وغیرہ ہیں، اور فرمائے گا: میرے بندے کے فرائض اُس کے نوافل سے پورے کر لو۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا، پھر باقی اعمال بھی اسی (معیار) پر قبول کیے جائیں گے۔

میں نے یہ خبر کتاب الصلاۃ کے مؤلف سے روایت کی اور آپؒ نے یہ خبر مجالس میں ہمیں املا کروائی، اللہ آپ پر رحمت فرمائے اور آپ کا چہرہ روشن کرے۔

خَبَرٌ ثَالِثٌ وَثَلاَثُونَ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى ابْنَ آدَمَ وَهَصَتْكَ ثَلاَثُ وَهَصَاتٍ الْفَقْرُ وَالْمَرَضُ وَالْمَوْتُ وَمَعَ ذَلِكَ إِنَّكَ وَثَّابٌ.

رَوَيْتُهُ عَنْ مُوسَى بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الْوَهَّابِ ابْنِ سُكَيْنَةَ قَالَ مُوسَى وَأَسْنَدَهُ عَبْدُ الْوَهَّابِ حَتَّى بَلَغَ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ يُخْبِرُ بِهِ عَنِ اللّٰهِ أَنَّهُ قَالَهُ.

خبر-۳۳

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم تیری بربادی تین (چیزوں میں) ہے:

اللہ بن مبارک (۴۰) اور دیگر کتب حدیث میں مذکور ہے۔ امام الذہبی نے تعلیق علی مستدرک حاکم میں اور شیخ البانی نے صحیح و ضعیف سنن ابی داود میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔ شیخ اکبر نے فتوحات مکیہ میں اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

۱-فقر ۲-مرض ۳-موت

اور ان کے ہوتے ہوئے بھی تو اچھلتا ہے۔

میں نے یہ حدیث موسیٰ بن محمد سے انہوں نے عبدالوہاب ابن سکینہ سے روایت کی ہے، موسیٰ نے مجھے بتایا: عبدالوہاب نے یہ خبر حضور اکرم ﷺ تک سند سے بیان کی تھی اور آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے روایت کی تھی۔

خَبَرٌ رَابِعٌ وَثَلاَثُونَ

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلَّذِى يُهِلُّ بِالْحَجِّ وَمَالُهُ حَرَامٌ فَيَقُولُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ فَيَقُولُ اللّٰهُ لَهُ لاَ لَبَّيْكَ وَلاَ سَعْدَيْكَ حَتَّى تُلْقِيَ مَا فِي يَدَيْكَ.

رَوَيْتُهُ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ سَمِعْتُهُ مِنْهُمْ لَمْ يُسْنِدْهُ أَحَدٌ مِنْهُمْ وَلاَ أَوْقَفَهُ وَلاَ رَفَعَهُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ.

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالَى لِمُوسَى عَلَيْهِ السَّلاَمُ إِنِّى أُعَلِّمُكَ خَمْسَ كَلِمَاتٍ وَهُنَّ عِمَادُ الدِّينِ مَا لَمْ تَعْلَمْ أَنْ قَدْ زَالَ مُلْكِي فَلاَ تَتْرُكْ طَاعَتِي وَمَا لَمْ تَعْلَمْ أَنَّ خَزَائِنِي قَدْ نَفِدَتْ فَلاَ تَهْتَمَّ بِرِزْقِكَ وَمَا لَمْ تَعْلَمْ أَنَّ عَدُوَّكَ قَدْ مَاتَ فَلاَ تَأْمَنْ فَاجِئَتَهُ وَلاَ تَدَعْ مُحَارَبَتَهُ وَمَا لَمْ تَعْلَمْ أَنِّى قَدْ غَفَرْتُ لَكَ فَلاَ تَعِبِ الْمُذْنِبِينَ وَمَا لَمْ تَدْخُلْ جَنَّتِي فَلاَ تَأْمَنْ مَكْرِى.

حَدَّثَنِي بِهِ يُونُسُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدٍ الطَّائِيِّ عَنْ أَبِي عَلِيٍّ الْبَيْهَقِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ الصَّابُونِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْهَرَوِيِّ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ مُوسَى السِّمْسَارِ عَنْ جَعْفَرٍ الصَّائِغِ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنْ جَرِيرٍ مَوْقُوفًا.[1]

---

[1] یہ خبر فتوحات مکیہ کے باب وصیت ۵۶۰ میں درج ہے۔

خبر-۳۴

اللہ تعالیٰ اُس شخص سے، جو حج میں بلند آواز سے تسبیح پڑھتا ہے- جبکہ اس کا مال حرام کا ہے-اور کہتا ہے: «لبيك وسعديك» میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: نہ کوئی حاضری ہے اور نہ ہی کوئی خدمت، جب تک کہ تو اس (حرام مال) سے دست بردار نہ ہو۔

میں نے یہ خبر اہل علم کی ایک ایسی جماعت سے سنی اور روایت کی جن میں سے کسی نے بھی اسے سند سے موقوف یا مرفوع روایت نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: میں تجھے پانچ ایسے کلمات سکھاتا ہوں جو دین کا ستون ہیں۔

جب تک تجھے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ میری (یعنی اللہ کی) بادشاہت ختم ہو گئی ہے اُس وقت تک میری اطاعت نہ چھوڑ۔ جب تک تجھے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ میرے خزانے ختم ہو گئے ہیں، اس وقت تک رزق کی فکر نہ کر۔ جب تک تجھے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ تیرا دشمن (شیطان) مر چکا ہے اُس وقت تک اس کے حملوں سے بے خوف نہ ہو اور اُس سے جنگ بندی نہ کر۔ جب تک تجھے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ میں نے تجھے بخش دیا اُس وقت تک گناہ گاروں کو تنقید کا نشانہ نہ بنا۔ جب تک تو میری جنت میں داخل نہ ہو جائے اُس وقت تک میرے مکر سے بے خوف مت رہ۔

میں نے یہ خبر یونس بن یحییٰ کی سند سے اسماعیل بن جریرؒ پر موقوف روایت کی ہے۔

خَبَرٌ خَامِسٌ وَثَلَاثُونَ

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مُخَيِّرًا لِنَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنْ شِئْتَ نَبِيًّا عَبْدًا وَإِنْ شِئْتَ نَبِيًّا مَلِكًا فَأَوْمَى إِلَيْهِ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْ تَوَاضَعْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَ ذٰلِكَ نَبِيًّا عَبْدًا.

رَوَيْتُهُ مِنْ دَرَجَاتِ التَّائِبِينَ لِإِسْمَاعِيلَ الْهَرَوِيِّ رَحِمَهُ اللهُ.[1]

خبر-۳۵

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو یہ اختیار دیا کہ اگر آپ چاہیں تو غلام نبی بنیں اور اگر چاہیں تو بادشاہ نبی بنیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپؐ کو عاجزی اختیار کرنے کا اشارہ کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: (مجھے) غلام نبی (بننا منظور ہے)۔

میں نے یہ خبر اسماعیل ہروی کی کتاب درجات التائبین سے روایت کی ہے۔

خَبَرٌ سَادِسٌ وَثَلَاثُونَ

قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مَنْ أَهَانَ لِي وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَنِي بِالْمُحَارَبَةِ.

---

[1] یہ حدیث اس سے ملتے جلتے متن کے ساتھ السنن الکبری-البیہقی، مصنف عبد الرزاق (۵۲۴۵) المعجم الکبیر للطبرانی (۱۰۵۳۸) المعجم الاوسط - طبرانی (۱۳۱۷) مسند ابی یعلی الموصلی (۴۷۹۵) شرح السنہ البغوی، الزہد والرقائق-ابن مبارک، مجمع الزوائد-الہیثمی، فتح الباری، احیاء علوم الدین اور حلیہ الاولیاء میں مذکور ہے جبکہ لفظ "عبداً رسولا" کے ساتھ یہی متن مسند احمد (۶۸۶۳) مسند ابی یعلی الموصلی (۵۹۷۱) صحیح ابن حبان (۶۴۷۱) اور مجمع الزوائد میں مذکور ہے۔ اس کا دوسرا متن درج ذیل ہے:
«جَلَسَ جِبْرِيلُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ فَإِذَا مَلَكٌ يَنْزِلُ فَقَالَ جِبْرِيلُ إِنَّ هَذَا الْمَلَكَ مَا نَزَلَ مُنْذُ يَوْمِ خُلِقَ قَبْلَ السَّاعَةِ فَلَمَّا نَزَلَ قَالَ يَا مُحَمَّدُ أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ رَبُّكَ قَالَ أَفَمَلِكًا نَبِيًّا يَجْعَلُكَ أَوْ عَبْدًا رَسُولًا قَالَ جِبْرِيلُ تَوَاضَعْ لِرَبِّكَ يَا مُحَمَّدُ قَالَ بَلْ عَبْدًا رَسُولًا». (مسند أحمد) شیخ البانی نے "عبداً رسولاً" والی سند سے حدیث کو صحیح اور "نبیاً عبداً" والی سند سے ضعیف قرار دیا ہے جبکہ معنی میں کوئی خاص فرق نہیں ہے کیونکہ آپؐ نبی بھی ہیں اور رسول بھی ہیں۔(السلسلة الصحيحة)

رَوَيْتُهُ مِنْ دَرَجَاتِ التَّائِبِينَ وَغَيْرِهِ.[۱]

خبر–۳۶

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس نے میرے (کسی) دوست (ولی) کی اہانت[۲] کی اُس نے مجھے جنگ کے لیے للکارا۔

میں نے یہ خبر درجات التائبین اور دیگر کتب سے روایت کی ہے۔

خَبَرٌ سَابِعٌ وَثَلاَثُونَ

قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَحَبُّ عِبَادَةِ عَبْدِى إِلَيَّ النَّصِيحَةُ.

رَوَيْتُهُ مِنْ دَرَجَاتِ التَّائِبِينَ وَمَقَامَاتِ الْقَاصِدِينَ لِلْهَرَوِيِّ.[۳]

---

۱ یہ خبر اس سے ملتے جلتے متن کے ساتھ المعجم الکبیر–الطبرانی (۷۸۰۰) المعجم الاوسط–الطبرانی (۶۲۰) مسند الشہاب القضاعی (۱۳۳۴) المجالسہ و جواہر العلم (۱۸۹۴) شرح السنہ–البغوی، الزہد–امام احمد بن حنبل، الاولیاء–ابن ابی دنیا، مجمع الزوائد، کنز العمال، الرسالہ القشیریہ، حلیہ اولیاء میں مذکور ہے۔ شیخ البانی نے اس متن کو ضعیف جداً قرار دیا ہے مگر صحیح بخاری کے متن «مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا، فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ» کے تحت اسے "صحیح لغیرہ" کا درجہ دیا ہے کیونکہ دونوں متون کے معانی میں مماثلت واضح ہے۔

۲ توہین، تذلیل، بے عزتی، حقارت۔

۳ یہ خبر ابن عساکر، جامع الاحادیث (۷۲۹۱) التوبیخ والتنبیہ–ابی شیخ الاصبہانی، کنز العمال اور فتوحات مکیہ میں مذکور ہے۔

خبر-۳۷

میرے بندے کی میرے نزدیک سب سے محبوب عبادت نصیحت ہے۔

میں نے یہ خبر اسماعیل ہروی کی کتاب درجات التائبین اور مقامات القاصدین سے روایت کی ہے۔

خَبَرٌ ثَامِنٌ وَثَلاَثُونَ

قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يُخَاطِبُ أَهْلَ الْجَنَّةِ أَنَا رَبُّكُمُ الَّذِي كُنْتُمْ تَعْبُدُونِي وَلَمْ تَرَوْنِي وَتَدْعُونِي وَتُحِبُّونِي وَتَخَافُونِي فَوَعِزَّتِي وَجَلاَلِي وَعُلُوِّي وَكِبْرِيَائِي وَبَهَائِي وَسَنَائِي إِنِّي عَنْكُمْ رَاضٍ وَإِنِّي أُحِبُّكُمْ وَأُحِبُّ مَا تُحِبُّونَ وَلَكُمْ عِنْدِي مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَتَلَذُّ أَعْيُنُكُمْ وَلَكُمْ عِنْدِي مَا تَدَّعُونَ وَمَا شِئْتُمْ وَكُلَّ مَا شِئْتُمْ أَشَاءُ فَسَلُونِي وَلاَ تَحْتَشِمُوا وَلاَ تَسْتَحْيُوا.

رَوَيْتُهُ مِنْ حَدِيثِ الْمَوَاقِفِ لِلنَّقَّاشِ.

خبر-۳۸

اللہ تعالیٰ اہل جنت کو مخاطب کر کے کہتا ہے: میں تمہارا رب ہوں جس کی تم عبادت کرتے تھے جبکہ تم نے مجھے دیکھا تک نہ تھا، تم مجھے پکارتے تھے، مجھ سے محبت رکھتے تھے اور مجھ سے ہی خوف کھاتے تھے۔ پس قسم ہے مجھے اپنی عزت، اپنے جلال، اپنی بلندی، اپنی کبریائی، اپنی خوبصورتی اور اپنی رفعت کی: میں تم سے راضی ہوں، میں تم سے محبت کرتا ہوں اور ہر اُس چیز سے محبت کرتا ہوں جس سے تم محبت کرتے ہو۔ تمہارے لیے میرے پاس وہ سب کچھ ہے جس کی تمہارے نفس خواہش کریں اور جس سے تمہاری آنکھیں لذت محسوس کریں۔ میرے پاس تمہارے لیے وہ سب کچھ ہے جو تم مانگو اور چاہو، جو تم چاہتے ہو وہ میں چاہتا ہوں لہذا مانگو مجھ سے

بغیر کسی شرم وحیا کے۔

میں نے یہ خبر نقاش کی مواقف القیامہ سے روایت کی ہے۔

خَبَرٌ تَاسِعٌ وَثَلاَثُونَ

قَالَ اللهُ تَعَالَى يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ بِيَدِىَ الأَمْرُ أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ.

رَوَيْتُهُ مِنْ صَحِيحِ الْبُخَارِيِّ.[1]

خبر-۳۹

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم دہر کو گالی دے کر مجھے تکلیف دیتا ہے، کیونکہ میں ہی (دہر)[2] ہوں میرے ہاتھ میں حکم ہے اور میں ہی دن رات الٹاتا ہوں۔

---

[1] یہ خبر صحیح بخاری (۴۴۵۲) صحیح مسلم (۴۱۶۵) سنن ابی داود (۴۵۹۰) مسند احمد (۶۹۴۷) المعجم الاوسط - الطبرانی (۹۱۰۲) مسند الحمیدی (۱۱۴۵) صحیح ابن حبان (۵۸۰۶) مسند الشهاب القضاعی (۸۵۵) شرح السنه - البغوی اور دیگر کتب میں مذکور ہے۔ شیخ اکبر نے اسے فتوحات مکیہ میں حاضرت دہر کے تحت ذکر کیا ہے اور شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (السلسلة الصحيحة)

[2] شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۵۵۸ میں فرماتے ہیں: چونکہ دہر، اللہ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے تو اللہ نے فرمایا؛ دہر کو برا مت کہو، بے شک میں ہی دہر ہوں چنانچہ دہر چند دیگر الفاظ کی طرح مشترک الفاظ میں سے ہوا۔ دہر کے بارے میں حضور ﷺ کا قول ہے: ایام بیض کے روزے صیام دہر کے مترادف ہیں۔ یہ آپؐ کا اشارہ تھا جس میں آپؐ نے روزے کو دہر کی جانب منسوب کیا اور یہ اللہ کا ہی کہنا ہے: «الصوم لي». روزہ میرے لیے ہے۔ (جلد-۱، ص ۶۴۲) آپ ﷺ نے دہر کو گالی نہ دینے میں ہویت باری تعالیٰ کہا۔ اور ان کہنے والوں نے بھی سچ کہا: ﴿وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا ←

میں نے یہ خبر صحیح بخاری سے روایت کی ہے۔

خَبَرٌ أَرْبَعُونَ

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلْمَلاَئِكَةِ يَوْمَ عَرَفَةَ انْظُرُوا إِلَى عِبَادِي أَتَوْنِي شُعْثًا غُبْرًا مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَتَقُولُ الْمَلاَئِكَةُ يَا رَبِّ فُلاَنٌ وَفُلاَنٌ فَيَقُولُ اللّٰهُ تَعَالَى قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ.

رَوَيْتُهُ مِنْ كِتَابِ قَاسِمِ بْنِ أَصْبَغَ.[1]
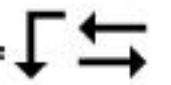
الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ﴾ (الجاثیہ :۲۴) اور کہتے ہیں کہ ہماری زندگی تو صرف دنیا ہی کی ہے کہ (یہیں) مرتے اور جیتے ہیں، اور ہمیں تو صرف دہر (یعنی زمانہ) مارتا ہے، ان کو اس (بات) کا کچھ علم نہیں یہ تو صرف گمان سے کام لیتے ہیں۔ شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ وہ اپنے اس قول میں تو غلط ہیں کہ صرف یہ دنیا کی ہی زندگی ہے مگر اس کے بعد یہ کہنے میں سچے ہیں کہ ہمیں صرف (اسم) دہر ہی مارتا ہے کیونکہ انہیں صرف اللہ ہی مارتا ہے اور وہی دہر ہے جبکہ ان کی مراد یہ نہ تھی، وہ تو اپنے قول دہر سے مراد زمانہ لے رہے تھے پس وہ استعمالِ اسم میں تو حق پر تھے مگر معنی میں خطاکار ٹھہرے۔ دہر-اس لفظ کو استعمال کرنے والوں کے نزدیک-ایک لامتناہی وجود ہے جسے یہ حاضرتِ دہر کہتے ہیں اور اسی حاضرت سے ازل اور ابد کا حکم ہے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ "اسم دہر" معروف لفظ زمان کا مترادف نہیں، جو افلاک کی حرکات سے شمار کیا جاتا ہے کیونکہ ہمارے نزدیک زمانہ (یعنی کہ وقت) ایک نسبت ہے جس کا اپنے عین میں کوئی وجود نہیں جبکہ دہر، حق تعالیٰ یعنی وجود ہے، نسبت نہیں۔ (جلد-۴، ص ۲۶۵)

[1] یہ اور اس سے ملتے جلتے متن کے ساتھ یہ حدیث الابانہ الکبری، شعب الایمان للبیہقی، صحیح ابن خزیمہ (۲۶۲۶) شرح السنہ - البغوی، کنز العمال، مجمع الزوائد میں مذکور ہے۔ شیخ البانی نے اس متن سے حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس سے ملتے جلتے دوسرے متن سے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

خبر-۴۰

اللہ تعالیٰ یوم عرفات[1] فرشتوں سے کہتا ہے: دیکھو میرے بندوں کو، یہ پراگندہ سر غبار آلود ہو کر ہر گھاٹی اور پہاڑی سے میرے پاس آئے ہیں، میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں بخش دیا۔ فرشتے کہتے ہیں: اے رب! فلاں اور فلاں (کو بھی؟) اللہ فرماتا ہے: میں نے ان سب کو بخش دیا۔

میں نے یہ خبر قاسم ابن اصبغ کی کتاب سے روایت کی ہے۔

قَالَ الْعَبْدُ الْفَقِيرُ إِلَى اللهِ تَعَالَى انْتَهَتِ الأَرْبَعُونَ الْمَرْفُوعَةُ إِلَى اللهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى مِنْ غَيْرِ إِسْنَادٍ كَمَا شَرَطْتُهُ وَهَا نَحْنُ نَتْلُوهَا بِعِشْرِينَ حَدِيثًا مُسْنَدَةً إِلَى اللهِ بِأَسَانِيدِ الْكُتُبِ الَّتِي أُخْرِجُهَا مِنْهَا لاَ بِإِسْنَادِي إِلَيْهَا مَخَافَةَ التَّطْوِيلِ رَغْبَةً مِنِّي أَنْ يَتَضَمَّنَ هَذَا الْجُزْءُ مِائَةَ حَدِيثٍ إِلَهِيَّةً وَأَزِيدُ حَدِيثًا وَاحِدًا لِتَصِحَّ بِهِ وِتْرِيَّةُ الأَحَادِيثِ فَإِنَّ اللهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ.

انْتَهَى الْجُزْءُ الثَّانِي وَالْحَمْدُ لِلهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الأُمِّيِّ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا كَثِيرًا.

اللہ کا فقیر بندہ کہتا ہے: اللہ کی طرف بغیر اسناد کے میری شرط کے مطابق چالیس مرفوع احادیث مکمل ہوئیں۔ اب ہم اس کے بعد اُن کتابوں کی اسانید سے ۲۰ مسند احادیث بیان کریں

[1] مکہ معظمہ سے نو کوس (کم و بیش ۱۲ میل) کے فاصلے پر ایک کشادہ میدان کا نام عرفہ ہے۔ حج کے دن (۹ ذی الحجہ کو) حاجی یہاں آکر ٹھہرتے، دعائیں پڑھتے اور گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور نماز ظہر و عصر ملا کر پڑھتے ہیں۔ میدان عرفات میں ٹھہرنا حج کا اہم ترین رکن ہے۔

گے جن کتابوں سے میں نے یہ اخذ کی ہیں، اپنی سند سے نہیں، کہیں بات لمبی نہ ہو جائے اور یہ چاہت رکھتے ہوئے کہ یہ کتاب ۱۰۰ احادیث قدسی پر مشتمل ہو، میں ان (۱۰۰) میں ایک حدیث کا اضافہ کروں گا جس سے احادیث کی وتریت درست ہو جائے کیونکہ بے شک اللہ وتر ہے اور وتر (یعنی طاق) کو پسند کرتا ہے۔

دوسرا حصہ مکمل ہوا، سب تعریف اللہ کے لیے جو رب العالمین ہے، درود اور سلامتی ہو ہمارے آقا و سردار حضرت محمد ﷺ نبی اُمّی، آپؐ کی اولاد اور تمام اصحاب پر۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَصَلَّى اللهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ

اَلْحَدِيثُ الأَوَّلُ

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ تَضَمَّنَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ لاَ يُخْرِجُهُ إِلاَّ جِهَادٌ فِي سَبِيلِي وَإِيمَانٌ بِي وَتَصْدِيقٌ بِرُسُلِي فَهُوَ عَلَيَّ ضَامِنٌ أَنْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ أَرْجِعَهُ إِلَى مَسْكَنِهِ الَّذِي خَرَجَ مِنْهُ نَائِلاً مَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ.

خَرَّجَهُ مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ وَهُوَ ابْنُ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَذَكَرَ الْحَدِيثَ الَّذِي ذَكَرْنَاهُ.[۱]

ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا مِنْ كَلْمٍ يُكْلَمُ فِي سَبِيلِ اللهِ إِلاَّ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهِ حِينَ كُلِمَ لَوْنُهُ لَوْنُ دَمٍ وَرِيحُهُ رِيحُ مِسْكٍ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْلاَ أَنْ يَشُقَّ عَلَى الْمُسْلِمِينَ مَا قَعَدْتُ خِلاَفَ سَرِيَّةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللهِ أَبَدًا وَلَكِنْ لاَ أَجِدُ سَعَةً فَأَحْمِلَهُمْ وَلاَ يَجِدُونَ سَعَةً وَيَشُقُّ عَلَيْهِمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنِّي وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي أَغْزُو فِي سَبِيلِ اللهِ فَأُقْتَلُ ثُمَّ أَغْزُو فَأُقْتَلُ ثُمَّ أَغْزُو فَأُقْتَلُ.

حدیث–۱

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی اللہ کی راہ میں نکلتا ہے اللہ اُس کا ذمہ لیتا ہے۔

---

۱ یہ حدیث صحیح بخاری (۳۵) صحیح مسلم (۳۴۸۴) سنن النسائی (۴۹۴۴) سنن ابن ماجہ (۲۷۴۳) مسند احمد (٦٨٦٠) مصنف ابن أبي شیبہ، مستخرج أبي عوانہ (۵۹۱۹) اور دیگر بہت سی کتب حدیث میں مذکور ہے۔

اِسے میری راہ میں جہاد، مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کو سچا جاننے نے (میری راہ میں) نکالا، میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ میں یا تو اسے جنت میں داخل کروں گا یا پھر اُسے اس کے گھر واپس (صحیح سلامت) لوٹاؤں گا، اُس اجر اور (مال) غنیمت کے ساتھ، جو اسے حاصل ہو گا۔ (صحیح مسلم)

پھر حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے قسم ہے اُس کی، جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے اللہ کی راہ میں کسی کو بھی کوئی زخم آیا ہو تو وہ قیامت والے دن اُسی صورت پر اٹھے گا جب اُسے زخم آیا تھا، اس (زخم) کا رنگ تو خون کا رنگ ہو گا مگر اس کی خوشبو مشک باد ہو گی۔

اور قسم ہے مجھے اُس کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے: اگر مسلمانوں پر یہ عمل تکلیف کا باعث نہ ہوتا تو میں کبھی اللہ کی راہ میں بھیجی جانے والی کسی مہم میں پیچھے نہ بیٹھتا لیکن میں ایسی طاقت نہیں پاتا کہ انہیں ساتھ لے جا سکوں اور نہ ہی وہ ایسی قدرت رکھتے ہیں۔ اور ان پر یہ امر بھی تکلیف دہ ہے کہ وہ مجھے چھوڑ کر یہاں پیچھے بیٹھے رہیں۔[1]

قسم ہے مجھے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے: میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کروں اور مارا جاؤں، پھر لڑوں پھر مارا جاؤں، پھر لڑوں اور پھر مارا جاؤں۔

---

۱ حضور ﷺ کو غریب مسلمانوں کا اتنا خیال تھا کہ آپ ﷺ ہر مہم میں صرف اس وجہ سے شرکت نہیں کرتے تھے کہ آپؐ کے پاس اتنا مال و متاع اور اسباب نہیں ہوتے تھے کہ تمام مسلمانوں کو جنگ کے لیے لے جا سکیں اور آپ ﷺ یہ بھی جانتے تھے کہ اگر میں گیا تو یہ غریب مسلمان جن کے پاس لڑنے کے لیے ہتھیار تک نہیں مدینے میں نہیں رہیں گے بلکہ میری معیت میں نہتے ہی چلے آئیں گے لہذا آپؐ ان پر رحم کرتے ہوئے ہر مہم میں شریک نہیں ہوتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو رحمت دو جہاں بنا کر بھیجا ہے۔

اَلْحَدِيثُ الثَّانِي

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَجِبَ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى مِنْ رَجُلٍ غَزَا فِي سَبِيلِ اللهِ فَانْهَزَمَ يَعْنِي أَصْحَابَهُ فَعَلِمَ مَا عَلَيْهِ فَرَجَعَ حَتَّى أُهَرِيقَ دَمُهُ فَيَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِمَلاَئِكَتِهِ انْظُرُوا إِلَى عَبْدِي رَجَعَ رَغْبَةً فِيمَا عِنْدِي وَشَفَقَةً مِمَّا عِنْدِي حَتَّى أُهَرِيقَ دَمُهُ.

خَرَّجَهُ أَبُو دَاوُدَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَنَصَّ الْحَدِيثَ.[۱]

حدیث-۲

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ اُس شخص پر حیران ہوتا ہے جو اللہ کی راہ میں لڑتا ہے اور جب اُس کے ساتھیوں کو شکست ہو جاتی ہے اور وہ اس (لڑائی) کا نتیجہ جانتا ہے مگر (پھر بھی آخری دَم تک) لڑتا رہتا ہے یہاں تک کہ مارا جاتا ہے۔

اِس موقع پر اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو کہتے ہیں: دیکھو میرا یہ بندہ، میرے قرب کی رغبت اور شفقت کی وجہ سے واپس (جنگ میں) لوٹ آیا یہاں تک کہ اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔ (سنن ابو داؤد)

---

۱ یہ حدیث سنن ابی داود (۲۱۷۴) سنن الکبری - البیہقی، مستدرک حاکم (۲۴۸۵) مسند أبي یعلی الموصلی (۵۱۴۹) صحیح ابن حبان (۲۶۰۹) شرح السنہ - البغوی میں مذکور ہے۔ شیخ البانی نے اس حدیث کو حسن (یعنی قابل قبول) قرار دیا ہے۔

اَلْحَدِيثُ الثَّالِثُ

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُؤْتَى بِالرَّجُلِ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ اللهُ يَا ابْنَ آدَمَ كَيْفَ وَجَدْتَ مَنْزِلَكَ فَيَقُولُ أَىْ رَبِّ خَيْرَ مَنْزِلٍ فَيَقُولُ سَلْ وَتَمَنَّ فَيَقُولُ أَسْأَلُكَ أَنْ تَرُدَّنِي إِلَى الدُّنْيَا فَأُقْتَلَ فِي سَبِيلِكَ عَشْرَ مَرَّاتٍ لِمَا يَرَى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ.

خَرَّجَهُ النَّسَائِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْحَدِيثَ.[1]

حدیث-۳

حضور ﷺ نے فرمایا: اہل جنت میں سے ایک آدمی کو لایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اے ابن آدم! تجھے اپنا گھر کیسا لگا؟ وہ کہے گا: یارب! یہ بہترین ٹھکانہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: سوال اور تمنا ظاہر کر۔ وہ کہے گا میری تمنا یہ ہے کہ آپ مجھے دنیا میں واپس بھیجیں اور میں آپ کی خاطر دس دفعہ شہید ہوں؛ کیونکہ اس نے شہادت کی فضیلت دیکھ لی۔(النسائی)[2]

---

[1] یہ حدیث سنن النسائی (۳۱۰۹) مسند احمد (۱۱۸۹۲) مستدرک حاکم (۲۳۶۴) مستخرج أبي عوانہ (۵۹۲۷) مسند أبي یعلی الموصلی (۳۴۰۳) البعث والنشور-البیہقی (۵۸۵) حلیہ اولیاء اور دیگر کتب میں مذکور ہے۔ شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔(صحیح وضعیف سنن النسائی)

[2] یعنی اس نے شہادت کا مزہ چکھ لیا اب اس کے سامنے جنت کے مزے بھی پھیکے ہیں۔ اسی لیے شہادت حاصل کرنے والے کے لیے خصوصی طور پر کہا گیا ہے کہ انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اور تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں۔ ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ (آل عمران:۱۶۹)

اَلْحَدِيثُ الرَّابِعُ

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ لِلّٰهِ مَلاَئِكَةً يَطُوفُونَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُونَ أَهْلَ الذِّكْرِ فَإِذَا وَجَدُوا قَوْمًا يَذْكُرُونَ اللهَ تَنَادَوْا هَلُمُّوا إِلَى حَاجَتِكُمْ فَيَحُفُّونَهُمْ بِأَجْنِحَتِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ عَزَّ وَجَلَّ وَهْوَ أَعْلَمُ بِهِمْ مَا يَقُولُ عِبَادِي قَالَ يَقُولُونَ يُسَبِّحُونَكَ وَيُكَبِّرُونَكَ وَيَحْمَدُونَكَ وَيُمَجِّدُونَكَ قَالَ فَيَقُولُ هَلْ رَأَوْنِي قَالَ فَيَقُولُونَ لاَ وَاللهِ مَا رَأَوْكَ قَالَ فَيَقُولُ كَيْفَ لَوْ رَأَوْنِي قَالَ فَيَقُولُونَ لَوْ رَأَوْكَ كَانُوا أَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً وَأَشَدَّ لَكَ تَمْجِيدًا وَأَكْثَرَ لَكَ تَسْبِيحًا قَالَ فَمَا يَسْأَلُونَ قَالَ يَسْأَلُونَكَ الْجَنَّةَ قَالَ يَقُولُ وَهَلْ رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُونَ لاَ وَاللهِ يَا رَبِّ مَا رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُ فَكَيْفَ لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُونَ لَوْ أَنَّهُمْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا وَأَشَدَّ لَهَا طَلَبًا وَأَعْظَمَ فِيهَا رَغْبَةً قَالَ فَمِمَّ يَتَعَوَّذُونَ قَالَ يَقُولُونَ مِنَ النَّارِ قَالَ يَقُولُ وَهَلْ رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُونَ لاَ وَاللهِ يَا رَبِّ مَا رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُونَ لَوْ رَأَوْهَا كَانُوا أَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا وَأَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً قَالَ فَيَقُولُ فَأُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ قَالَ يَقُولُ مَلَكٌ مِنَ الْمَلاَئِكَةِ فِيهِمْ فُلاَنٌ لَيْسَ مِنْهُمْ إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ قَالَ هُمُ الْجُلَسَاءُ لاَ يَشْقَى جَلِيسُهُمْ.

خَرَّجَهُ الْبُخَارِيُّ عَنْ قُتَيْبَةَ عَنْ جَرِيرٍ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْحَدِيثَ.[1]

---

[1] یہ حدیث صحیح بخاری (۵۹۲۹) صحیح مسلم (۴۸۵۴) مسند احمد (۸۳۵۰) مستدرک حاکم (۱۷۷۵) معجم الصغیر - الطبرانی (۱۰۷۰) شعب الایمان - البیہقی (۵۵۹) صحیح ابن حبان (۸۵۸) مسند الطیالسی (۲۵۴۷) الزہد - احمد بن حنبل (۲۳۷۷) احیاء علوم الدین، حلیہ اولیاء اور فتوحات مکیہ میں مذکور ہے۔ شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (صحیح الترغیب والترھیب)

حدیث-۴

حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو راستوں پر سفر کرتے ہیں اور اہل ذکر کی تلاش میں ہوتے ہیں، جب وہ کسی جماعت کو اللہ کے ذکر میں مشغول پاتے ہیں تو پکارتے ہیں: اپنی تلاش کردہ جماعت کے پاس آؤ۔ پھر وہ اس جماعت کو اپنے پروں سے آسمان دنیا تک گھیر لیتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: پھر ان کا رب عز و جل، یہ سب جانتے ہوئے بھی ان سے پوچھتا ہے کہ میرے بندے کیا کہہ رہے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں: وہ آپ کی تسبیح، تکبیر، تحمید اور تمجید بیان کر رہے ہیں، رب پوچھتا ہے: کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ وہ کہتے ہیں: نہیں، اللہ کی قسم انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا، رب پوچھتا ہے: اگر وہ مجھے دیکھتے تو کیا ہوتا؟ فرشتے کہتے ہیں: اگر وہ آپ کو دیکھتے تو آپ کی اِس سے بھی زیادہ عبادت کرتے، اس سے بھی زیادہ تمجید کرتے اور اِس سے بھی زیادہ تسبیح پڑھتے۔ رب پوچھتا ہے: وہ کیا مانگتے ہیں؟ وہ کہتے ہیں: یہ (بندے) آپ سے جنت کے طالب ہیں، رب فرماتا ہے: کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے؟ فرشتے کہتے ہیں: نہیں، واللہ یارب! انہوں نے جنت نہیں دیکھی، رب فرماتا ہے: اگر وہ جنت دیکھ لیتے تو کیا ہوتا؟ فرشتے کہتے ہیں اگر وہ جنت دیکھ لیتے تو اِس کی اور زیادہ حرص، طلب اور رغبت رکھتے، پھر رب فرماتا ہے: وہ کس سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں: دوزخ سے، وہ پوچھتا ہے: کیا انہوں نے اسے دیکھا ہے؟ وہ کہتے ہیں: نہیں واللہ یارب! انہوں نے دوزخ کو نہیں دیکھا، اللہ پوچھتا ہے: اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو کیا ہوتا؟ کہتے ہیں: اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو اِس سے اور زیادہ (دور) بھاگتے اور اس (دوزخ) سے اور زیادہ ڈرتے، پھر اللہ فرماتا ہے: میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں بخش دیا۔

ان میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے: فلاں بندہ اِن میں سے نہیں وہ تو صرف ضرورت کے تحت ان کے پاس آیا تھا، فرمایا: یہ ایسی جماعت ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت (یعنی

نامراد) نہیں ہوتا۔ (صحیح بخاری)

اَلْحَدِيثُ الْخَامِسُ

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَا رَبِّ عَلِّمْنِي شَيْئًا أَذْكُرُكَ بِهِ وَأَدْعُوكَ بِهِ قَالَ يَا مُوسَى قُلْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ قَالَ مُوسَى يَا رَبِّ كُلُّ عِبَادِكَ يَقُولُ هَذَا قَالَ قُلْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ قَالَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ أَنْتَ إِنَّمَا أُرِيدُ شَيْئًا تَخُصُّنِي بِهِ قَالَ يَا مُوسَى لَوْ أَنَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعَ وَعُمَّارَهُنَّ وَالأَرَضِينَ السَّبْعَ فِي كِفَّةٍ وَلاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ فِي كِفَّةٍ مَالَتْ بِهِنَّ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ.

خَرَّجَهُ النَّسَائِيُّ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ فِي حَدِيثِهِ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ دَرَّاجٍ أَبِي السَّمْحِ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ الْحَدِيثَ.[1]

حدیث-۵

حضور ﷺ نے فرمایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (اللہ تعالیٰ سے) کہا: یا رب! مجھے کوئی ایسی چیز سکھا جس سے میں تیرا ذکر بھی کروں اور تجھ سے دعا بھی کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! پڑھ لا الٰہ الا اللہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: یا رب! تیرے سارے بندے یہی پڑھتے ہیں، رب نے کہا: پڑھ لا الٰہ الا اللہ۔ آپ علیہ السلام نے کہا: لا الٰہ الا انت؛ میں کوئی ایسی چیز

[1] یہ حدیث سنن الکبری النسائی (۱۰۶۷۰) مستدرک حاکم (۱۸۹۱) مسند ابی یعلی الموصلی (۱۳۶۳) صحیح ابن حبان (۶۳۲۴) شرح السنہ -البغوی، فتح الباری-ابن حجر، اور حلیہ اولیاء میں مذکور ہے۔ شیخ البانی نے ضعیف الترغیب والترھیب میں اسے ضعیف قرار دیا ہے جبکہ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ امام نسائی نے صحیح سند سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

چاہتا ہوں جو آپ مجھ سے مخصوص کریں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ (علیہ السلام)! اگر سات آسمان اور ان میں رہنے والے اور سات زمینیں ایک پلڑے میں ہوں اور لا الٰہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں ہو تو لا الٰہ الا اللہ [۱] والا پلڑا جھک جائے۔ (سنن نسائی)

---

[۱] شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۶۷ میں فرماتے ہیں: جان لے لا الٰہ الا اللہ کلمہ نفی اور اثبات ہے اور یہ وہ سب سے افضل کلمہ ہے جو رسولوں نے کہا؛ حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں: سب سے بہتر دعا، یوم عرفہ کی دعا ہے اور سب سے بہتر بات جو میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے کہی وہ لا الٰہ الا اللہ کہنا ہی ہے۔ یہ حدیث روایت اور معنی سے صحیح ہے۔ (موطا امام مالک) نفی اگر کسی ثابت چیز پر پڑے تو اس کی نفی کرتی ہے ویسے ہی جیسے کہ نفی؛ اگر کسی غیر ثابت چیز، یعنی کے نفی پر پڑے، تو اس کو ثابت کر دیتی ہے (جیسے کہ علم ریاضی میں قاعدہ ہے: نفی ضرب نفی، جمع ہوتا ہے اور جمع ضرب نفی، نفی ہوتا ہے) ویسے ہی جیسے کہ عدم کا عدم (یعنی نہ ہونا) وجود ہوتا ہے۔ پس مجھے بتاؤ کہ اس نفی کرنے والے شخص نے اپنے قول لا الٰہ میں کس چیز کی نفی کی؟ اسی طرح مثبت بھی، کیا اس کا حکم منفی جیسا ہے کہ وہ صرف منفی کا ہی اثبات کرتا ہے یا پھر ایک دوسرا حکم ہے جو کہ حکم منفی سے جدا ہے؟ پس اس نفی کرنے والے نے یہاں کس چیز کی نفی کی اور اس ثابت کرنے والے نے یہاں کیا ثابت کیا؟ ان سب کی تحقیق لازم ہے انشاء اللہ!

پس جان لے کہ نفی مخلوقات کے ان اعیان کے لیے آئی ہے جن کو الٰہ مانا گیا یا جن کی طرف الوہیت کی نسبت کی گئی اور جن کے بارے میں «آلھۃ» (بہت سے خدا) کہا گیا، اسی وجہ سے جب رسول اللہ ﷺ نے مشرکوں کو ایک اللہ کی طرف بلایا تو ان میں سے کچھ نے حیرت کا اظہار کیا۔ اللہ ہمیں بتاتا ہے کہ انہوں نے کہا: ﴿أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ (ص:۵) کیا اس نے اتنے خداؤں کی جگہ ایک ہی خدا بنا دیا، یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ چنانچہ انہوں نے ان (معدوم خداؤں) کو خدا کہا، جبکہ یہ خدا تو نہیں۔ یہ حکم نفی اسی نسبت کے بارے میں آیا ہے جو کہ ان کے ہاں ثابت تھی، کسی حقیقت کے لیے نہیں۔ اور نہ ہی الوہیت کی نفی کے لیے آیا ہے۔ یہ اس لیے کہ اگر شارع نفی کی نفی کر دے تو یہ بعینہ اسی چیز کا اثبات ہو گا جو کہ مشرک گمان کرتا ہے۔ پس شارع

⇆

اَلْحَدِيثُ السَّادِسُ

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّهُ أَتَانِي الْمَلَكُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ رَبَّكَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ أَمَا يُرْضِيكَ أَنَّهُ لاَ يُصَلِّ عَلَيْكَ أَحَدٌ إِلاَّ صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا وَلاَ يُسَلِّمُ عَلَيْكَ أَحَدٌ إِلاَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا.

خَرَّجَهُ النَّسَائِيُّ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ مَنْصُورٍ عَنْ عَفَّانَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا سُلَيْمَانُ مَوْلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ زَمَنَ الْحَجَّاجِ فَحَدَّثَنَا عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ جَاءَ ذَاتَ يَوْمٍ وَالْبُشْرَى فِي وَجْهِهِ فَقُلْنَا إِنَّا لَنَرَى الْبُشْرَى فِي وَجْهِكَ قَالَ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ كَمَا ذَكَرْنَاهُ.[۱]
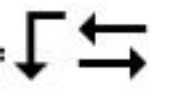
مشرک سے یوں کہہ رہا ہے کہ جیسے تو گمان کرتا ہے ویسی بات نہیں۔ اور الٰہ (یعنی خدا کا وجود) بھی لازم ہے۔ پس خداؤں کی کثرت کی نفی حرفِ اثبات سے کی گئی، جو کہ اس کا "الا" کہنا ہی ہے۔ انہوں نے اس اثباتی نسبت کو حرفِ اثبات سے اگلے لفظ -جو کہ مسمی "اللہ" ہی ہے- سے جوڑا۔ یوں انہوں نے کہا: "لا الٰہ الا اللہ" پس کسی اثبات کرنے والے کے اثبات کرنے سے، اللہ کے لیے الوہیت کی نسبت ثابت نہیں ہوئی کیونکہ اللہ تو خود سے ہی "الٰہ" ہے، چنانچہ ثابت کرنے والے نے اپنے قول "الا اللہ" سے یہ معاملہ اس شخص کے دل میں ثابت کیا جو اللہ تعالیٰ کا اس خوبی (یعنی الوہیت) میں یکتا ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتا تھا۔ (جلد-۱، ص ۳۲۸)

[۱] یہ حدیث سنن النسائی (۱۲۶۶) مسند احمد (۱۵۷۶۷) مصنف ابن ابی شیبہ (۳۴۲) السنن الکبری النسائی (۱۲۰۶) معجم الکبیر-طبرانی (۴۵۹۱) سنن الدارمی (۲۸۲۹) صحیح ابن حبان (۹۱۷) مسند عبد اللہ ابن مبارک (۵۱) مستدرک حاکم (۳۵۷۵) شرح السنہ - البغوی، احیاء علوم الدین، حلیہ اولیاء، قوت القلوب اور فتوحات مکیہ میں مذکور ہے۔ شیخ البانی نے اس سند کو دیگر شواہد کی بنا پر السلسلہ الصحیحہ میں صحیح قرار دیا ہے اور قبول کیا ہے۔

حدیث-٦

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور کہنے لگا: اے محمد ﷺ! آپ کا رب عزوجل فرماتا ہے: کیا آپؐ اس بات سے راضی ہیں کہ اگر کوئی آپؐ پر ایک دفعہ درود[1] بھیجے تو میں اُس پر دس رحمتیں اُتاروں اور اگر کوئی آپؐ پر ایک دفعہ سلام بھیجے تو میں اُس پر دس سلامتیاں اُتاروں۔

---

[1] شیخ اکبر فتوحات مکیہ میں نبی کریم ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنے والے ایک شخص کا واقعہ لکھتے ہیں: میں نے ایسا صرف ایک ہستی کے بارے میں دیکھا، آپؒ ہمارے ہاں اشبیلیہ میں لوہار کا کام کرتے تھے۔ آپ لوگوں میں درود پاک یعنی «اللھم صلی علی محمد» کے نام سے جانے جاتے تھے، کوئی انہیں اس کے علاوہ کسی دوسرے نام سے نہ جانتا تھا۔ میں نے آپؒ کی زیارت کی اور آپ نے میرے لیے دعا بھی کی جس کا مجھے کافی فائدہ ہوا۔ آپؒ ہمیشہ درود پاک کے ذکر میں مصروف رہتے، لوگوں سے بقدر ضرورت ہی کلام فرماتے۔ جب آپ کے پاس کوئی لوہے کا کام کروانے آتا تو اسی شرط پر کام کرتے۔ جب کوئی مرد، عورت یا لڑکا آپؒ کے پاس ٹھہرتا تو یہ ٹھہرنے والا بھی آپ ﷺ پر درود پڑھنا شروع کر دیتا، جب تک کہ وہ آپ کے پاس سے چلا نہ جاتا۔ آپؒ شہر والوں میں اس سب کی وجہ سے مشہور تھے اوراللہ والوں میں سے تھے۔(درود پاک کی برکت سے) اس صاحبِ ذکر کو جو کچھ عطا کیا جاتا ہے وہ حق اور معصوم علم ہوتا ہے کیونکہ اس کے پاس سب کچھ رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے آتا ہے کیونکہ آپ ﷺ ہی اس پر تجلی کرنے والے اور بتانے والے ہوتے ہیں۔

ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ایک شخص کسی آدمی سے ملا اور پوچھنے لگا: کیا تم نے ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے؟ وہ شخص بولا: میں نے اللہ کو دیکھا ہے جس نے مجھے ابو یزید سے بے پرواہ کر دیا ہے۔ وہ شخص بولا: اگر تم ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ کو ایک دفعہ دیکھ لو تو یہ اللہ کو ہزار مرتبہ دیکھنے سے بہتر ہے۔ جب اُس شخص نے یہ بات سنی تو آپ (یعنی ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ) کی زیارت کو چل نکلا اور اس آدمی کے ساتھ اُس راستے پر بیٹھ گیا جہاں سے ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ کا گزر ہونا تھا۔ جب حضرت ابو یزید بسطامی وہاں سے گزرے – اور آپ نے اپنے کندھے پر مشکیزہ اٹھایا ہوا تھا – تو اُس آدمی نے کہا: یہی ابو یزید

⇆

امام نسائی نے یہ حدیث حماد بن ثابت سے روایت کی، فرماتے ہیں: حجاج کے دور میں سلیمان مولی الحسن بن علی ہمارے پاس آئے تو آپ نے عبد اللہ بن ابی طلحہ اور انہوں نے اپنے والد سے حدیث بیان کی کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایک دن بڑے خوش و خرم باہر آئے تو ہم لوگوں نے کہا: ہم آج آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چہرے پر خوشی کے آثار دیکھتے ہیں۔ اس کے بعد آپؐ نے یہ حدیث بیان کی۔

بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جب اُس شخص نے آپؒ کا دیدار کیا تو اسی لمحے اُس کی موت واقع ہو گئی۔ اِس دوسرے شخص نے جب حضرت ابو یزید بسطامی کو اُس شخص کا حال سنایا تو آپؒ نے فرمایا: وہ شخص اللہ تعالیٰ کو اپنی قدر کے مطابق دیکھا کرتا تھا، جب اس نے ہمیں دیکھا تو حق تعالیٰ نے اُس پر ہماری قدر کے مطابق تجلی کی جس کی وہ تاب نہ لا سکا اور چل بسا۔ (شیخ اکبر فرماتے ہیں) جب یہ معاملہ اسی طرح ہے تو ہمیں پتا چلا کہ ہمارا اللہ تعالیٰ کو صورت محمدی میں رؤیت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھنا ہی سب سے کامل رؤیت ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم ہمیشہ ہی زبانی اور اپنی اس کتاب میں لوگوں کی توجہ اس جانب مبذول کرواتے رہتے ہیں۔ (جلد-۴، ص ۱۸۴)

۱ شیخ اکبر نے «یصلی علیکم» کا مطلب رحمت اتارنا ہی لکھا ہے فتوحات مکیہ باب نمبر ۶۹ میں فرماتے ہیں: مسمی صلاۃ کی اضافت جب حق تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے تو وہ رحمت ہی کہلاتی ہے کیونکہ اللہ نے اپنے آپ کو رحیم کہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ». (صحیح بخاری: ۶۱۶۳) اللہ اپنے بندوں میں سے رحم کرنے والوں پر رحم کرتا ہے۔ اللہ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ﴿هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا﴾ (الاحزاب: ۴۳) وہی تو ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے- اور اس کے فرشتے بھی- تاکہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے، اور خدا مومنوں پر نہایت رحم کرنے والا ہے۔ یوں وہ رحم کرتا ہے یعنی تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے یعنی گمراہی سے ہدایت کی طرف اور بد بختی سے خوش بختی کی طرف (نکالتا ہے)۔ (جلد-۱، ص ۳۸۶)

اَلْحَدِيثُ السَّابِعُ

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ اللهَ خَلَقَ الْخَلْقَ حَتَّى إِذَا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَقَالَتْ هَذَا مَقَامُ الْعَائِذِ مِنَ الْقَطِيعَةِ قَالَ نَعَمْ أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ بَلَى قَالَ فَذَلِكِ لَكِ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ * أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَى أَبْصَارَهُمْ * أَفَلاَ يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا﴾ (محمد: ۲۲-۲٤).

خَرَّجَهُ مُسْلِمٌ عَنْ قُتَيْبَةَ بْنِ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادٍ عَنْ حَاتِمِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنْ مُعَاوِيَةَ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ عَنْ عَمِّهِ أَبِي الْحُبَابِ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَذَكَرَ مِثْلَهُ.[1]

حدیث-۷

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو تعلق داری (الرحم) اٹھی اور کہنے لگی: یہی قطع تعلق کرنے والے کی پناہ کا مقام ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں، کیا تو اس بات سے راضی نہیں کہ جو تجھے جوڑے میں اُسے جوڑوں اور جو تجھے (یعنی رشتہ داری)

[1] یہ اور اس سے ملتا جلتا متن صحیح بخاری (۶۹۴۸) صحیح مسلم (۴۶۳۴) مسند احمد (۸۰۱۷) سنن الکبری النسائی (۱۱۴۹۷) مستدرک حاکم (۲۹۶۰) صحیح ابن حبان (۴۴۲) شعب الایمان - بیہقی (۷۵۵۸) ادب المفرد - امام بخاری (۵۱) اور دیگر کتب میں مذکور ہے۔ امام الذہبی نے تعلیق علی مستدرک میں، اور شیخ البانی نے سلسلہ الصحیحہ میں، اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

توڑے میں اس (سے ناتا) توڑوں۔ وہ بولی: بالکل۔ رب نے کہا: یہ تیرے لیے ہے۔[1] پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم پڑھنا چاہتے ہو تو یہ پڑھو: ﴿(اے منافقو!) تم سے عجب نہیں کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو ملک میں خرابی کرنے لگو اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو۔ یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور ان (کے کانوں) کو بہرا اور (ان کی) آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔ بھلا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا (ان کے) دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں﴾ (محمد: ۲۲-۲۴)
(صحیح مسلم)

اَلْحَدِيثُ الثَّامِنُ

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ وَالْمُتَجَالِسِينَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ.

خَرَّجَهُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ أَبِي حَازِمِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ مُعَاذٍ سَمِعَهُ مِنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ قَالَ اللهُ بِمِثْلِهِ.[2]

---

[1] شیخ اکبر فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں: اللہ تعالی نے ہمیں قریبی رشتہ داروں سے تعلق نبھانے کا اسی لیے کہا کہ ہم سعید بنیں۔ ہر شخص کے کچھ رشتہ دار ہوتے ہیں جن سے وہ تعلق جوڑ سکتا ہے چاہے سلام سے ہی سہی، جیسے کہ فرمایا: ناطہ جوڑو چاہے سلام سے ہی سہی۔

[2] یہ حدیث مؤطا امام مالک (۱۵۰۳) مسند احمد (۲۱۱۱۴) السنن الکبری-البیہقی، مستدرک حاکم (۷۴۲۲) معجم الکبیر-طبرانی (۱۶۵۷۸) صحیح ابن حبان (۵۷۶) مسند عبد بن حمید (۱۲۷) مسند الشہاب القضاعی (۱۳۲۸) ریاض الصالحین-امام نووی، حلیہ اولیاء، فتوحات مکیہ اور دیگر بہت سی کتب میں مذکور ہے۔ امام الذہبی نے تعلیق علی مستدرک میں، اور شیخ البانی نے سلسلہ الصحیحہ میں، اسے صحیح قرار دیا ہے۔

حدیث-۸

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: میری محبت ان پر واجب ہے جو میرے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں، اور میرے لیے مل بیٹھتے ہیں، میرے لیے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر خرچ کرتے ہیں اور میرے لیے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں۔

اَلْحَدِيثُ التَّاسِعُ

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ اللهَ إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ فَقَالَ إِنِّى أُحِبُّ فُلاَنًا فَأَحِبَّهُ قَالَ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ ثُمَّ يُنَادِى فِى السَّمَاءِ فَيَقُولُ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلاَنًا فَأَحِبُّوهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ قَالَ ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِى الأَرْضِ وَإِذَا أَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ فَيَقُولُ إِنِّى أُبْغِضُ فُلاَنًا فَأَبْغِضْهُ فَيُبْغِضُهُ جِبْرِيلُ ثُمَّ يُنَادِى فِى أَهْلِ السَّمَاءِ إِنَّ اللهَ يُبْغِضُ فُلاَنًا فَأَبْغِضُوهُ قَالَ فَيُبْغِضُونَهُ ثُمَّ تُوضَعُ لَهُ الْبَغْضَاءُ فِى الأَرْضِ.

خَرَّجَهُ مُسْلِمٌ عَنْ زُهَيْرِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَرِيرٍ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَذَكَرَ مِثْلَهُ.[1]

حدیث-۹

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل

[1] یہ اور اس سے ملتا جلتا متن صحیح بخاری (۶۹۳۱) صحیح مسلم (۴۷۲۲) مسند احمد (۸۹۴۸) معجم الکبیر-طبرانی (۵۷۱) مسند ابی یعلی الموصلی (۶۵۴۴) صحیح ابن حبان (۳۶۵) مسند الطیالسی (۲۵۴۹) مشکل الآثار-الطحاوی (۳۱۹۹) ریاض الصالحین، حلیہ اولیاء اور دیگر کتب حدیث میں مذکور ہے۔ صحیح مسلم میں ہونے کی وجہ سے حدیث صحیح ہے اور شیخ البانی نے بھی صحت کا حکم ہی لگایا ہے۔

عَلَیْہِ السَّلَام کو بلاتا ہے اور کہتا ہے میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اُس سے محبت کر، پس جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام بھی اُس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر آسمان میں منادی کروائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتے ہیں لہذا تم سب بھی اُس سے محبت کرو، پس اہل آسمان اُس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر فرمایا: زمین میں بھی اس کے لیے مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔[1]

اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ناپسند کرتا ہے تو جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کو بلاتا ہے اور کہتا ہے: میں فلاں بندے کو ناپسند کرتا ہوں تُو بھی اسے ناپسند کر، پس حضرت جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام بھی اسے ناپسند کرتے ہیں، پھر آسمان میں منادی کروائی جاتی ہے؛ اللہ تعالیٰ فلاں بندے کو پسند نہیں کرتے لہذا تم سب بھی اُسے ناپسند کرو، لہذا وہ سب بھی اُسے ناپسند کرنے لگتے ہیں پھر فرمایا: زمین میں

---

۱ شیخ اکبر اس حدیث کے حوالے سے اپنے ایک ساتھی موسیٰ السدرانی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ہمیں موسی السدرانی نے بتایا اور آپ صاحبِ قدم اور محمول تھے۔ وہ فرماتے ہیں: جب میں جبل قاف پہنچا جو کہ ایک بہت بڑا پہاڑ ہے اور جس سے اللہ تعالی نے زمین کو باندھ رکھا ہے اور اس پہاڑ کو ایک بہت بڑے اژدھے سے باندھ رکھا ہے جس کا منہ اس کی دم کے پاس ہے اور وہ پورا اس پہاڑ کے ارد گرد لپٹا ہوا ہے۔ موسی السدرانی فرماتے ہیں: (جب میں نے اتنا بڑا اژدھا دیکھا) تو میں نے اس کی تخلیق کو بہت بڑا جانا۔ میرے جس ساتھی نے مجھے اٹھار کھا تھا اس نے مجھ سے کہا: اس کو سلام کریں، یہ آپ کو جواب دے گا۔ آپ کہتے ہیں: میں نے اس کو سلام کیا تو اس نے جواب دیا اور کہنے لگا: شیخ ابو مدین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کا کیا حال ہے؟ میں نے اس سے کہا: تم شیخ ابو مدین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو کیسے جانتے ہو؟ وہ کہنے لگا: روئے زمین پر کوئی ایسی چیز بھی ہے جو شیخ ابو مدین رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ کو نہ جانتی ہو۔ میں نے کہا: بہت سے (لوگ) انہیں حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں جو انہیں نہیں جانتے اور ان کا انکار کرتے ہیں۔ وہ کہنے لگا: ابن آدم پر بھی حیرت ہے، اللہ تعالیٰ نے جب سے ان (یعنی شیخ ابو مدین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ) کی محبت زمین اور اہل زمین پر اتاری ہے تب سے انہیں تمام جگہیں اور تمام جاندار جانتے ہیں۔ میں بھی ان میں سے ایک ہوں جو انہیں جانتے ہیں اور میں یہ گمان نہ رکھتا تھا کہ روئے زمین پر کوئی ان سے بغض رکھتا ہو گا یا ان کی قدر و منزلت نہ جانتا ہو گا۔ (جلد-۳، ص ۱۳۰)

بھی اُس کے لیے ناپسندیدگی رکھ دی جاتی ہے۔ (صحیح مسلم)

اَلْحَدِیثُ الْعَاشِرُ

قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَذْنَبَ عَبْدٌ ذَنْبًا فَقَالَ اللهُمَّ اغْفِرْ لِی ذَنْبِی فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَذْنَبَ عَبْدِی ذَنْبًا عَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَأَذْنَبَ فَقَالَ أَیْ رَبِّ اغْفِرْ لِی ذَنْبِی فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَبْدِی أَذْنَبَ ذَنْبًا فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَأَذْنَبَ فَقَالَ أَیْ رَبِّ اغْفِرْ لِی ذَنْبِی فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَذْنَبَ عَبْدِی ذَنْبًا فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ اعْمَلْ مَا شِئْتَ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ.

خَرَّجَهُ مُسْلِمٌ عَنْ عَبْدِ الأَعْلَى بْنِ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِی طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِی عَمْرَةَ عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فِيمَا حَكَى عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ وَذَكَرَ الْحَدِيثَ.[1]

حدیث-۱۰

اللہ عزوجل فرماتا ہے: (میرے) بندے نے ایک گناہ کیا تو کہا؛ اے اللہ! میرا گناہ بخش دے، اللہ تبارک وتعالیٰ کہتا ہے: میرے بندے نے یہ جانتے ہوئے گناہ کیا کہ میرا رب گناہ بخشنے والا بھی ہے اور گناہ پر پکڑ کرنے والا بھی ہے۔ پھر اُس نے دوبارہ گناہ کیا اور کہا اے اللہ! میرا گناہ بخش دے۔

---

[1] یہ اور اس سے ملتا جلتا متن صحیح بخاری (۶۹۵۳) صحیح مسلم (۴۹۵۳) مسند احمد (۷۶۰۷) مستدرک حاکم (۷۷۱۶) السنن الکبری للنسائی (۱۰۲۵۲) مسند ابی یعلی الموصلی (۶۴۰۲) صحیح ابن حبان (۶۲۷) ریاض الصالحین، احیاء علوم الدین، حلیہ اولیاء، قوت القلوب، المواقف - النفری اور فتوحات مکیہ میں درج ہے، اور معنی کے لحاظ سے متفق علیہ متن ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کہتا ہے: میرے بندے نے یہ جانتے ہوئے گناہ کیا کہ اس کا رب گناہ بخش بھی سکتا ہے اور گناہ پر پکڑ بھی کر سکتا ہے۔ پھر اُس نے دوبارہ گناہ کیا اور کہا: اے رب! میرا یہ گناہ بخش دے۔

اللہ فرماتا ہے: میرے بندے نے یہ جانتے ہوئے گناہ کیا کہ اس کا رب گناہ بخش بھی سکتا ہے اور گناہ پر پکڑ بھی کر سکتا ہے۔ (رب فرماتا ہے): جو مرضی کر میں نے تجھے بخش دیا۔ (صحیح مسلم)[1]

---

[1] شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۷۱ میں محبت کرنے والے کی صفت بیان کرتے ہیں کہ اگر وہ حدود کی حفاظت کے بعد ان سے تجاوز کرے تو ایسا صرف اہل بدر سے مخصوص تھا انہیں کے بارے میں اللہ نے فرمایا: تم جو مرضی کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔ اللہ نے اس بندے کے لیے یہ کام جائز قرار دے دیا اور اس سے دنیا کی روک ٹوک ہٹا دی۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ برائی کا حکم نہیں دیتا تو اس صفت کے حامل شخص نے بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی بلکہ اس نے اللہ کی جائز کردہ چیزوں میں ہی تصرف کیا جبکہ اس صفت (کے اتصاف) سے قبل تو وہ اہل حدود میں سے تھا مگر اس کی حفاظت کے بعد وہ ان کو پار کر گیا۔ (جلد-۲، ص ۳۵۷) اسی بارے میں ایک دوسرے زاویے سے یوں کلام فرماتے ہیں: وہ شخص جس کے سامنے تقدیر وقوع پذیر ہونے سے قبل عیاں کر دی جائے، وہ جانتا ہے کہ اس کے حقوق و فرائض کیا ہیں۔ اور جس کا یہ حال اور مقام ہو تو اللہ نے اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے ہوتے ہیں اور یہ وہی ہے جس نے خود سے اللہ کا کلام ایمان اور نظر سے سنا؛ جو مرضی کر میں نے تجھے بخش دیا، یہ شریعت سے ثابت ہے۔ یہاں پر اس شخص کے لیے راز ہے جو اس کی جستجو کرے وہ یہ کہ جس کی ایسی حالت ہوئی اس نے کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی کیونکہ اس نے صرف وہی عمل کیے جو اس کے لیے جائز قرار دیئے گئے یا جو بخش دیئے گئے۔ پس اس (دوڑ) میں مغفرت اس کے گناہ سے بازی لے گئی کیونکہ اس نے اپنے گناہوں کو اس عظیم بھلائی کے سبب جو ان کے الٹ تھی ان کو مٹا ہوا ہی دیکھا چنانچہ اگر اس کے اس فعل کو زبان سے معصیت یا گناہ کہا بھی جائے تو اس پر (آخرت میں) اس گناہ کے حکم کا اطلاق نہیں ہو گا۔ (جلد-۴، ص ۱۶۲)

اَلْحَدِيثُ الْحَادِىَ عَشَرَ

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ مَنْ عَادَى لِى وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِى بِشَىْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ وَمَا زَالَ عَبْدِى يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِى يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِى يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِى يَبْطُشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِى يَمْشِى بِهَا وَلَئِنْ سَأَلَنِى لأُعْطِيَنَّهُ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِى لأُعِيذَنَّهُ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَىْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِى عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ.

خَرَّجَهُ الْبُخَارِىُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَخْلَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلاَلٍ عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِى نَمِرٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِمِثْلِهِ سَوَاءً.[۱]

حدیث-۱۱

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے دوست سے دشمنی کی، اُس سے میری کھلی جنگ ہے۔ میرا بندہ میری کسی محبوب چیز سے میرا اتنا قرب حاصل نہیں کر سکتا جتنا وہ میرے فرض کیے ہوئے فرائض سے کر سکتا ہے۔

اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل سے میرے قریب ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ پس جب میں اُس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کی سماعت ہوتا ہوں جس

---

[۱] یہ حدیث صحیح بخاری (۶۰۲۱) صحیح ابن حبان (۳۴۸) سنن الکبری البیھقی، ریاض الصالحین - امام النووی، احیاء علوم الدین، حلیہ اولیاء، قوت القلوب اور فتوحات مکیہ میں ۵۰ سے زائد مرتبہ ذکر ہوئی ہے۔ شیخ البانی نے السلسلہ الصحیحہ میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

سے وہ سنتا ہے، اس کی بصارت ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے،[1] اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کی ٹانگ ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔[2] اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں اسے

---

[1] شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر (۱۸۹) جو کہ سالک اور سلوک کی معرفت کے بارے میں ہے اس میں آپ نے سلوک کی مختلف اقسام کا ذکر فرمایا ہے، فرماتے ہیں: سالکین اپنے سلوک میں چار اقسام کے ہیں: ۱-ایسا سالک جو اپنے رب سے سلوک طے کرتا ہے۔ ۲-ایسا سالک جو اپنے نفس سے سلوک طے کرتا ہے۔ ۳-ایسا سالک جو سب سے سلوک طے کرتا ہے۔ ۴-ایسا سالک جو لا سالک ہے۔ پہلی قسم کے بارے میں فرماتے ہیں وہ سالک جو رب سے سلوک طے کرتا ہے یہی ہے جس کی سماعت، بصارت اور تمام قوتیں حق تعالیٰ ہوتا ہے۔ اس (سالک) کی عین ثابت ہے اسی وجہ سے رب تعالی نے اپنے قول "میں اس کی سماعت ہوتا ہوں" میں ضمیر اس کی طرف لوٹائی ہے یہ "اُس" ہی تیری عین ہے جس کی سماعت اور بصارت حق تعالیٰ ہے۔ اور تو نے انہی قوتوں کے ساتھ سفر کیا۔ انہی قوتوں کے بارے میں حق تعالیٰ فرماتا ہے: جب وہ تجھ سے محبت کرتا ہے تو تیری سماعت اور بصارت ہوتا ہے یعنی وہ تیری قوتیں ہوتا ہے یوں تو اس کی اطاعت میں- جس کا اس نے تجھے حکم دیا ہے کہ خود میں یہ اعمال کر یا اپنی ذات کو ان (اخلاق) سے آراستہ کر- اُسی سے سفر کرتا ہے۔ یہ اللہ کی زینت ہے، وہ پاک ذات جمیل (یعنی خوبصورت) ہے اور یہ زینت جمال (یعنی خوبصورتی) ہے۔ پس وہ (ذات) اس سالک کی خوبصورتی ہے اور اس کی زینت اس کا رب ہے، یہ (سالک) اسی سے سنتا ہے، اسی سے دیکھتا ہے اور اسی سے سلوک طے کرتا ہے، اس میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

[2] شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر (۲۲۰) میں فناء کی معرفت اور اسرار بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: فناء کی تیسری قسم، صفات مخلوق سے فناء ہونا ہے جیسا کہ حدیث نبویؐ میں آیا ہے میں اس کی سماعت و بصارت ہوتا ہوں اور اسی طرح اس کی تمام صفات، سماعت اور بصارت وغیرہ بندے یا مخلوق کی صفات کے اعیان ہیں، پس جس طرح مرضی کہہ۔ حق نے یہ بتایا ہے کہ اس کا اپنا آپ اِن (مخلوقات) کی صفات کا عین ہے؛ مگر اس کی (یعنی حق کی) صفت نہیں ہے۔ پس تو اپنی صفات کے اعتبار سے حق تعالیٰ کا عین ہے مگر اس کی صفت نہیں۔ اور تُو اپنی ذات کے اعتبار سے اپنی عین ثابت

⇆↵

وہ ضرور دوں گا۔ اور اگر وہ مجھ سے پناہ کا طالب ہو تو میں اسے لازماً پناہ دوں گا۔ میں کسی چیز میں اتنا تردد نہیں کرتا جتنا میں اپنے مومن بندے کی جان نکالنے میں تردد کرتا ہوں۔ وہ موت (کی سختی) کو ناپسند کرتا ہے اور مجھ پر اُس کی ناپسندیدگی ناگوار ہے۔[1] (صحیح بخاری)

ہے، جسے اللہ نے مظہر کے طور پر چُنا اور جس میں (اُس نے) اپنا آپ اپنے (آپ کے) لیے ہی ظاہر کیا۔ کیونکہ اس نے تجھ سے صرف تیری نگاہ ہی دیکھی جو تیری نظر کا عین ہے چنانچہ اس نے صرف خود کو ہی دیکھا اور تجھے اس (منظر) میں اپنی روئیت سے حقیقی شہودی معلوم اور محقق فناء میں فناء کیا۔ اس فناء کے بعد کوئی ایسا حال کسی ایسے حال کی طرف نہیں لوٹتا جو تیرے لیے یہ ثابت کرے کہ تیری کوئی ایسی محقق صفت بھی ہے جو حق تعالیٰ کا عین نہیں۔ اس فناء کا ساتھی دنیا اور آخرت میں کبھی بھی شہود، کشف اور روئیت کے وقت اپنے نفس سے یا اپنے نفس کے پاس (کسی صفت) سے متصف نہیں کیا جاتا حالانکہ وہ شہود کشف اور روئیت کا حامل ہوتا ہے۔ اس فناء کا ساتھی ہر مشاہد، مکاشف اور دیکھنے والے سے زائد یوں ہوتا ہے کہ وہ حق تعالیٰ کو ویسے ہی دیکھتا ہے جیسے وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے کیونکہ تو نے اس (ذات) کو اسی سے دیکھا خود سے نہ دیکھا یہ ایک کمیاب مشہد ہے جس کو فی الحال میں نے ذوق سے نہیں دیکھا کیونکہ یہ بہت ہی دقیق ہے۔ پس جو یہ گمان کرتا ہے کہ اس نے اس کو چکھا اور پھر اس کے بعد وہ شخص اپنے نفس اور اپنی حِس کی طرف واپس لوٹا اور (اُس نے) اپنے لیے کسی ایسی صفت کا اثبات کیا جو کہ عین حق نہیں؛ جس کو اس نے جانا تو اسے (بالکل) نہیں پتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور اسے نہیں پتا اس نے کس کو دیکھا یا کیا دیکھا۔ (جلد-۲، ص ۵۱۳)

۱ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میری گود میں ہوئی اور میں نے جب آپؐ پر موت کی سختی دیکھی تو اب میں کسی کے لیے بھی موت کی سختی کو برا نہیں جانتی۔ ایک دوسری حدیث میں آپؓ فرماتی ہیں کہ وفات سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانی کا ایک پیالہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہاتھ اس میں ڈالتے اور پھر اپنے چہرہ مبارک پر پھیر لیتے اور کہتے: لا الٰہ الا اللہ، بے شک موت میں سختی ہے۔ ایک اور حدیث میں آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سختی والی موت کسی کی نہیں دیکھی۔ حضرت جنید بغدادی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں: یہاں موت کی

اَلْحَدِيثُ الثَّانِيَ عَشَرَ

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُجَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصُحُفٍ مُخَتَّمَةٍ فَتُنْصَبُ بَيْنَ يَدَيِ اللهِ تَعَالَى فَيَقُولُ عَزَّ وَجَلَّ لِلْمَلاَئِكَةِ أَلْقُوا هَذَا وَاقْبَلُوا هَذَا فَتَقُولُ الْمَلاَئِكَةُ وَعِزَّتِكَ مَا رَأَيْنَا إِلاَّ خَيْرًا فَيَقُولُ تَعَالَى وَهُوَ أَعْلَمُ إِنَّ هَذَا كَانَ لِغَيْرِى وَلاَ أَقْبَلُ الْيَوْمَ مِنَ الأَعْمَالِ إِلاَّ مَا ابْتُغِيَ بِهِ وَجْهِي.

خَرَّجَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ فِي سُنَنِهِ مِنْ طَرِيقِ الْحَارِثِ بْنِ غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِمِثْلِهِ.[۱]

حدیث-۱۲

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے سربمہر صحیفے (یعنی اعمال نامے) لائے جائیں گے، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہے گا اس (صحیفے) کو پھینک دو اور اس (صحیفے) کو اٹھالو، فرشتے کہیں گے: تیری عزت کی قسم ہم نے تو (ان صحیفوں میں) صرف نیکی ہی دیکھی ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ عمل کسی اور کے لیے تھا اور آج میں صرف وہ اعمال قبول

ناپسندیدگی سے مراد موت کی سختی سے ناپسندیدگی ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ مومن موت کو ہی ناپسند کرتا ہے کیونکہ موت ہی اسے اللہ کی رحمت اور مغفرت سے قریب کرتی ہے۔ (فتح الباری-ابن حجر)

۱ یہ اور اس سے ملتا جلتا متن سنن دار قطنی (۱۳۵) المعجم الاوسط - طبرانی (۲۷۰۴) شعب الایمان - البیہقی (۶۵۶۷) الدیلمی (۹۸۵) مجمع الزوائد میں مذکور ہے۔ شیخ البانی نے اپنی تحقیق کے مطابق اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (صحیح وضعیف الجامع الصغیر)

کروں گا جو خالص میرے لیے کیے گئے ہوں۔[۱] (سنن دار قطنی)

اَلْحَدِيثُ الثَّالِثَ عَشَرَ

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلدُّنْيَا يَا دُنْيَا اخْدُمِي مَنْ خَدَمَنِي وَأَتْعِبِي

---

۱ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۵۴۴ میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ كِرَامًا كَاتِبِينَ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ﴾ (الانفطار:۱۰-۱۲) بیشک تم پر حفاظت کرنے والے نگران ہیں، یہ عزت والے کاتب ہیں اور وہ سب کچھ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔ ... پس حفاظت کرنے والا لکھنے والا فرشتہ ہر وہ چیز لکھتا ہے جو انسان کے منہ سے نکلتی ہے، یہ صرف وہی لکھتا ہے جو انسان بولتا ہے۔ جب انسان بول چکتا ہے تو یہ اس بات کو پکڑ لیتا ہے۔ ... جب بندہ کوئی عمل کرتا ہے تو فرشتہ جانتا ہے کہ اس (بندے) نے کوئی خاص عمل کیا ہے لیکن وہ اس وقت تک نہیں لکھتا جب تک کہ بندہ اپنے منہ سے نہ بولے، اور جب وہ بولتا ہے تو (یہ عمل) لکھ لیا جاتا ہے۔ یہ فرشتے اقرار کے گواہ ہیں اور اس (نہ لکھنے کی وجہ یہ ہے) کہ وہ یہ نہیں جانتے کہ اس عمل کو کرتے وقت بندے کی نیت کیا تھی۔ اسی طرح اعمال اوپر لے جانے والے فرشتے بندے کا عمل اوپر لے جاتے ہیں اور وہ انہیں کم تصور کر رہے ہوتے ہیں مگر یہی اعمال قبول کر لیے جاتے ہیں اور اس بندے کا ٹھکانہ علیین میں بنا دیا جاتا ہے۔ اور وہ عمل لے کر اوپر جاتے ہیں جن کو وہ بہت زیادہ تصور کر رہے ہوتے ہیں کہ ان کو کہا جاتا ہے: اس عمل کو اس کے کرنے والے کے منہ پر دے مارو کیونکہ اس نے یہ عمل میری خاطر نہیں کیا ﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ﴾ (البینہ:۵) اور ان کو حکم تو یہی ہوا تھا کہ اخلاص عمل اور یکسوئی کے ساتھ خدا کی عبادت کریں۔ اگر یہ کاتبین فرشتے عمل کے وقت بندے کی نیت پر مطلع ہوتے تو یہ حدیث نہ بیان کی جاتی۔ (اس سے پتا چلتا ہے کہ) بندے کی طرف سے اعمال پر نیت ایک ”خاص رخ“ سے ہوتی ہے اسی لیے اس پر صرف عمل کرنے والا یا اللہ تعالیٰ ہی مطلع ہوتا ہے۔ فرشتہ تو صرف بندے کی حرکت پر نظر رکھتا ہے اور اس کی زبان کی وہی حرکت لکھتا ہے جسے وہ بولتا ہے۔ (جلد-۴، ص ۱۸۷)

مَنْ خَدَمَكِ.

خَرَّجَهُ عَبْدُ الْحَقِّ فِي رَقَائِقِهِ مِنْ طَرِيقِ الْحُسَيْنِ بْنِ دَاوُدَ بْنِ مُعَاذٍ الْبَلْخِيِّ قَالَ أَخْبَرَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِثْلَهُ.[1]

حدیث-۱۳

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ عزوجل دنیا سے فرماتا ہے: اے دنیا! جو میری خدمت کرے تُو اس کی خدمت کر اور جو تیری خدمت کرے، تُو اُسے خوب تھکا۔[2]

---

[1] یہ حدیث مسند الشہاب القضاعی (۱۳۳۲) قوت القلوب، عدۃ الصابرین-ابن القیم الجوزی اور فتوحات مکیہ میں مذکور ہے۔

[2] شیخ اکبر اپنی کتاب تدبیرات الہیہ، باب نمبر ۵ میں فرماتے ہیں: اے معزز سردار! اپنے نفس کو دنیا اور اِس کے میل کچیل سے پاک کر، اسے اپنا اور اپنی رعایا کا خادم بنا۔ دنیا کا اس منصب سے کیا تعلق جس کا اہل تجھے رب تعالیٰ نے بنایا ہے۔ یہ (منصب) تو دو جہانوں سے مقدس ہے، پس اس دنیا سے کیوں نہیں؟ جو اللہ کو اتنی ناپسند ہے کہ جب سے اِسے بنایا ہے اس کی طرف دیکھنا تک گوارا نہیں کیا۔ اور حضور اکرم ﷺ کا اس (دنیا) کو گلی سڑی لاش اور کوڑے کے ڈھیر سے تشبیہ دینا، اس کو ذکر کے قابل بھی نہیں چھوڑتا، ساتھ ساتھ آپؐ نے یہ بھی بتایا کہ اللہ کے نزدیک یہ ایک مچھر کے پر کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ یہ ملعون ہے، اور اس میں موجود ہر چیز ملعون ہے سوائے اللہ کا ذکر وغیرہ۔ پس تجھ جیسے خلیفہ کے ارادے کو-جس کا انمول جوہر اللہ نے نور سے پیدا کیا ہے-کیسے یہ گوارہ ہے کہ وہ اپنی نظر کا اشارہ ہی ایک گلی سڑی لاش اور گندگی کے ڈھیر پر ڈالے، یا اس کی حرص میں رہے۔ اللہ فرماتا ہے: اے دنیا! جو میری خدمت کرے تو اس کی خدمت کر اور جو تیری خدمت کرے اس سے خوب خدمت لے۔ اللہ تجھے توفیق دے، دنیا تو تیری طالب ہے کیونکہ تیرا عہدہ، تیرا رزق اور تیری رعایا کے رزق کا جو حصہ تیرے خالق نے تیرا نصیب بنایا ہے، تجھے دینا چاہتی ہے۔ لہٰذا

←

اَلْحَدِيثُ الرَّابِعَ عَشَرَ

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ عَبْدًا أَصْحَحْتُ لَهُ جِسْمَهُ وَوَسَّعْتُ عَلَيْهِ فِي الْمَعِيشَةِ تَمْضِي عَلَيْهِ خَمْسَةُ أَعْوَامٍ لاَ يَفِدُ إِلَيَّ لَمَحْرُومٌ.

خَرَّجَهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ خَلَفِ بْنِ خَلِيفَةَ عَنِ الْعَلاَءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَفَعَهُ بِمِثْلِهِ.[1]

حدیث-۱۴

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرا بندہ، جسے میں نے تندرستی عطا کی اور اُس کی روزی میں وسعت دی، اگر اسی حالت پر اس کے پانچ سال گزر گئے اور اس نے میری طرف رجوع نہ کیا تو وہ محروم ہے۔

اپنی طلب میں اعتدال لا اور اپنی رعایا اور اپنے نفس کو ان (چیزوں) سے آزادی دلا کر ان چیزوں میں مشغول ہو جن میں تجھے بھیجنے والے نے مکلف کیا ہے مثلاً احکام، نواہی اور حدود وغیرہ۔ دنیا سے اپنا منہ موڑ لے، یہ تیری طرف ذلیل و خوار ہو کر ایک نوکر کی حیثیت سے آئے گی اور جو کچھ تجھے اس کی طرف منہ کرنے کی صورت میں ملے گا وہ سب تجھے اس سے منہ موڑنے کی صورت میں بھی ملے گا۔ (تدبیرات الٰہیہ، اردو ترجمہ ابن عربی فاونڈیشن، ص ۱۱۳)

[1] یہ متن اسی سند سے مسند ابی یعلی الموصلی (۹۹۵) دیگر اسناد اور ملتے جلتے متن سے یہ حدیث صحیح ابن حبان (۳۷۰۳) المعجم الاوسط - طبرانی (۴۹۳) السنن الکبری - البیہقی، اخبار مکہ - الفاکہی میں مذکور ہے۔ شیخ البانی نے اسے السلسلہ الصحیحہ میں صحیح قرار دیا ہے۔

اَلْحَدِيثُ الْخَامِسَ عَشَرَ

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ سَيُخَلِّصُ رَجُلاً مِنْ أُمَّتِي عَلَى رُءُوسِ الْخَلاَئِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ سِجِلاًّ كُلُّ سِجِلٍّ مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَقُولُ أَتُنْكِرُ مِنْ هَذَا شَيْئًا أَظَلَمَكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُونَ فَيَقُولُ لاَ يَا رَبِّ فَيَقُولُ أَفَلَكَ عُذْرٌ فَيَقُولُ لاَ يَا رَبِّ فَيَقُولُ بَلَى إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً وَإِنَّهُ لاَ ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَيُخْرِجُ بِطَاقَةً[1] فِيهَا أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فَيَقُولُ احْضُرْ وَزْنَكَ فَيَقُولُ يَا رَبِّ مَا هَذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هَذِهِ السِّجِلاَّتِ فَيَقُولُ إِنَّكَ لاَ تُظْلَمُ قَالَ فَتُوضَعُ السِّجِلاَّتُ فِي كِفَّةٍ وَالْبِطَاقَةُ فِي كِفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلاَّتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ وَلاَ يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ شَيْءٌ.

خَرَّجَهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ نَصْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ لَيْثِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ يَحْيَى عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمَعَافِرِيِّ ثُمَّ الْحُبُلِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَسَاقَ الْحَدِيثَ.[2]

حدیث-۱۵

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت والے دن اللہ تعالیٰ میری امت کے ایک آدمی کو

---

[1] الْبِطَاقَةُ كَكِتَابَةِ الرُّقْعَةِ الصَّغِيرَةِ الْمَنُوطَةِ بِالثَّوْبِ الَّتِي فِيهَا رَقْمُ ثَمَنِهِ سُمِّيَتْ لِأَنَّهَا تُشَدُّ بِطَاقَةٍ مِنْ هُدْبِ الثَّوْبِ (تحفة الأحوذى).

[2] یہ حدیث سنن ترمذی (۲۵۶۳) سنن ابن ماجہ (۴۲۹۰) مسند احمد (۶۶۹۹) مستدرک حاکم (۱۸۹۲) المعجم الکبیر-طبرانی (۱۴۹۰) صحیح ابن حبان (۲۲۵) مسند عبد اللہ بن مبارک (۱۰۲) مسند عبد بن حمید (۳۴۱) شرح السنہ-البغوی، شعب الایمان-البیہقی، احیاء علوم الدین اور فتوحات مکیہ میں مذکور ہے۔ امام الذہبی نے تعلیق مستدرک حاکم اور شیخ البانی نے السلسلہ الصحیحہ میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

تمام مخلوقات کے اوپر سے نجات دے گا؛[1] اُس کے ننانوے (۹۹) اعمال نامے کھولے جائیں گے ہر اعمال نامہ اتنا (لمبا) ہو گا جہاں تک نظر جائے گی۔ پھر اُس سے پوچھے گا: کیا تو ان میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے؟ کیا میرے لکھنے والوں نے تجھ پر ظلم تو نہیں کیا؟ وہ کہے گا: نہیں، یارب! کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ وہ کہے گا: نہیں، یارب! پھر رب تعالیٰ کہے گا: ہمارے پاس تمہارے لیے ایک نیکی بھی ہے اور آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہو گا۔

ایک رُقعہ (یعنی کاغذ کا ٹکڑا) نکالا جائے گا جس پر لکھا ہو گا: «أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ»[2] میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور بیشک حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ (اللہ) فرمائے گا: اپنے (اعمال کا) وزن کر، وہ کہے گا: یارب! اعمال ناموں میں یہ رُقعہ کیسا ہے؟

---

۱ اس کا مطلب تمام مخلوقات میں اس کے فیصلے کو مشہور کر کے نجات بھی ہو سکتی ہے۔

۲ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۶۴ میں فرماتے ہیں: ہر ایک کے میزان کا پلڑا- بغیر کسی زیادتی اور نقصان کے- اس کے اعمال کے مطابق ہو گا۔ ہر ذکر اور عمل میزان میں چلا جائے گا سوائے کلمہ لا الہ الا اللہ کے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر نیک عمل کے مقابلے میں اس کا الٹ کوئی برا عمل ہے جس کے مقابلے میں اس نیکی کو تولا جائے گا جبکہ لا الہ الا اللہ کے مقابل شرک ہے۔ توحید اور شرک کبھی کسی ایک کے میزان میں اکھٹے نہیں سما سکتے کیونکہ اگر اس بندے نے اپنے اعتقاد سے لا الہ الا اللہ کہا تو شرک نہ کیا اور اگر شرک کیا تو لا الہ الا اللہ پر اعتقاد نہ رکھا۔ پس جب ان دونوں باتوں کو اکٹھا کرنا ناممکن ہے تو پھر لا الہ الا اللہ کے مقابلے میں ترازو کے دوسرے پلڑے میں بھی کچھ نہ ہو گا اور نہ ہی کوئی چیز اس کو جھکا سکتی ہے اسی وجہ سے یہ وزن میں نہیں آ سکتا۔ اسی لیے مشرکوں کے بارے میں اللہ فرماتا ہے: ﴿فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا﴾ (الکھف: ۱۰۵) ہم قیامت کے دن ان کے لئے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔ مطلب نہ ان کی کوئی قدر ہو گی اور نہ ہی ان کے کسی عمل کا وزن ہو گا کیونکہ مشرک کے تمام نیک اعمال تو پہلے ہی ضائع ہو گئے لہذا اب اس کی برائیوں کو کس چیز سے تولا جائے؟ (جلد-۱، ص ۳۱۵)

اللہ فرمائے گا: آج تجھ پر کوئی زیادتی نہ ہو گی پس اعمال نامے ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے اور وہ فرد دوسرے پلڑے میں، وہ اعمال نامے ہلکے پڑ جائیں گے اور یہ فرد ان پر بھاری ہو گا۔ اسم اللہ کے مقابل کوئی چیز بھاری نہیں ہو سکتی۔ (سنن ترمذی)[۱]

اَلْحَدِيثُ السَّادِسَ عَشَرَ

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقِفُونَ يَعْنِي الْمَلاَئِكَةَ بَيْنَ يَدَيِ اللهِ وَيَشْهَدُونَ يَعْنِي لِلْعَبْدِ بِالْعَمَلِ الْمُخْلَصِ لِلّٰهِ فَيَقُولُ اللهُ لَهُمْ أَنْتُمُ الْحَفَظَةُ عَلَى عَمَلِ عَبْدِى وَأَنَا الرَّقِيبُ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ إِنَّهُ لَمْ يُرِدْنِي بِهَذَا الْعَمَلِ وَأَرَادَ بِهِ غَيْرِى فَعَلَيْهِ لَعْنَتِي. (الْحَدِيثَ)

خَرَّجَهُ ابْنُ الْمُبَارَكِ بِإِسْنَادِهِ عَنْ رَجُلٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ لِي وَذَكَرَ حَدِيثَ رَفْعِ الأَعْمَالِ وَهُوَ حَدِيثٌ طَوِيلٌ ذَكَرْنَاهُ فِي الأَرْبَعِينَ الطِّوَالِ لَنَا بِكَمَالِهِ مَا تَرَكْنَا مِنْهُ شَيْئًا مِمَّا وَصَلَ إِلَيْنَا.

حدیث-۱۶

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (قیامت والے دن) فرشتے، اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے اور بندے کے وہ اعمال جو اُس نے خالص اللہ کے لیے کیے ہوں گے اُن پر گواہی دیں

---

۱ جہاں تک اس اعمال نامے والے شخص کا تعلق ہے تو اس نے (دنیا) میں کوئی نیکی نہیں کی ہو گی مگر ایک دفعہ اخلاص سے کلمہ لا الٰہ الا اللہ کہا ہو گا۔ چنانچہ یہی ایک کلمہ، اس کے برائیوں سے بھرے ننانوے اعمال ناموں-جن میں سے ہر ایک مشرق سے لے کر مغرب تک پھیلا ہو گا-کے مقابلے میں رکھ دیا جائے گا۔ اس رکھنے کی وجہ یہ ہو گی کہ اس کے پاس اس ایک کلمے کے سوا کوئی نیکی ہی نہ ہو گی۔ پس اس کلمے والا پلڑا ان سب برائیوں پر بھاری ہو جائے گا اور یہ سارے اعمال نامے بے وقعت ہو جائیں گے چنانچہ وہ اس پر حیرت کا اظہار کرے گا۔ (جلد-۱، ص ۳۱۵)

گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا: تم میرے بندے کے اعمال کے نگران ہو اور میں اس کے دل کا نگران ہوں اُس نے یہ عمل میرے لیے نہیں کیا بلکہ کسی دوسرے کے لیے (اس عمل کی) نیت کی۔ پس اس پر میری لعنت ہے۔

ابن مبارک نے اپنی سند سے یہ حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا، پھر آپ نے اعمال اٹھائے جانے والی حدیث ذکر کی۔ یہ ایک طویل حدیث ہے جسے ہم نے اپنی چالیس لمبی احادیث میں مکمل ذکر کیا ہے، اُس جگہ ہم نے (اس حدیث میں سے) ایسا کچھ نہیں چھوڑا جو ہم تک پہنچا۔

اَلْحَدِيثُ السَّابِعَ عَشَرَ

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ثَلاَثَةٌ لاَ تُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الصَّائِمُ حَتَّى يُفْطِرَ وَالإِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ يَرْفَعُهَا اللهُ إِلَيْهِ فَوْقَ الْغَمَامِ وَيَفْتَحُ لَهَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ وَيَقُولُ الرَّبُّ سُبْحَانَهُ وَعِزَّتِي لأَنْصُرَنَّكَ وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ.

خَرَّجَهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْ أَبِي كُرَيْبٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ عَنْ سَعْدَانَ الْقُبِّيِّ عَنْ أَبِي مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مُدِلَّةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِمِثْلِهِ.[1]

---

[1] یہ حدیث اسی سند اور متن سے سنن ترمذی (۳۵۲۲) میں درج ہے جبکہ دیگر اسناد اور ملتے جلتے متون سے یہ حدیث سنن ابن ماجہ (۱۷۴۲) مسند احمد (۷۷۰۰) المعجم الکبیر - طبرانی (۸۹۶) شعب الایمان - البیہقی (۳۷/۶۸) صحیح ابن حبان (۷۵۱۱) صحیح ابن خزیمہ (۱۷۹۵) مسند عبد بن حمید (۱۴۲۴) مسند الطیالسی (۲۶۹۸) اسحاق بن راہویہ (۳۰۰) الزہد والرقائق - ابن مبارک (۱۰۶۴) احیاء علوم الدین، قوت القلوب، فتوحات مکیہ میں مذکور ہے۔ شیخ البانی اس حدیث پر کوئی حتمی حکم لگاتے نظر نہیں آتے کبھی آپ اسے ضعیف قرار دیتے ہیں (صحیح و ضعیف سنن ترمذی) اور کبھی اسی کے ایک حصے کو صحیح قرار دیتے ہیں السلسلہ الصحیحہ۔ امام ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے شیخ البانی ایک راوی کے مجہول ہونے
⇆

حدیث-۱۷

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین (اشخاص) کی دعارد نہیں کی جاتی۔

۱۔ روزہ دار جب تک روزہ کھول نہ لے۔

۲۔ عادل بادشاہ۔

۳۔ اور مظلوم کی دعا۔

اللہ تعالیٰ اِس دعا کو بادلوں سے اوپر اٹھاتا ہے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں، رب تعالیٰ سبحانہ فرماتا ہے: مجھے قسم ہے میری عزت کی میں لازماً تیری مدد کروں گا چاہے کچھ دیر بعد ہی سہی۔ (سنن ترمذی)

اَلْحَدِيثُ الثَّامِنَ عَشَرَ

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي قَوْلِ اللهِ تَعَالَى ﴿يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ﴾ (الإسراء: ٧١) قَالَ يُدْعَى أَحَدُهُمْ فَيُعْطَى كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ وَيُمَدُّ لَهُ فِي جِسْمِهِ سِتُّونَ ذِرَاعًا وَيُبَيَّضُ وَجْهُهُ وَيُجْعَلُ عَلَى رَأْسِهِ تَاجٌ مِنْ لُؤْلُؤٍ يَتَلأْلأُ فَيَنْطَلِقُ إِلَى أَصْحَابِهِ فَيَرَوْنَهُ مِنْ بَعِيدٍ فَيَقُولُونَ اللهُمَّ آتِنَا مِثْلَ هَذَا وَبَارِكْ لَنَا فِي هَذَا فَيَأْتِيهِمْ فَيَقُولُ لَهُمْ أَبْشِرُوا لِكُلِّ رَجُلٍ مِنْكُمْ مِثْلُ هَذَا قَالَ وَأَمَّا الْكَافِرُ فَيُسَوَّدُ وَجْهُهُ وَيُمَدُّ لَهُ فِي جِسْمِهِ سِتُّونَ ذِرَاعًا عَلَى صُورَةِ آدَمَ وَيُلْبَسُ تَاجًا مِنْ نَارٍ فَيَرَاهُ أَصْحَابُهُ فَيَقُولُونَ نَعُوذُ بِاللهِ مِنْ شَرِّ هَذَا اللهُمَّ لاَ تَأْتِنَا بِهَذَا قَالَ فَيَأْتِيهِمْ فَيَقُولُونَ اللهُمَّ أَخِّرْهُ فَيَقُولُ أَبْعَدَكُمُ اللهُ فَإِنَّ لِكُلِّ رَجُلٍ مِنْكُمْ مِثْلَ هَذَا.

ہونے کی وجہ سے اس حدیث کو مکمل طور پر صحیح قرار دینے سے کتراتے ہیں جبکہ اس کا وہ حصہ جو دیگر صحیح اسناد سے وارد ہوا اس کی صحت کے بھی قائل ہیں۔

خَرَّجَهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.[۱]

وَخَرَّجَ أَيْضًا فِي هَذَا الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ الْكُوفِيِّ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالاَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُؤْتَى بِالْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ لَهُ أَلَمْ أَجْعَلْ لَكَ سَمْعًا وَبَصَرًا وَمَالاً وَوَلَدًا وَسَخَّرْتُ لَكَ الأَنْعَامَ وَتَرَكْتُكَ تَرْأَسُ وَتَرْبَعُ[۲] أَفَكُنْتَ تَظُنُّ أَنَّكَ مُلاَقِيَّ يَوْمَكَ هَذَا فَيَقُولُ لاَ فَيَقُولُ لَهُ الْيَوْمَ أَنْسَاكَ كَمَا نَسِيتَنِي. هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ.[۳]

يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَا ابْنَ آدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ أَعُودُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ قَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فُلاَنًا مَرِضَ فَلَمْ

---

[۱] یہ حدیث سنن ترمذی (۳۰۶۱) مستدرک حاکم (۲۹۰۹) مسند ابی یعلی الموصلی (۲۰۱۰) صحیح ابن حبان (۴۷۳) حلیہ اولیاء، قوت القلوب اور فتوحات مکیہ میں مذکور ہے۔ امام ترمذی نے اسے حسن غریب کہاہے، امام الذہبی نے مستدرک حاکم پر تعلیق کرتے ہوئے اسے امام مسلم کی شرط پر قرار دیا ہے جبکہ شیخ البانی نے اسے السلسلہ الضعیفہ میں ضعیف الاسناد (یعنی ناقابل قبول) قرار دیا ہے مگر کوئی وجہ بیان نہیں کی۔

[۲] مشکاۃ الانوار کے کچھ نسخوں میں اس جگہ "ترتع" کا لفظ لکھا ہوا ہے جبکہ جو احادیث اس متن کے مطابقت میں کتب احادیث میں آئی ہیں وہاں ترأس کے ساتھ تربع کا لفظ ہی موجود ہے اور چونکہ شیخ اکبر نے یہ خود لکھاہے کہ آپ نے یہ حدیث سنن ترمذی سے نقل کی ہے لہذا آپ کی نقل میں یہاں سنن ترمذی کے الفاظ ہی لکھے گئے ہیں۔ مزید دیکھئے مندرجہ ذیل کتب حدیث: صحیح مسلم (۵۲۷۰) سنن ترمذی (۲۳۵۲) تفسیر ابن أبي حاتم (۲۱۷۰) شعب الایمان - البیہقی (۲۶۴) مسند الحمیدی (۱۲۳۱) صحیح ابن حبان (۴۷۲۶) وغیرہ۔

[۳] اس سند اور متن سے یہ حدیث سنن ترمذی (۲۳۵۲) البعث - ابن داؤد السجستانی (۳۴) التوحید - ابن خزیمہ (۱۹۳) میں مذکور ہے۔ شیخ البانی نے صحیح و ضعیف سنن ترمذی میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

تَعُدْهُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِي عِنْدَهُ يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِي قَالَ يَا رَبِّ وَكَيْفَ أُطْعِمُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ قَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِي فُلاَنٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِي يَا ابْنَ آدَمَ اسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِي قَالَ يَا رَبِّ وَكَيْفَ أَسْقِيكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ قَالَ اسْتَسْقَاكَ عَبْدِي فُلاَنٌ فَلَمْ تَسْقِهِ أَمَا إِنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ وَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِي.

خَرَّجَهُ مُسْلِمٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَاتِمٍ عَنْ بَهْزٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْحَدِيثَ.[۱]

حدیث-۱۸

رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول: ﴿يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ﴾ (الإسراء: ۷۱) ہم اُس روز ہر شخص کو اس کے امام کے نام سے پکاریں گے، کے بارے میں فرمایا: ایک شخص کو پکارا جائے گا اور اِسے، اِس کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اُس کا جسم ساٹھ بازو تک لمبا کیا جائے گا اور اُس کا چہرہ روشن کیا جائے گا، اُس کے سر پر چمکتے موتیوں کا تاج رکھا جائے گا۔ جب یہ شخص اپنے ساتھیوں کی طرف آئے گا تو وہ دور سے ہی اس کو دیکھ کر کہیں گے: اے اللہ! ہمیں بھی اس جیسا عطا کر اور ہمیں بھی اس طرح کی برکت دے۔ جب وہ ان کے پاس پہنچے گا تو کہے گا: خوش ہو جاؤ؛ تم میں سے ہر ایک کے لیے یہ سب کچھ ہے۔

جہاں تک کافر کا معاملہ ہے تو اُس کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا، اُس کا جسم صورت آدم (علیہ السلام) پر ساٹھ بازو لمبا ہو جائے گا اور اُس کو آگ کا تاج پہنایا جائے گا، جب اُس کے ساتھی اُسے

---

۱ اس سند اور متن سے یہ حدیث صحیح مسلم (۴۶۶۱) میں مذکور ہے، دیگر اسناد سے اس سے ملتا جلتا متن المعجم الاوسط- طبرانی (۸۹۶۵) شعب الایمان-البیہقی (۸۸۷۹) صحیح ابن حبان (۲۶۸) ادب المفرد- امام بخاری (۵۳۵) ریاض الصالحین، احیاء علوم الدین، حلیہ اولیاء اور فتوحات مکیہ میں مذکور ہے۔

دیکھیں گے تو کہیں گے: اس کے شر سے اللہ کی پناہ! اے اللہ! ہمیں اِس جیسا مت کرنا، جب وہ ان کے پاس آئے گا تو کہیں گے: اے اللہ! اسے دور کر دے، وہ کہے گا: اللہ تمہیں دور کرے، تم میں سے ہر ایک شخص کے لیے یہی کچھ صلہ ہے۔ (سنن ترمذی)

ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا: ایک بندے کو قیامت والے دن حاضر کیا جائے گا اور اللہ فرمائے گا: کیا میں نے تیری سماعت اور بصارت نہیں بنائی؟ تجھے مال و اولاد عطا نہیں کیے؟ تیرے لیے مویشی مسخر نہیں کیے؟ اور تجھے چھوڑے نہ رکھا کہ تو سرداری بھی کرتا تھا اور ایک چوتھائی مال بھی سمیٹتا تھا؟ کیا تو یہ گمان رکھتا تھا کہ تو آج کے دن مجھے ملے گا؟ وہ کہے گا: نہیں۔ اللہ اس سے فرمائے گا: آج ہم بھی تجھے اسی طرح بھول جائیں گے جیسے تو مجھے بھول گیا تھا۔ یہ صحیح حدیث ہے (سنن ترمذی)

قیامت والے دن اللہ عزو جل فرمائے گا: اے ابن آدم! میں بیمار ہوا اور تو نے میری بیمار پرسی نہ کی،[1] وہ کہے گا: اے رب! میں کیسے تیری بیمار پرسی کرتا جبکہ تو رب العالمین ہے، رب

---

[1] شیخ اکبر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۶۹ میں فرماتے ہیں: ہر عالِم پر اَسرار حق تعالیٰ کا چھپانا لازم ہے جیسے کہ آیات میں ہے: "ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں" یا جیسے کہ حدیث ہے: میں اس کی سماعت، بصارت اور زبان ہوتا ہوں...۔ جاہل جب یہ باتیں سنتا ہے تو اس کا ذہن فوراً غلط سمجھ، یعنی کے حلول اور تحدید کی طرف جاتا ہے۔ پس ان باتوں کا اس (جاہل) سے چھپانا لازم ہے۔ حدیث میں ہے، اللہ فرماتا ہے: "میں بھوکا تھا، میں پیاسا تھا، میں بیمار تھا" پس عاقل کو چاہیے کہ ان آیات و حدیث کے راز جاہل سے پوشیدہ رکھے اور ان کی جو تفسیر اللہ نے کی ہے اس سے زائد کچھ نہ بولے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "میرا فلاں بندہ بیمار تھا اگر تو اس کی بیمار پرسی کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا" یہ بات پہلے قول- کہ میں بیمار تھا- سے بھی زیادہ مبہم ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس دوسری تفسیر میں بھی علماء باللہ کو ایک ایسا علم عطا کیا جو ان کے پاس نہ تھا۔ وہ یوں کہ پہلے اُس نے خود کو مریض اور بھوکے کا عین بنایا اور دوسری تفسیر میں خود کو "اُس کے پاس" کہنے میں تیماردار

⇆↲

کہے گا: کیا تو نہیں جانتا تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے مگر تو نے اس کی عیادت نہ کی، کیا تو نہیں جانتا تھا کہ اگر تو اُس کی عیادت کرتا تو مجھے اُس کے پاس پاتا۔[۱]

اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا اور تو نے مجھے کھانا نہیں دیا، وہ کہے گا: یا رب! میں کیسے آپ کو کھانا دے سکتا ہوں جبکہ آپ تو رب العالمین ہیں، رب کہے گا: کیا تو نہیں جانتا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے اسے کھانا نہیں دیا، کیا تو نہیں جانتا اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو یہ (کھلانا) میرے پاس پاتا۔

اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا مگر تو نے مجھے پانی نہ پلایا، وہ کہے گا: یا رب! میں کیسے آپ کو پلا سکتا ہوں جبکہ آپ تو رب العالمین ہیں، رب کہے گا: میرے فلاں بندے نے پانی مانگا مگر تو نے اسے پانی نہ پلایا، اگر تو اسے پانی پلاتا تو یہ (پلانا) میرے پاس پاتا۔ (صحیح مسلم)

اَلْحَدِيثُ التَّاسِعَ عَشَرَ

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ اللهَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَنْزِلُ إِلَى الْعِبَادِ لِيَقْضِيَ بَيْنَهُمْ وَكُلُّ

بنایا کیونکہ جو کوئی مریض کی عیادت کرتا ہے وہ اس کے پاس ہوتا ہے۔ یہ اس کا خود کو مریض کا عین بنانے جیسا نہیں! یہ دونوں باتیں حق ہیں اور ہر حق کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ (جلد-۱، ص ۴۰۷)

۱ اس حدیث میں عامی کے لیے پردہ یہی ہے کہ اسے اللہ کے اس قول: "مجھے اُس کے پاس پاتا" میں یہی کہا جائے گا کہ مریض کی حالت ہمیشہ ہی اس کے سامنے محتاجی اور عاجزی کا اظہار کرنا ہوتی ہے جس کے ہاتھ میں اس کے لیے شفاء ہو اور شفاء تو صرف اللہ کے ہاتھ ہی ہے۔ چنانچہ مریض-برخلاف صحت مند-زیادہ تر اللہ کا ذکر ہی کرتا رہتا ہے تاکہ اس سے یہ بیماری دور ہو جائے (اور وہ پھر سے ٹھیک ہو جائے) اللہ تعالیٰ بھی تو فرماتا ہے: جو مجھے یاد کرے میں اس کے پاس ہوتا ہوں۔ یہ ایک ٹھیک بات ہے جس سے عامی مطمئن ہو جاتا ہے اور عالم باللہ اس (پہلے) راز کی بات کو خود تک ہی محدود رکھتا ہے۔ (جلد-۱، ص ۴۰۷)

أُمَّةٍ جَاثِيَةٌ فَأَوَّلُ مَنْ يَدْعُو بِهِ رَجُلٌ جَمَعَ الْقُرْآنَ وَرَجُلٌ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَرَجُلٌ كَثِيرُ الْمَالِ فَيَقُولُ اللهُ لِلْقَارِئِ أَلَمْ أُعَلِّمْكَ مَا أَنْزَلْتُ عَلَى رَسُولِي قَالَ بَلَى يَا رَبِّ قَالَ فَمَاذَا عَمِلْتَ فِيمَا عَلِمْتَ قَالَ كُنْتُ أَقُومُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ فَيَقُولُ اللهُ لَهُ كَذَبْتَ وَتَقُولُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ كَذَبْتَ وَيَقُولُ اللهُ بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ فُلَانٌ قَارِئٌ فَقَدْ قِيلَ ذَلِكَ. وَيُؤْتَى بِصَاحِبِ الْمَالِ فَيَقُولُ اللهُ لَهُ أَلَمْ أُوَسِّعْ عَلَيْكَ حَتَّى لَمْ أَدَعْكَ تَحْتَاجُ إِلَى أَحَدٍ قَالَ بَلَى يَا رَبِّ قَالَ فَمَاذَا عَمِلْتَ فِيمَا آتَيْتُكَ قَالَ كُنْتُ أَصِلُ الرَّحِمَ وَأَتَصَدَّقُ فَيَقُولُ اللهُ لَهُ كَذَبْتَ وَتَقُولُ الْمَلَائِكَةُ كَذَبْتَ وَيَقُولُ اللهُ بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ فُلَانٌ جَوَادٌ وَقَدْ قِيلَ ذَلِكَ. وَيُؤْتَى بِالَّذِي قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللهِ فَيَقُولُ اللهُ فِي مَاذَا قُتِلْتَ فَيَقُولُ أُمِرْتُ بِالْجِهَادِ فِي سَبِيلِكَ فَقَاتَلْتُ حَتَّى قُتِلْتُ فَيَقُولُ اللهُ لَهُ كَذَبْتَ وَتَقُولُ الْمَلَائِكَةُ لَهُ كَذَبْتَ وَيَقُولُ اللهُ بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ فُلَانٌ جَرِيءٌ فَقَدْ قِيلَ ذَلِكَ. ثُمَّ ضَرَبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى رُكْبَةِ أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَالَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أُولَئِكَ الثَّلَاثَةُ أَوَّلُ خَلْقِ اللهِ تُسْعَرُ بِهِمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

خَرَّجَهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ نَصْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ أَبِي الْوَلِيدِ أَبِي عُثْمَانَ الْمَدَنِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ مُسْلِمٍ أَنَّ شُفَيًّا الْأَصْبَحِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ دَخَلَ الْمَدِينَةَ فَإِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَدِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ فَقَالَ مَنْ هَذَا فَقَالُوا أَبُو هُرَيْرَةَ وَذَكَرَ قِصَّتَهُ مَعَهُ حَتَّى قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ حَدَّثَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنَّ اللهَ قَالَ بِمِثْلِهِ.[1]

حدیث-۱۹

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت والے دن اللہ تعالیٰ بندوں میں فیصلہ کرنے کے

---

[1] یہ حدیث سنن ترمذی (۲۳۰۴) مستدرک حاکم (۱۴۷۴) صحیح ابن حبان (۴۰۹) صحیح ابن خزیمہ (۲۲۸۵) شرح السنہ-البغوی، الزہد والرقائق-ابن مبارک اور فتوحات مکیہ میں مذکور ہے۔ شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے (صحیح وضعیف سنن ترمذی)

لیے نیچے اترے گا، اُس وقت ہر امت گھٹنوں کے بل ہو گی پس سب سے پہلے تین ایسے اشخاص کو بلایا جائے گا جن میں سے ایک نے قرآن حفظ کیا ہو گا، ایک راہ خدا میں مارا گیا ہو گا؛ اور ایک نہایت مالدار شخص ہو گا۔

اللہ تعالیٰ قاری سے فرمائے گا: کیا میں نے تجھے وہ سب نہ سکھایا جو میں نے اپنے رسول پر اتارا، وہ کہے گا: بالکل یارب! پھر (اللہ تعالیٰ) کہیں گے: تو نے اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں رات دن اس کی تلاوت کرتا تھا، اللہ اُس سے کہے گا: تو نے جھوٹ کہا اور فرشتے بھی اُسے کہیں گے تو نے جھوٹ کہا، اللہ فرمائے گا: بلکہ تو یہ چاہتا تھا کہ کہا جائے فلاں (بہت بڑا) قاری ہے، پس یہ تو کہا جا چکا۔

پھر صاحب مال کو لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اُس سے کہے گا: کیا میں نے تجھے اتنی آسودگی نہیں دی تھی کہ میں نے تجھے کسی دوسرے کا محتاج نہ چھوڑا؟ وہ کہے گا: بالکل یارب! پھر رب کہے گا: جو کچھ میں نے تجھے دیا تو نے اس سے کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے رشتہ داری نبھائی اور صدقہ کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا، اور فرشتے بھی کہیں گے تو نے جھوٹ کہا؛ بلکہ تو چاہتا تھا کہ یہ کہا جائے فلاں بڑا سخی ہے، پس ایسا پکارا جا چکا۔

پھر اس شخص کو لایا جائے گا جو اللہ کی راہ میں شہید ہوا، اللہ اس سے پوچھے گا: تو کس وجہ سے مارا گیا؟ وہ کہے گا: مجھے تیری راہ میں لڑنے کا حکم ہوا اور میں لڑا حتی کہ مارا گیا، اللہ تعالیٰ اُس سے فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا اور فرشتے بھی اُس سے کہیں گے تو نے جھوٹ کہا، پھر اللہ فرمائے گا: بلکہ تُو چاہتا تھا کہ یہ کہا جائے فلاں بہت بہادر ہے اور ایسا کہا جا چکا۔

پھر حضور ﷺ نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کے زانو پر ہاتھ مارا اور کہا: اے ابوہریرۃ (رضی اللہ عنہ)! یہ تین قیامت والے دن اللہ کی وہ پہلی مخلوق ہوں گے جن سے جہنم کی آگ بھڑکے گی۔ (سنن ترمذی)

اَلْحَدِيثُ الْعِشْرُونَ

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَالَّذِى نَفْسِى بِيَدِهِ لاَ تُضَارُّونَ فِى رُؤْيَةِ رَبِّكُمْ فَيَلْقَى الْعَبْدَ فَيَقُولُ أَىْ فُلُ أَلَمْ أُكْرِمْكَ وَأُسَوِّدْكَ وَأُزَوِّجْكَ وَأُسَخِّرْ لَكَ الْخَيْلَ وَالإِبِلَ وَأَذَرْكَ تَرْأَسُ وَتَرْبَعُ فَيَقُولُ بَلَى أَىْ رَبِّ فَيَقُولُ أَفَظَنَنْتَ أَنَّكَ مُلاَقِيَّ فَيَقُولُ آمَنْتُ بِكَ وَبِكِتَابِكَ وَبِرُسُلِكَ وَصَلَّيْتُ وَصُمْتُ وَتَصَدَّقْتُ وَيُثْنِى بِخَيْرٍ مَا اسْتَطَاعَ فَيَقُولُ هَا هُنَا إِذًا قَالَ ثُمَّ يُقَالُ لَهُ الآنَ نَبْعَثُ شَاهِدًا عَلَيْكَ وَيَتَفَكَّرُ فِى نَفْسِهِ مَنْ ذَا الَّذِى يَشْهَدُ عَلَيَّ فَيُخْتَمُ عَلَى فِيهِ وَيُقَالُ لِفَخِذِهِ انْطِقِى فَتَنْطِقُ فَخِذُهُ وَلَحْمُهُ وَعِظَامُهُ بِعَمَلِهِ وَذَلِكَ لِيُعْذِرَ مِنْ نَفْسِهِ وَذَلِكَ الْمُنَافِقُ وَذَلِكَ الَّذِى سَخِطَ اللهُ عَلَيْهِ.

خَرَّجَهُ مُسْلِمٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِى عُمَرَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِى صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ هَلْ نَرَى رَبَّنَا وَذَكَرَ حَدِيثَ الرُّؤْيَةِ وَسَاقَ هَذَا الْحَدِيثَ.[۱]

حدیث-۲۰

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، تمھیں اپنے رب کے دیدار میں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ رب بندے سے ملاقات کرے گا اور کہے گا: اے فلاں! کیا میں نے تجھے عزت نہ بخشی؟ تجھے عہدہ نہ دیا؟ تجھے بیوی نہ بخشی؟ تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہ کیے؟ اور کیا میں نے تیری سرداری (باقی) نہیں چھوڑی کہ ایک چوتھائی حصہ تو لے لیا کرتا تھا؟ وہ کہے گا: بالکل اے رب! پھر پوچھے گا: کیا تو یہ گمان رکھتا تھا کہ تو

[۱] یہ حدیث صحیح مسلم (۵۲۷۰) مسند الحمیدی (۱۲۳۱) صحیح ابن حبان (۷۵۶۸) الایمان - ابن مندہ (۸۲۶) التوحید - ابن خزیمہ (۱۸۹) الرؤیہ - الدار قطنی (۱۴) اور فتوحات مکیہ میں مذکور ہے۔ شیخ البانی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

مجھ سے ملاقات کرے گا، وہ کہے گا: میں تجھ پر، تیری کتاب پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا، اور میں نے نمازیں پڑھیں، روزے رکھے اور صدقہ خیرات کیا، اور وہ جس قدر بہتر تعریف کر سکتا ہو گا کرے گا۔ رب تعالیٰ کہے گا: ادھر آ، پھر اُس سے کہا جائے گا: اب ہم تیرے خلاف ایک گواہ لائیں گے وہ دل میں سوچے گا، میرے خلاف کون گواہی دے گا، پھر اُس کے منہ پر مہر لگائی جائے گی اور اُس کی ٹانگ کو بولنے کا حکم دیا جائے گا؛ پس اُس کی ٹانگ، گوشت اور ہڈیاں اُس کے اعمال بتائیں گے تاکہ وہ خود اپنے اوپر عذر قائم کرے اور یہ منافق ہے اور یہ ایسا شخص ہے جس پر اللہ کا غضب ہوا۔ (صحیح مسلم)

اَلْحَدِيثُ الْحَادِي وَالْعِشْرُونَ

وَهُوَ الْحَدِيثُ الْوَاحِدُ وَمِائَةٌ مِنَ الأَحَادِيثِ الإِلَهِيَّةِ وَبِهِ خُتِمَ الْكِتَابُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ اللهُ تَعَالَى يَعْنِي لأَهْلِ الْجَنَّةِ فِي الْجَنَّةِ إِنِّي أَنَا اللهُ الْجَوَادُ الْغَنِيُّ الْمَلِيُّ الْوَفِيُّ الصَّادِقُ وَهَذِهِ دَارِي قَدْ أَسْكَنْتُكُمُوهَا وَجَنَّتِي قَدْ أَبَحْتُكُمُوهَا وَنَفْسِي قَدْ أَرَيْتُكُمُوهَا وَهَذِهِ يَدِي ذَاتُ النَّدَى وَالطَّلِّ مَبْسُوطَةٌ مَمْدُودَةٌ عَلَيْكُمْ لاَ أَقْبِضُهَا عَنْكُمْ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْكُمْ لاَ أَصْرِفُ بَصَرِي عَنْكُمْ فَسَلُونِي مَا شِئْتُمْ وَاشْتَهَيْتُمْ فَقَدْ آنَسْتُكُمْ بِنَفْسِي وَأَنَا لَكُمْ جَلِيسٌ وَأَنِيسٌ وَلاَ حَاجَةَ وَلاَ فَاقَةَ بَعْدَ هَذَا وَلاَ بُؤْسَ وَلاَ مَسْكَنَةَ وَلاَ ضَعْفَ وَلاَ هَرَمَ وَلاَ سَخَطَ وَلاَ حَرَجَ وَلاَ تَحْوِيلَ أَبَدًا سَرْمَدًا نَعِيمُكُمْ نَعِيمُ الأَبَدِ وَأَنْتُمُ الآمِنُونَ الْمُقِيمُونَ الْمَاكِثُونَ الْمُكَرَّمُونَ الْمُنَعَّمُونَ وَأَنْتُمُ السَّادَةُ الأَشْرَافُ الَّذِينَ أَطَعْتُمُونِي وَاجْتَنَبْتُمْ مَحَارِمِي فَارْفَعُوا إِلَيَّ حَوَائِجَكُمْ أَقْضِهَا لَكُمْ وَكَرَامَةً وَنِعْمَةً قَالَ فَيَقُولُونَ رَبَّنَا مَا كَانَ هَذَا أَمَلَنَا وَلاَ أُمْنِيَّتَنَا وَلَكِنْ حَاجَتُنَا إِلَيْكَ النَّظَرُ إِلَى وَجْهِكَ الْكَرِيمِ أَبَدًا أَبَدًا وَرِضَا نَفْسِكَ عَنَّا فَيَقُولُ لَهُمُ الْعَلِيُّ الأَعْلَى مَالِكُ الْمُلْكِ السَّخِيُّ الْكَرِيمُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فَهَذَا وَجْهِي بَارِزٌ لَكُمْ أَبَدًا سَرْمَدًا وَأَبْشِرُوا فَإِنَّ نَفْسِي عَنْكُمْ رَاضِيَةٌ فَتَمَتَّعُوا وَقُومُوا

إِلَى أَزْوَاجِكُمْ فَعَانِقُوا وَانْكِحُوا وَإِلَى وَلاَئِدِكُمْ فَفَاكِهُوا وَإِلَى غُرَفِكُمْ فَادْخُلُوا وَإِلَى بَسَاتِينِكُمْ فَتَنَزَّهُوا وَإِلَى دَوَابِّكُمْ فَارْكَبُوا وَإِلَى فُرُشِكُمْ فَاتَّكِئُوا وَإِلَى جَوَارِيكُمْ وَسَرَارِيكُمْ فِي الْجِنَانِ فَاسْتَأْنِسُوا وَإِلَى هَدَايَاكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ فَاقْبَلُوا وَإِلَى كِسْوَتِكُمْ فَالْبَسُوا وَإِلَى مَجَالِسِكُمْ فَتَحَدَّثُوا ثُمَّ قِيلُوا قَائِلَةً لاَ نَوْمَ فِيهَا وَلاَ غَائِلَةَ فِي ظِلٍّ ظَلِيلٍ وَآمَنِ مَقِيلٍ وَمُجَاوَرَةِ الْجَلِيلِ ثُمَّ رُوحُوا إِلَى نَهْرِ الْكَوْثَرِ وَالْكَافُورِ وَالْمَاءِ الْمُطَهَّرِ وَالتَّسْنِيمِ وَالسَّلْسَبِيلِ وَالزَّنْجَبِيلِ فَاغْتَسِلُوا وَتَنَعَّمُوا طُوبَى لَكُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ثُمَّ رُوحُوا فَاتَّكِئُوا عَلَى الرَّفَارِفِ الْخُضْرِ وَالْعَبْقَرِيِّ الْحِسَانِ وَالْفُرُشِ الْمَرْفُوعَةِ وَالظِّلِّ الْمَمْدُودِ وَالْمَاءِ الْمَسْكُوبِ وَالْفَاكِهَةِ الْكَثِيرَةِ لاَ مَقْطُوعَةٍ وَلاَ مَمْنُوعَةٍ ثُمَّ تَلاَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ﴿إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ * هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلاَلٍ عَلَى الأَرَائِكِ مُتَّكِئُونَ * لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ مَا يَدَّعُونَ * سَلاَمٌ قَوْلاً مِنْ رَبٍّ رَحِيمٍ﴾ (يسين: ٥٥-٥٨) ثُمَّ تَلاَ هَذِهِ الآيَةَ ﴿أَصْحَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُسْتَقَرًّا وَأَحْسَنُ مَقِيلاً﴾ (الفرقان: ٢٤).

حَدَّثَنِي بِهَذَا الْحَدِيثِ غَيْرَ مَرَّةٍ قِرَاءَةً وَسَمَاعًا مِنِّي عَلَيْهِ وَعَلَيَّ مِنْهُ وَقِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ الشَّيْخُ الإِمَامُ الشَّرِيفُ الْمُحَدِّثُ أَبُو مُحَمَّدٍ يُونُسُ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَبِي الْحَسَنِ بْنِ أَبِي الْبَرَكَاتِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ حَمْزَةَ بْنِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى بْنِ مُوسَى بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَبَّاسِ عَمِّ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِالْحَرَمِ الشَّرِيفِ تُجَاهَ الْكَعْبَةِ الْمُكَرَّمَةِ فِي جُمَادَى الآخِرَةِ سَنَةَ تِسْعٍ وَتِسْعِينَ وَخَمْسِمِائَةٍ قَالَ أَخْبَرَنَا الْقَاضِي أَبُو الْفَضْلِ مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ يُوسُفَ الأُرْمَوِيُّ عَنْ أَبِي بَكْرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ الْمَعْرُوفِ بِابْنِ الْخَيَّاطِ عَنْ أَبِي سَهْلٍ مَحْمُودِ بْنِ عُمَرَ الْعُكْبَرِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرٍ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ النَّقَّاشِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ الْحُسَيْنِ الطَّبَرِيِّ الْبُزُورِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حُمَيْدٍ الرَّازِيِّ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ سَلاَّمٍ الطَّوِيلِ عَنْ غِيَاثِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنْمٍ وَزَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ.

وَذَكَرَ عَنْ عَلِيٍّ حَدِيثَ مَوَاقِفِ الْقِيَامَةِ وَعَنِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلاَمُ حَدِيثَ كَلاَمِ اللهِ تَعَالَى لأَهْلِ الْجَنَّةِ عَلَى مَا أَوْرَدْنَاهُ.

حدیث-۲۱

یہ احادیث قدسی میں ۱۰۱ نمبر حدیث ہے اور اسی پر کتاب کا خاتمہ ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل جنت سے جنت میں یوں کہے گا: میں اللہ ہوں، نہایت سخی، مالدار، جھولیاں بھرنے والا، بھرپور عطا کرنے والا (یا وعدہ پورا کرنے والا) نہایت سچا ہوں اور یہ میرا گھر ہے، میں نے اس میں تمہیں ٹھہرا دیا؛ اور یہ میری جنت ہے میں نے یہ تمہارے لیے جائز کر دی اور اپنا آپ تمہیں دکھا دیا؛ اور یہ میرے ہاتھ ہیں جو فضل اور خیر سے بھرپور ہیں جو تم پر کھلے اور کشادہ ہیں، میں (انہیں) کبھی تم پر بند نہیں کروں گا؛ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں، میں کبھی تم سے اپنی نظریں نہیں پھیروں گا، پس جو چاہتے ہو یا خواہش رکھتے ہو، مجھ سے وہ مانگو، میں نے تمہیں اپنے آپ سے مانوس کیا اور میں تمہارا ساتھی اور غم خوار ہوں آج کے بعد کوئی حاجت اور کوئی فاقہ نہیں اور اب ہمیشہ کے لیے کوئی مصیبت، مسکینی، کمزوری، بڑھاپا، غضب، تنگی اور تبدیلی نہیں۔ تمہاری نعمتیں ابدی نعمتیں ہیں اور تم بے خوف، مقیم، مطمئن، عزت دار اور نعمتوں میں رہنے والے ہو۔ تم وہ قابل شرف ہستیاں ہو جنہوں نے میری اطاعت کی اور تم نے میری حرام کردہ چیزوں سے اجتناب کیا؛ اپنی ضروریات مجھے پیش کرو میں ان کو عزت افزائی اور نعمت سے پوری کروں گا۔

وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہماری امید اور خواہش یہ نہ تھی بلکہ ہماری حاجت تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آپ کے کریم چہرے کا دیدار اور آپ کا ہم سے راضی ہونا تھا۔

پس بلند و اعلیٰ، مالک الملک، سخی و کریم تبارک و تعالیٰ ان سے کہے گا: یہ میرا چہرہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تم پر کھلا ہے، اور خوشیاں مناؤ، میرا نفس تم سے راضی ہے، مزے کرو، اپنی بیویوں

کے پاس جاؤ ان کے گلے لگو اور نکاح کرو اپنے بچوں سے اٹکھیلیاں کرو، اپنے کمروں میں چلے جاؤ، اپنے باغات میں مہکو، اپنی سواریوں پر سوار ہو، اپنے بستروں پر ٹیک لگاؤ، اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے پاس باغوں میں جاؤ اور اُن سے ہنسی مذاق کرو، اپنے رب کی طرف سے تحفے قبول کرو، اپنے لباس زیب تن کرو اپنی مجالس میں بات چیت کرو۔ پھر لمبے سایے، سلامتی، امن اور جلیل کی صحبت میں قیلولہ کرو جس میں نہ کوئی خوف ہو نہ موت ہو، پھر دریائے کوثر اور کافور، پاک پانی، تسنیم، سلسبیل اور زنجبیل کی سیر کو جاؤ، نہاؤ اور نعمتوں کے مزے لو؛ تمہارے لیے برکت اور اچھالوٹا ہو۔ پھر سبز تکیؤں، خوبصورت قالینوں، بلند بستروں، لمبے سایوں، بہتے پانیوں اور بہت سے پھلوں کی طرف جاو جو نہ ختم ہوتے ہیں اور نہ ہی ان سے کوئی روک ٹوک ہے۔

پھر حضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿اہل جنت اس روز عیش و نشاط کے مشغلے میں ہوں گے (۵۵) وہ بھی اور ان کی بیویاں بھی سایوں میں تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے (۵۶) وہاں ان کے لیے میوے اور جو چاہیں گے (موجود ہو گا) (۵۷) پروردگار مہربان کی طرف سے سلام (کہا جائے گا) (۵۸)﴾ (یسین: ۵۵-۵۸) اور پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ﴿اس دن اہل جنت کا ٹھکانا بھی بہتر ہو گا اور مقام استراحت بھی ہو گا﴾ (الفرقان: ۲۴)

مجھے یہ حدیث الشیخ الامام المحدّث، ابو محمد یونس بن یحییٰ بن ابی الحسن بن ابی البرکات بن احمد بن عبداللہ بن محمد بن احمد بن حمزۃ بن اسماعیل بن محمد بن عیسی بن موسی بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حرم الشریف میں کعبہ المکرمہ کی طرف رخ کر کے جمادی الآخرہ سنہ ۵۹۹ھ میں ایک سے زائد مرتبہ سنائی، بعض دفعہ میں پڑھتا اور آپ سنتے اور کبھی آپ پڑھتے اور میں سنتا۔[۱]

---

۱ شیخ اکبر نے اپنی کتاب روح القدس کے آخر میں حضور ﷺ کی طرف سے جنت میں جانے والے اعمال کرنے والی ایک جماعت کے اوصاف کا ذکر کیا ہے۔ چونکہ مشکاۃ الانوار نامی کتاب کا اختتام آپ نے جنت میں مؤمنین کے عیش و آرام پر کیا ہے جو کہ دنیا میں میسر نہیں ہو سکتا تو میں نے مناسب ←
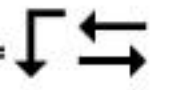
سمجھا کہ اُس طویل حدیث کو بھی حاشیہ میں ذکر کیا جائے جس پر آپ نے اپنی کتاب روح القدس کا اختتام کیا تاکہ ان ہستیوں کو دنیا میں پیش آنے والی تکالیف واضح ہو جائیں جس کے بعد وہ اس جنت کی حقدار ٹھہریں۔ شیخ فرماتے ہیں: اس بارے میں ہمارے شیخ ابو محمد بن محمد سعد اللہ بن محمد البجلی البغدادی الحنفیؒ نے ہمیں سعید بن زید بن نفیل رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کتابتاً بتائی، آپ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے یہ کہتے سنا:

اے اسامہ! جنت کا راستہ تھام لے اور اس کے علاوہ کسی چیز کے بارے میں فکر مند مت ہونا۔ آپؓ نے پوچھا: ایسی کونسی چیز ہے جس سے یہ راستہ تیزی سے کٹ سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سخت گرمی میں پیاس سے، لذت دنیا پر نفس کشی سے، اے اسامہ! تجھے اس وقت روزے سے ہونا چاہیے کیونکہ روزہ اللہ کی قربت کا موجب ہے؛ اللہ کے نزدیک روزہ دار کے منہ کی بو سے زائد کوئی پسندیدہ چیز نہیں، اس نے اللہ کی خاطر کھانا پینا چھوڑ دیا۔ اگر تو ایسا کر سکتا ہو تو ضرور کر کہ جس وقت تیری موت آئے اس وقت تیرا معدہ خالی اور تیرا جگر پیاسا ہو۔ (ایسا کرنے سے) تو آخرت میں قابل شرف منازل پا سکے گا اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہو گا، تیری روح کا ان کے پاس جانے میں تُو خوش ہو گا اور الجبار (یعنی اللہ) تجھ پر اپنی برکتیں نازل کرے گا۔ اے اسامہ! بچ اس بھوکے پیٹ سے جو قیامت کے دن اللہ کے ہاں تجھ سے جھگڑا کرے۔ اے اسامہ! بچ ان لوگوں کی پکار سے، جنہوں نے اپنے گوشت پگھلوائے، اپنی جلدوں کو زہر آلود لُو سے جھلسایا، اپنے کلیجوں کو اتنا پیاسا رکھا حتی کہ ان کی نظروں کے سامنے (اندھیرا) چھا گیا۔ بیشک اللہ عزوجل نے ان کی طرف نظر کی اور ان کی وجہ سے فرشتوں پر فخر کیا، انہیں کی وجہ سے زلزلے اور آفات ٹال دی جاتی ہیں۔

پھر آپ ﷺ روئے، اور پھوٹ پھوٹ کر روئے، لوگ آپ ﷺ سے بات کرنے سے بھی ڈر گئے اور یہ سوچنے لگے کہ آسمان سے کوئی فیصلہ صادر ہو گیا ہے۔ پھر آپ ﷺ گویا ہوئے، فرمایا: حیرت ہے اس امت پر! اگر اس میں اللہ کی اطاعت کرنے والا کوئی شخص پیدا کیا جائے گا تو کیوں یہ سب، صرف اس وجہ سے اُسے جھٹلائیں گے اور اس کے قتل کے درپے ہو جائیں گے کہ اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ حضرت عمر ابن خطابؓ نے پوچھا: یا رسول اللہ، کیا اس روز لوگ دین اسلام پر ہوں

گے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ پھر پوچھا: تو پھر یہ لوگ کس لیے اس شخص سے لڑائی کریں گے جو اللہ کی اطاعت بھی کرتا ہے اور انہیں بھی اللہ کی اطاعت کا حکم دیتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اے عمر! لوگوں نے راستہ چھوڑ دیا، سواریوں پر سوار ہوئے، نرم لباس زیب تن کیا، فارس کے لونڈے ان کے خادم ہوں گے، ان دنوں میں مرد ایسے زینت سے تیار ہوں گے جیسے کوئی عورت اپنے خاوند کے لیے تیار ہوتی ہے، عورتیں سج دھج کر آئیں گی۔ ان کے لباس عظیم الشان بادشاہوں والے لباس ہوں گے اور ان کا دین کسری اور ہرمز کے دین جیسا ہو گا، یہ لوگ کھا پی کہ خوب موٹے تازے ہوں گے۔ پس جب اللہ کے ولی ان سے بات کریں گے جنہوں نے عام لباس پہنا ہو گا، جن کی کمریں جھکی ہوں گی اور جنہوں نے اپنے نفوس کو شدید پیاس سے مارا ہو گا۔ جب ان سے ایسا کوئی بندہ بات کرے گا تو وہ فوراً جھٹلایا جائے گا۔ اسے کہا جائے گا: تو شیطان کا چیلا اور گمراہی کا سرا ہے، تو اللہ کی زینت اور اس کا پاک رزق (ہم پر) حرام کرتا ہے۔ پھر وہ لوگ بغیر علم کے اللہ کی کتاب میں سے کچھ آیات تلاوت کریں گے، انہوں نے اللہ کے اولیاء کو ذلیل کیا۔ اے اسامہ! جان لے، قیامت کے دن اللہ کے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہو گا، دنیا میں جس کی بھوک پیاس اور تکلیف سب سے طویل ہو گی، یہ ایسے پوشیدہ نیک لوگ ہیں کہ جب دیکھے جائیں تو کوئی ان کے قریب نہیں پھٹکتا اور جب نظر نہ آئیں تو ان کو ڈھونڈا نہیں جاتا، خطہ زمین انہیں جانتی ہے اور اہل آسمان میں ان کی پہچان ہے جبکہ اہل زمین ان سے بے خبر ہیں۔ اور فرشتے انہیں گھیرے ہوئے ہوتے ہیں۔

لوگ شہوات میں مگن ہوتے ہیں جبکہ یہ بھوک و پیاس میں ہی گم ہوتے ہیں، لوگوں نے نرم لباس پہنا ہوتا ہے جبکہ انہوں نے موٹا کھردرا کپڑا پہنا ہوتا ہے، لوگوں نے نیند کے لیے اپنے بستر بچھائے جبکہ انہوں نے اپنی پیشانیاں اور گھٹنے بچھائے، لوگ ہنسے اور یہ روئے۔ اے اسامہ! اللہ کبھی بھی ان پر دنیا اور آخرت کی تکلیفیں یکجا نہیں کرے گا، ان کے لیے جنت ہے۔ اے کاش اے اسامہ! تو ان کو دیکھتا، ان کے لیے آخرت میں بڑا شرف ہے۔ اے کاش اے اسامہ! تو انہیں دیکھتا، زمین ان کا استقبال کرتی ہے اور الجبار (یعنی اللہ) ان سے راضی ہے۔ لوگوں نے انبیاء کے افعال اور اخلاق کو چھوڑ دیا جبکہ ان لوگوں نے ان (افعال اور اخلاق) کی حفاظت کی۔ اللہ کی صحیح چاہ رکھنے والا وہی ہے

تَمَّ الْكِتَابُ الْمَوْسُومُ بِمِشْكَاةِ الأَنْوَارِ فِيمَا رُوِيَ عَنِ اللهِ سُبْحَانَهُ مِنَ الأَخْبَارِ وَانْتَهَى الْجُزْءُ الثَّالِثُ وَبِهِ انْتَهَى الْكِتَابُ بِالْحَرَمِ الشَّرِيفِ الْمَكِيِّ فِي ظُهْرِ يَوْمِ الأَحَدِ الْمُوفِي ثَلاثِينَ مِنْ شَهْرِ جُمَادَى الآخِرَةِ سَنَةَ تِسْعٍ وَتِسْعِينَ وَخَمْسِمِائَةٍ وَكُتِبَتْ بِخَطِّ مُؤَلِّفِهَا مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ ابْنِ الْعَرَبِيِّ الطَّائِيِّ الْحَاتِمِيِّ رَحِمَ اللهُ مَنْ قَرَأَهُ وَدَعَا لِلَّذِي كَتَبَ وَصَلَّى اللهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ يَا ثِقَتِي يَا أَمَلِي اخْتِمْ بِخَيْرٍ عَمَلِي.
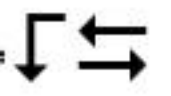
جس نے ان جیسی اللہ کی چاہ رکھی اور خسارے میں ہے وہ جس نے ان کی مخالفت کی۔ زمین انہیں نہیں پاتی تو روتی ہے اور ہر وہ شہر جس میں ان جیسی ہستیاں نہ ہوں اس پر اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے۔ اے اسامہ! اگر تو انہیں کسی بستی میں پائے تو جان لے کہ یہی لوگ، اس بستی کے لوگوں کے لیے سلامتی ہیں۔ اللہ کبھی کسی قوم کو عذاب نہیں دیتا جب تک یہ اس قوم میں موجود ہوں۔ اپنی خاطر ان کا دامن تھام لے، ہو سکتا ہے کہ تو بھی ان کی وجہ سے (دوزخ سے) نجات حاصل کر لے۔ اے اسامہ! ان کا راستہ مت چھوڑنا، نہیں تو تیرے قدم پھسل جائیں گے اور تو جہنم میں جا گرے گا۔ ان لوگوں نے آخرت کے فضل کی طلب کی، اور اختیاری طور پر کھانا پینا چھوڑے رکھا۔ یہ لوگ کبھی دنیا کے گرد اس طرح نہیں لپکے جیسے مردہ لاش پر کتے جھپٹتے ہیں۔ عام عوام تو اپنی دنیا میں مگن رہتے ہیں جب کہ یہ اپنے رب کی اطاعت گزاری میں مگن رہتے ہیں۔ انہوں نے پھٹا پرانا پہنا اور روکھا سوکھا کھایا۔ تو انہیں غبار آلود پراگندہ سر دیکھتا ہے، لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ انہیں کوئی پیچیدہ بیماری ہے جبکہ ایسی کوئی بات نہیں اور کچھ لوگ سوچتے ہیں کہ ان کا دماغی توازن ٹھیک نہیں، ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ انہیں تو دکھ لے بیٹھا ہے، جبکہ گمان کیا جاتا ہے کہ ان کی عقل ختم ہو گئی ہے۔ ان کی عقلیں ٹھیک ہیں مگر جب انہوں نے اپنے دلوں سے اس معاملے کو دیکھا تو ان کی عقلیں دنیا سے عاری ہو گئی، یوں یہ دنیا والوں کے نزدیک دیوانے ہیں۔ اے اسامہ! یہ اس وقت ہوش و حواس میں ہوں گے جب لوگوں کی عقلیں بہک رہی ہوں گی۔ آخرت میں ان کا بڑا مرتبہ ہے۔ ہمیں یہ حدیث اپنی طوالت پر ابو محمد عبد الکریم بن یوسف بن حسن نے سنائی ہے۔ (روح القدس فی مناصحة النفس)

مشکاۃ الانوار نامی کتاب مکمل ہوئی اور تیسرا حصہ اختتام پذیر ہوا، اسی کے ساتھ حرم الشریف المکی میں بروز اتوار ۳۰ جمادی الآخرہ سن ۵۹۹ ہجری کو کتاب مکمل ہوئی اور اپنے مؤلف محمد بن علی بن محمد بن العربی الطائی الحاتمی کے ہاتھ سے لکھی گئی۔ اللہ اُس پر رحم کرے جو اسے پڑھے اور اس کے مؤلف (اور مترجم) کے لیے دعا کرے۔

اے میرے بھروسے اور اے میری امید! میرے اِس کام کا خاتمہ بھلائی پر کر۔[1]

---

[1] ترجمہ مکمل ہوا رات ۲۰:۱۲ بروز اتوار ۱۵ مارچ ۲۰۰۹، اللہ اِس نیک کام کو ہمارے لیے وسیلہ آخرت بنائے اور اس حدیث نبوی: "جس نے میری امت کے لیے چالیس احادیث محفوظ کیں میں قیامت والے دن اُس کی شفاعت کروں گا" کا صحیح حق دار بنائے اور اِس عمل کی برکت سے ہمارے لیے شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حصول کی منزل آسان بنائے۔

پروف ریڈنگ مکمل ہوئی بوقت ظہر ۱۷:۱ منٹ پر بروز منگل ۲۸ دسمبر ۲۰۱۰ء، ۲۲ محرم الحرام ۱۴۳۲ (مبشر احمد جاوید- کمانڈر (ر) پاک نیوی)

آخری مرتبہ چیکنگ مکمل ہوئی بوقت ۲۶:۳ بروز بدھ ۵ جنوری ۲۰۱۱ء (ملک ہمیش گل)

طالب شفاعت سید المرسلین، و اولیاء الکاملین، و ملائکہ المقربین، و ارحم الراحمین، آمین یارب العالمین۔ (ابرار احمد شاہی)

عربی فہرست و ضمیمہ جات

فهرس أطراف الأحاديث

مشکاۃ الانوار کے مصادر اور قلمی نسخہ جات

اس کتاب میں موجود مکمل عربی عبارت کی فراہمی کے لیے ہم عنقاء پبلشنگز انگلینڈ کے نہایت مشکور ہیں، یہ ادارہ اسٹیفن ہرٹسٹائن کی قیادت میں شیخ اکبرؒ کی تالیفات، تحقیق شدہ عربی عبارات اور انگریزی تراجم کے ساتھ چھاپنے میں سرگرم عمل ہے۔ اس کتاب مشکاۃ الانوار کی عربی عبارت کی درست تشکیل کے لیے انہوں نے استنبول، ترکی میں موجود مختلف کتب خانوں کے بہترین اور مستند قلمی نسخوں سے مدد لی اس کے بعد احادیث نبویہ کو درست اعراب کے ساتھ مزین کرنے اور اس کو ہر طرح کی پروف کی غلطیوں سے پاک کرنے کے لیے «جمعية المكنز الإسلامي» (Thesaurus Islamicus Foundation) سے رابطہ کیا گیا۔ یہ ادارہ اپنے ذیلی ادارے «رابطة الشبكة العالمية لدراسة الحديث»[1] (International Hadith Study Association Network) میں احادیث نبوی کی جدید خطوط پر تحقیق اور طباعت میں سرگرم عمل ہے اور حدیث نبوی کے ایک بہت بڑے دائرہ المعارف پر کام جاری رکھے ہوئے ہے۔ اس ادارے میں موجود عرب سکالرز اور محققین نے مشکاۃ الانوار کو مکمل طور پر اغلاط سے پاک کرنے اور اعراب سے مزین کر کے ایک نہایت اہم کارنامہ سرانجام دیا جس کے لیے وہ داد کے مستحق ہیں۔ اس سارے عمل کے بعد ایک ایسی حتمی عبارت تشکیل دی گئی جو اس سے پہلے شائع ہونے والے پہلے تمام ایڈیشنز سے سند اور متن میں کچھ مقامات پر مختلف ہے۔ اس کی وجہ جو ہمیں (عنقاء پبلشنگز) کو سمجھ آئی ہے وہ یہ ہے کہ یہ مختلف مخطوطات دو مختلف اصول سے اخذ کیے گئے ہیں۔ ان میں سے پہلا تو شیخ اکبر کے ہاتھ سے مکہ مکرمہ میں ہی لکھا گیا مگر دوسرا اس پہلی عبارت

[1] ملاحظہ ہو یہ ویب سائٹ http://www.ihsanetwork.org/

میں ہی کچھ اضافہ اور ترمیم تھی۔[1] یہاں یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اس دوسرے ایڈیشن میں ترمیمات صرف کتاب کے دوسرے حصے کی احادیث میں کی گئی ہیں مثلاً خبر نمبر ۷ بالکل ہی مختلف ہے جبکہ خبر نمبر ۲۴ اور ۳۴ میں کچھ اضافہ کیا گیا ہے۔ شیخ اکبر کی تصنیفات میں ترمیمات کا یہ سلسلہ ہمیں بہت زیادہ نظر آتا ہے خاص طور پر فتوحات مکیہ تو آپ نے مکمل اپنے ہاتھ سے دوبارہ لکھی اور اس کی عبارت میں ترمیمات کئیں۔ اب ہم اردو پڑھنے والے حضرات کے لیے پہلی مرتبہ اس تحقیق شدہ عربی عبارت کو اردو ترجمے کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ عنقاء پبلشنگز نے درست اور تحقیق شدہ عربی عبارت کی تشکیل میں مندرجہ ذیل قلمی نسخوں سے مدد لی ہے:

۱۔نسخہ ولی الدین، ١٦٨٦:

یہ خط نسخ میں لکھا ہوا بغیر اعراب کے نہایت نفیس قلمی نسخہ ہے ہر حدیث نمبر سرخ سیاہی سے الگ واضح لکھا گیا ہے۔ عثمان یحیی کی تحقیق کے مطابق پتہ چلتا ہے کہ صدر الدین قونوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد نے ٦٦٧ ہجری میں اسے نقل کیا تھا اور آپ کے سامنے پڑھا تھا۔ اس قربتِ وقت کی وجہ سے اس نسخے کی خاص اہمیت ہے۔ اس مجموعے میں شیخ اکبر کے کل بارہ رسالے شامل ہیں۔

۲۔نسخہ کتب خانہ بایزید، ۸۱۷:

یہ صاف خط نسخ میں لکھا جزوی طور پر اعراب سے مزین نسخہ ہے جس میں ہر حدیث کی ابتدا سرخ سیاہی سے کی گئی ہے۔ اگرچہ اس نسخے پر کوئی تاریخ نقل درج نہیں مگر اسی مجموعے

[1] نسخہ شہید علی ۱۳۴۰ اور جار اللہ ۲۰۷۰ پہلے مخطوط سے نقل شدہ نسخے ہیں، اور اس سے قبل شائع ہونے والے تقریباً تمام عربی ایڈیشن اس کی بنیاد پر شائع کیے گئے ہیں جبکہ دیگر تمام مخطوطات نسخہ ولی الدین ١٦٨٦ سے نقل شدہ ہیں جو کہ شیخ صدر الدین القونوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد نے اصل سے نقل کیا تھا۔

میں کاتب اور اسی خط کے لکھے دوسرے رسائل پر ۶۹۰ ہجری کی تاریخ درج ہے، عثمان یحییٰ کی تحقیق کے مطابق یہ نسخہ اصل سے نقل کیا گیا۔

۳-نسخہ اسعد آفندی، ۳۱۲:

مکمل اعراب سے مزین سرخ و سیاہ سیاہی میں لکھا گیا یہ نسخہ بھی اپنی تاریخ نہیں بتاتا۔

۴-نسخہ ولی الدین، ۱۸۰۰:

یہ نسخہ بہت سی کتب احادیث کا مجموعہ ہے اس کے علاوہ اس مجموعے میں شیخ اکبر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر رسائل بھی شامل ہیں۔ مشکاۃ الانوار کے اس نسخے کی تاریخ رمضان ۷۱۵ ہجری کے لگ بھگ بنتی ہے۔

۵-نسخہ کتب خانہ شہید علی، ۱۳۴۰:

یہ یمنی صوفی بزرگ، شیخ عبدالکریم بن ابوبکر الجبرتی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کا واضح خط نسخ میں لکھا نسخہ ہے آپ نے سن ۷۸۹ھ میں حرم کعبہ میں بیٹھ کر اسے نقل کیا۔

۶-نسخہ کتب خانہ جار اللہ، ۲۰۷۰:

یہ نہایت نفیس مکمل اعراب شدہ نسخہ، شیخ اکبر کے ہاتھ سے لکھے نسخے سے نقل کیا گیا ہے۔ کاتب کا نام عبدالرحمن بن حاجی احمد بن محمد بن الحداد رحمۃ اللہ علیہ ہے اور آپ نے یہ نسخہ ۹۶۲ ہجری میں نقل کیا۔

۸-نسخہ کتب خانہ فاتح، ۵۳۲۲:

واضح خط، سرخ اور کالی سیاہی سے لکھا گیا یہ نسخہ اپنے اوپر کوئی تاریخ تو درج کیے ہوئے نہیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ دسویں صدی ہجری کے دور کا ہے۔

۹-نسخہ کاتب فخر الدین الخراسانی:[۱]

۸۱۴ ہجری میں یمن کے شہر زبید میں کاتب اور صوفی محمد بن فخر الدین الخراسانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ نسخہ بھی نہایت اہم ہے ہر حدیث کی ابتدا سرخ سیاہی سے کی گئی ہے۔ کاتب کو شیخ اکبرؒ کی کتب حاصل کرنے کا بہت شوق تھا مکہ مکرمہ پہنچ کر جب اس نے لوگوں سے شیخ اکبر کی کتب کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ یمن کے شہر زبید میں ایک بزرگ رہتے ہیں جو شیخ اکبر کی کتابوں کے نہایت شوقین ہیں اور جو کتاب ان کے ہاتھ لگتی ہے فوراً نقل کر لیتے ہیں، اسی شوق میں کاتب نے شہر زبید کا سفر کیا اور مدرسہ مزجاجیہ میں بیٹھ کر یہ مکمل مجموعہ نقل کیا جس میں ۶۷ رسائل و کتب ابن عربی الحاتمی الطائی الاندلسی المرسی قدس اللہ سرہ شامل ہیں۔

---

[۱] یہ نسخہ ابن عربی فاونڈیشن کے پاس موجود ہے، عنقاء پبلشنگز نے اس نسخے سے مدد نہیں لی مگر ہم نے جہاں ضرورت پڑی وہاں اس نسخے کی مدد سے متن کو دوبارہ چیک کیا ہے۔

اسناد الاحادیث

شیخ اکبرؒ نے اس مجموعے میں پہلی چالیس احادیث خود سے لے کر حضور اکرم ﷺ اور پھر اللہ عزو جل تک مکمل اسناد سے بیان کی ہیں۔ یہ اسناد ہمیں ان محدثین کا تعارف بھی کرواتی ہیں جن سے شیخ اکبر نے یہ احادیث براہ راست اخذ کیں۔ ان اسانید میں شیخ اکبر کی گیارہ ایسی ہمعصر ہستیوں کا ذکر ہے جو شیخ اکبر ابن عربی اور باقی راویوں کے درمیان پل کا کام کر رہے ہیں اور جنہوں نے نہ صرف ذاتی طور پر یہ احادیث شیخ اکبر تک پہنچائیں بلکہ انہیں اپنے نام سے روایت کی اجازت بھی دی۔ شیخ اکبر سے تعلق کی وجہ سے یہ گیارہ شیوخ حدیث نہایت اہمیت کے حامل ہیں لہذا ہم ان راویوں کے مختصر احوال بیان کر دیتے ہیں تاکہ شیخ اکبر اور علم حدیث کے نئے زاویوں پر تحقیق شروع کی جاسکے۔

۱۔ محمد بن قاسم بن عبدالرحمن التمیمی الفاسی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شہر فاس میں مشہور صوفی محدث تھے، شیخ اکبر نے سن ۵۹۱ھ میں فاس کے اپنے پہلے دورے میں آپؒ سے ملاقات کی اور شیخ تمیمی کی معیت میں ان کی کتاب جو کہ اولیاء دیار کے متعلق تھی کا مطالعہ کیا۔ شیخ تمیمی نے ۱۵ سال مشرق کی سرزمین میں حدیث کی تلاش کے سلسلے میں گزارے اور یہیں پر آپ کی ملاقات شیخ ابوطاہر احمد بن محمد السلفی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی، بعد میں آپ یعنی شیخ تمیمی فاس میں مسجد الازہر کے امام منتخب ہوئے اور شیخ اکبر کے فاس کے دوسرے دورہ کے موقع پر آپ نے شیخ اکبر کو خرقہ طریقت عطا کیا۔[1] آپ کی وفات ۶۰۳ ہجری میں

---

[1] مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو "رسالہ نسب الخرقہ الشیخ الاکبر ابن عربی"، شیخ اکبر کی ان بزرگ سے پہلی ملاقات سال ۵۹۱ھ، شہر فاس میں ہوئی اور پھر ۵۹۳ھ اور ۵۹۴ھ میں متعدد ملاقاتوں کا تذکرہ ملتا ہے شہر فاس کی مسجدِ ازہر میں آپ نے شیخ اکبر کو متعد احادیث اور شیخ ابو عبد اللہ الدقاق ←

ہوئی۔

شیخ اکبرؒ نے آپ سے یہ احادیث روایت کی ہیں (۱،۶،۲۵،۲۸،۳۵،۳۶،۳۷)

۲- شیخ ابو طاہر احمد بن محمد السلفی رحمۃ اللہ علیہ

آپ چھٹی صدی ہجری کے مشہور و معروف محدث تھے، اصفہان میں ۴۷۸ھ میں پیدا ہوئے، بغداد میں تعلیم حاصل کی اور پھر اسکندریہ میں رہائش پذیر ہوئے، اور پھر ۵۷۶ھ میں وہیں وفات پائی۔ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ اکبر نے ۱۵ سال کی عمر میں آپ کی لکھی ہوئی سند سے براہ راست حدیث کی روایت حاصل کی، واضح رہے یہ وہی سال ہے جس میں شیخ سلفی کی وفات ہوئی۔[1]

شیخ اکبر نے آپ سے یہ احادیث روایت کی ہیں (۱،۱۸،۲۳،۲۴،۲۹،۳۴،۳۶،۴۰)

۳- الشریف، ابو محمد یونس بن یحییٰ العباسی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ اکبر کے قیام مکہ کے دوران آپ کے سب سے قریبی دوست، استاد اور ساتھی رہے۔ مشکاۃ الانوار کی تصنیف میں آپؒ کا بہت بڑا کردار تھا۔ سید زادے ہونے کے ساتھ ساتھ آپ بغداد کے ایک مشہور محدث تھے جہاں آپ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رہے۔ علم حدیث کے ساتھ ساتھ آپ نے شیخ اکبرؒ کو شیخ ذوالنون المصری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات سے بھی آگاہ کیا[2] اور آپؒ نے ہی شیخ اکبر کے قیام مکہ کے دوران آپ کو قادریہ خرقہ پہنایا[1] آپ کا وصال ۶۰۸ ہجری میں ہوا۔

کے مناقب روایت کیے۔ (فتوحات مکیہ، باب ۵۶۰)

[1] یہ بیان شیخ اکبر کی کتاب «الكوكب الدري في مناقب ذو النون المصري» کے مطابق ہے۔

[2] ملاحظہ ہو فتوحات مکیہ باب ۱۷۸، جس میں شیخ اکبرؒ ذو النون المصریؒ کی جانب اپنی سند کی ابتدا شیخ یونس بن یحییٰؒ سے کرتے ہیں۔ اور یہ سال ۵۹۹ ہجری کی ہی بات ہے جس سال مشکاۃ الانوار لکھی گئی۔

شیخ اکبر نے آپ سے یہ احادیث روایت کی ہیں۔

(۲، ۳، ۴، ۵، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۵، ۱۷، ۱۹، ۲۱، ۲۲، ۲۷، ۳۸، ۴۷، ۴۷)

۴۔المسعود، عبد اللہ بدر الحبشی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ اکبر کے نہایت قریبی ساتھی، شاگرد اور خادم تھے۔ آپ شیخ اکبر سے اپنی پہلی ملاقات (۵۹۳ھ فاس) سے لے کر اپنی وفات (۶۱۸ ہجری ملطیہ ترکی) تک ابن عربی کے ساتھ بہترین ساتھی اور شاگرد کے طور سے رہے۔ حضرت ابن عربی نے اپنی متعدد کتابیں آپ کے لیے لکھیں جن میں انشاء الدوائر اور حلیہ الابدال[۲] شامل ہیں۔ آپ نے خود شیخ اکبر کے اقوال کو کتابی شکل میں جمع کیا اور شیخ اکبر کی دیگر کتب کی نقل کی اجازت حاصل کی، رسالہ روح القدس میں شیخ اکبر کی آپ سے محبت کا خصوصی ذکر موجود ہے اور آپ کا تذکرہ ایک بے تکلف دوست اور ساتھی کے طور پر کیا گیا ہے۔ شیخ اکبر، وفات کے بعد آپ کی کرامت بیان کرتے ہوئے فتوحات مکیہ میں لکھتے ہیں؛ جب آپ کی وفات ہوئی اور غسال آپ کو غسل دینے سے خوف کھانے لگا تو آپ نے اپنی آنکھیں کھول کر اسے غسل دینے کا حکم دیا۔ شیخ اکبر فرماتے ہیں میں نے یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

شیخ اکبر نے آپ سے یہ احادیث روایت کی ہیں (۳، ۱۰، ۲۱، ۲۵، ۳۳، ۳۵، ۳۷، ۳۹، ۴۰)

---

۱ رسالہ "نسب الخرقہ" میں سب سے پہلے اسی مبارک خرقے کا ذکر ہے جو شیخ یونس بن یحیؒ نے شیخ عبد القادر جیلانیؒ سے حاصل کیا تھا۔ جیرالڈ ایلمور کے مطابق یہ وہ تیسرا خرقہ ہے جو ابن عربی کو پہنایا گیا۔

(Elmore, Testament on the Mantle of Initation (al-Khirqa))

۲ مزید تفصیل کے لیے ان دونوں رسالوں کا مقدمہ پڑھ لیں۔

۵-محمد بن خالد الصدفی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ الجزائر سے تعلق رکھتے تھے، رسالہ حلیہ ابدال کی فرمائش میں بدر الحبشی کے ساتھ آپ بھی شریک تھے، یہ رسالہ بھی سن ۵۹۹ھ میں ہی شہر طائف کے ایک سفر میں لکھا گیا اور اسی سال کتاب مشکاۃ الانوار بھی لکھی گئی۔ فتوحات مکیہ کے آخری باب میں شیخ ذکر کرتے ہیں کہ ایک رات انہوں نے خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے صحیح بخاری پڑھی گئی تو اس کے بعد آپؐ نے ایک دعا کی،[1] شیخ فرماتے ہیں کہ یہ وہی دعا ہے جو ہم عموماً ایک صالح شخص محمد بن خالد الصدفی التلمسانی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کرتے تھے، شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ یہ وہی خالد الصدفی ہیں جو ہمارے سامنے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب احیاء العلوم بھی پڑھا کرتے تھے۔

شیخ اکبر نے آپ سے یہ احادیث روایت کی ہیں (۵،۸،۹، ۱۲،۱۵،۱۹، ۲۲)

۶-ابوالحسن، علی بن عبداللہ بن عبدالرحمن الفریانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ابن عربی کے پرانے دوستوں میں سے تھے، سن ۶۰۰ ہجری میں مکہ مکرمہ میں رسالہ روح القدس کی سماع کے موقع پر آپ کی موجودگی کا ثبوت ملتا ہے۔ آپ کا تعلق اندلس سے تھا اور آپ مشہور صوفی ابن برجان رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ آپ اشبیلیہ کے

---

[1] شیخ اکبر ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں یہ دعا کچھ یوں بیان کی ہے: «اللّهم أسمعنا خيراً وأطلعنا خيراً وارزقنا الله العافية وأدامها لنا وجمع الله قلوبنا على التقوى ووفقنا لما يحبّ ويرضى ربنا لا تؤاخذنا إن نسينا أو أخطأنا ربنا ولا تحمل علينا إصراً كما حملته على الذين من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به واعف عنا واغفر لنا وارحمنا أنت مولانا فانصرنا على القوم الكافرين». (الفتوحات المكية)

مشہور محدث عبد الحق الازدی رحمۃ اللہ علیہ[1] کے شاگرد بھی رہ چکے تھے۔ سن ۶۴۶ ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔

شیخ اکبر نے آپ سے یہ احادیث روایت کی ہیں (۷، ۱۳، ۲۰، ۲۶)

۷-ابو ولید، احمد ابن العربی المعافری رحمۃ اللہ علیہ

آپ قاضی ابو بکر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کے چچا زاد بھائی تھے۔ شیخ اکبر نے آپ سے شہر اشبیلیہ میں سن ۵۹۲ ہجری میں ملاقات کی، اس ملاقات کا حوالہ فتوحات مکیہ میں حدیث کی ایک سند سے ملتا ہے۔[2] آپ نے شیخ اکبر کو ان احادیث کی روایت کا اجازت نامہ بھی بخشا۔

شیخ اکبر نے آپ سے یہ حدیث روایت کی ہے (۱۴)

۸-ابو بکر، محمد بن عبد اللہ ابن العربی المعافری رحمۃ اللہ علیہ

آپ چھٹی صدی ہجری کے مشہور محدث اور فقیہ تھے مگر شیخ اکبر کا آپ سے براہ راست رابطہ نہ ہو سکا۔ اشبیلیہ میں ۴۶۸ ہجری میں پیدا ہوئے پھر اپنے والد کے ساتھ مشرق کی سرزمینوں میں پہنچے۔ آپ نے مصر، دمشق اور بغداد میں علم حاصل کیا، اشبیلیہ واپسی پر آپ نے متعدد موضوعات پر خصوصاً حدیث اور فقہ پر قلم اٹھایا۔ کچھ عرصے کے لیے آپ کو قاضی القضاۃ

---

[1] فتوحات مکیہ باب ۱۷۷ میں ایک سند میں آپ یعنی علی بن عبد اللہ بن عبد الرحمن الفریانی رحمۃ اللہ علیہ اور ابی محمد بن عبد الحق بن عبد اللہ الازدی الاشبیلی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ ملتا ہے جس سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ آپ نے شیخ عبد الحق سے متعدد احادیث روایت کی ہیں۔

[2] فتوحات مکیہ میں موجود ایک حدیث کی سند میں آپ کا حوالہ کچھ یوں ہے: «وحدثنی به أیضا أبو الولید أحمد بن محمد بن العربی بداره باشبیلیة سنة اثنتین وتسعین وخمسمائة في آخرین کلهم قالوا حدثنا إلا أبا الولید بن العربی، فانه قال: سمعت أبا الحسن شریح بن محمد بن شریح الرعینی» (جلد-۱، ص ۳۲)

شہر بھی بنایا گیا۔ جب مؤحدین نے اشبیلیہ پر قبضہ کیا تو آپ کو مراکش منتقل کیا گیا جہاں ایک سال تک جیل میں رہنے کے بعد سن ۵۴۳ ہجری میں آپ کی وفات ہوئی آپ کو شہر فاس میں دفن کیا گیا۔

شیخ اکبر نے آپ کا نام لے کر آپ سے مشکاۃ الانوار، روح القدس اور فتوحات مکیہ میں احادیث روایت کی ہیں۔ اس سلسلے میں شیخ اکبر نے ان راویوں کا بھی ذکر کیا جو آپ کے اور ان کے درمیان پل کا کام کرتے ہیں۔ فتوحات مکیہ کی ایک روایت سے معلوم پڑتا ہے کہ شیخ ابو عبد اللہ محمد ابن عیشون رحمۃ اللہ علیہ[1] اور روح القدس کی ایک روایت کے مطابق ابو الولید ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد الشاہد رحمۃ اللہ علیہ[2] نے آپ تک ان بزرگ کی روایت کردہ احادیث پہنچائیں۔ جہاں تک مشکاۃ الانوار میں موجود ان دو احادیثوں کا تعلق ہے تو ان میں سے ایک کی سند میں شیخ یونس ابن یحیی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے میں عبد الوہاب ابن سکینہ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہے، ان دو شیوخ سے شیخ اکبر کا براہ راست علم حدیث اخذ کرنا ثابت ہے۔

شیخ اکبر نے آپ سے یہ احادیث روایت کی ہیں (۲۷، ۳۲)

۹-الزکی بن ابو بکر العراقی رحمۃ اللہ علیہ

اس ہستی کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں مل سکیں۔

شیخ اکبر نے آپ سے یہ حدیث روایت کی ہے (۳۰)

---

[1] «قول ابن عباس حين قال في قول الله عز وجل: الله الذي خلق سبع سموات ومن الأرض مثلهن يتنزل الأمر بينهن، لو ذكرت تفسيره لرجمتموني وفى رواية لقلتم انى كافر حدثني بهذا الحديث أبو عبد الله محمد بن عيشون عن أبى بكر القاضي محمد بن عبد الله بن العربي المعافري عن أبى حامد محمد بن محمد الطوسي الغزالي». **فتوحات مکیہ (جلد-۱، ص ۳۲)**

[2] «كما حدثني غير واحد منهم أبو الوليد ابن العربي وأبو عبد الله ابن عيشون وأحمد الشاهد عن القاضي أبي بكر ابن العربي المعافري» (روح القدس في مناصحة النفس).

۱۰-عبد الوہاب بن علی المعروف بابن سکینہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ شہر بغداد کے ایک مشہور و معروف صوفی محدث تھے۔ جب شیخ اکبر نے سن ۶۰۱ھ میں پہلی مرتبہ شہر بغداد کا سفر کیا تو آپ کی ابن سکینہ سے ملاقات ہوئی جس میں رسالہ روح القدس بھی پڑھا گیا۔[1] چونکہ ابن سکینہ کا ذکر مشکاۃ الانوار میں بھی آیا ہے جو دو سال قبل ہی شہر مکہ میں لکھی گئی اس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ شیخ اکبر ابن سکینہ سے مکہ میں پہلے بھی ملاقاتیں کر چکے تھے۔ آپ کا وصال ۶۰۷ ہجری میں ہوا۔

شیخ اکبر نے آپ سے یہ احادیث روایت کی ہیں (۳۲،۷۳)

۱۱-ابوالحسن، علی بن ابوالفتح بن یحیٰ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا تعلق شہر موصل سے تھا مگر شیخ اکبر کی آپ سے ملاقات مکہ مکرمہ میں ہوئی اور مشکاۃ الانوار کی ابتدا بننے والی وہ دو احادیث، جن میں چالیس احادیث محفوظ کرنے کی فضیلت کا تذکرہ ہے آپ ہی کی سند سے درج ہیں۔

---

[1] روح القدس کے ایک مخطوط (جامعہ استنبول ۷۹، ص ۱۰۲) میں شیخ اکبرؒ نے اپنے ہاتھوں سے اس سماع کو اس طرح رقم کیا ہے: «یقول منشئ هذه الرسالة محمد بن علي بن محمد ابن العربي الطائي: سمع علي بعصها بقراتي الفقيه الأبلغ المحدث الزاوية؟ الصالح المبين ضياء الدين عبد الوهاب بن علي بن ... المعروف بابن سكينة برباطه بمدينة بغداد وذلك في العشر الأول من شهر صفر سنة أحدى وستمائة. وأذنت له سائرها... ورواياتي و...جملة أشياخنا الذين ألقيناهم ببلاد المشرق. وكتبت هذا المربع بخط يدي بمدينة ملطية في ذي القعدة من سنة... السماع. والحمد الله رب العالمين وصلى الله على محمد وآله وسلم».

مختصر قواعد حدیث

شرع میں حدیث سے مراد ہر وہ بات ہے جو حضور اکرم ﷺ سے منسوب کی جائے یہ صرف اقوال رسول تک ہی محدود نہیں بلکہ اقوال، افعال، احوال اور صفات کا مجموعہ ہیں۔ حدیث کو خبر بھی کہا جاتا ہے جبکہ ان دونوں میں فرق اس طرح بھی کیا گیا ہے کہ حدیث رسول اللہ ﷺ کا قول ہوتی ہے جبکہ خبر کسی کا بھی قول ہو سکتی ہے۔ حدیث سند اور متن کا مجموعہ ہوتی ہے اس میں متن سے مراد وہ الفاظ ہیں جن سے حدیث کا مفہوم سمجھ آئے اور سند سے مراد متن حدیث کو بیان کرنے والے راویوں کا تذکرہ ہے۔ حدیث کی سند اور متن کے لحاظ سے بہت سی قسمیں ہیں اور ان کے بیان کرنے سے پہلے ہم علم حدیث حاصل کرنے والوں کے درجات بیان کرتے ہیں۔ اہل حدیث (یعنی حدیث کا علم رکھنے والوں) کے مختلف مراتب یوں بیان کیے گئے ہیں:

۱. طالب؛ جو کہ مبتدی ہے اور حدیث کا علم حاصل کرنا چاہتا ہے۔
۲. محدث؛ جو کہ حدیث کا بنیادی علم رکھتا ہے، اسے الشیخ، امام اور محدث کہتے ہیں۔
۳. حافظ؛ جو کہ سند، متن راویوں کے احوال، جرح، تعدیل اور تاریخی حوالوں سے ایک لاکھ سے زائد احادیث زبانی حفظ کیے ہوئے ہو۔
۴. حجت؛ جو اوپر بیان کردہ تمام خصوصیات کے ساتھ تین لاکھ سے زائد احادیث کا حافظ ہو۔
۵. حاکم؛ ایسے عالم کو کہا جائے گا جو تمام احادیث نبویہ کو متن، سند، راویوں احوال، جرح، تعدیل اور ان کی تاریخ کے ساتھ حفظ کیے ہوئے ہو۔

انواع احادیث

احادیث کی اقسام بیان کرنے سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ اہل حدیث کے ہاں متن

حدیث بہت کم ہی تحقیق کا مرکز رہا ہے بلکہ متن کی کمزوری یا صحت کا فیصلہ سند حدیث کو پرکھنے کے بعد ہی کیا جاتا ہے جس میں راویوں کے جرح اور تعدیل کے پیمانے پر جانچ پڑتال یا سند کا اتصال، انقطاع، ارسال، یا اضطراب شامل ہے۔ انہیں علتوں کی وجہ سے کوئی حدیث صحیح، حسن، ضعیف، متواتر، مشہور اور آحاد کا درجہ پاتی ہے۔ کسی طبقے میں راویوں کی تعداد کے لحاظ سے حدیث کو متواتر، مشہور، عزیز، اور غریب میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

۱. متواتر وہ حدیث کہلاتی ہے جسے اتنی کثیر تعداد نے روایت کیا ہو کہ اس تعداد کا جھوٹ پر متفق ہونا ہی ممکن نہ ہو، مطلب تعداد کی کثرت ہی ان احادیث کی صحت کی گواہی دے۔ متواتر حدیث علمِ ضروری دیتی ہے اور انسان اس کی حتمی تصدیق پر مجبور ہو جاتا ہے۔ متواتر کی مزید دو اقسام ہیں:
   - متواتر لفظی
   - متواتر معنوی

۲. مشہور وہ حدیث ہے جسے ہر طبقہ محدثین میں بیان کرنے والے کم سے کم افراد تین رہے ہوں اور یہ تعداد متواتر کی حد تک نہ پہنچی ہو۔ یہاں یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ اصطلاحاً یہ وہ مشہور حدیث نہیں جو کسی بھی وجہ سے عوام کی زبان پر مشہور ہو گئی ہو جیسے کہ یہ حدیث ہے: علم حاصل کرو چاہے تمہیں اس کے لئے چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ (الحدیث)

۳. عزیز وہ حدیث ہے جسے کسی یا بعض طبقوں میں صرف کم سے کم دو افراد نے روایت کیا ہو لیکن اگر کسی طبقے میں یہ تعداد دو سے زیادہ بھی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔

۴. غریب وہ حدیث ہے جسے بعض یا کسی ایک طبقے میں صرف ایک راوی نے روایت کیا ہو۔

مشہور، عزیز، اور غریب، آحاد یا خبر واحد کی ہی اقسام ہیں۔ خبر واحد کی قبولیت یا عدم قبولیت کے بارے میں اہل علم میں اختلاف ہے؛ بعض کے نزدیک یہ افادہ علم دیتی ہے اور

اس پر عمل کرنا واجب ہے، جمہور محدثین، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہم کی یہی رائے ہے جبکہ بعض کے نزدیک یہ افادہ علم نہیں دیتی لہذا اس پر عمل کرنا بھی واجب نہیں، فقہائے احناف، شافعیہ، مالکیہ، معتزلہ اور خوارج کی یہی رائے ہے۔

یوں راویوں کی تعداد کے لحاظ سے احادیث دو اقسام کی ہوئیں

۱. متواتر

۲. آحاد

متواتر احادیث ہر طرح کے شک و شبہ سے بالا تر ہوتی ہیں اور ان پر عمل کرنا تمام محدثین کے نزدیک واجب ہے جبکہ آحاد احادیث کو قبولیت اور عدم قبولیت کے اعتبار سے مزید تقسیم کیا گیا ہے:

۱. صحیح حدیث

۲. ضعیف حدیث

صحیح حدیث

"اس سے مراد ہر وہ حدیث ہے جس کی سند اپنے قائل سے متصل ہو، اس کے تمام راوی عادل اور ضابط ہوں اور وہ اپنے جیسے (عادل اور ضابط) راویوں سے یہ حدیث نقل کریں اور یہ کیفیت سند کے شروع سے سند کے اختتام تک قائم رہے، نیز اس حدیث میں کوئی شذوذ (انفرادیت) اور کوئی مخفی علت بھی نہ پائی جائے۔" ایسی حدیث صحیح یا صحیح لذاتہ کہلاتی ہے۔ اگر ضبط راوی یا دیگر صفات میں کچھ کمی ہو تو حدیث حسن لذاتہ کہلاتی ہے۔ اگر یہی حسن لذاتہ حدیث کسی دوسری مگر قوی تر سند سے بھی منقول ہو تو اسے صحیح لغیرہ کہا جاتا ہے۔ حسن حدیث صحت کے اعتبار سے اگرچہ صحیح حدیث سے کم تر ہے مگر اس کے باوجود یہ حجت اور استدلال میں صحیح جیسی ہی ہے اسی وجہ سے بعض محدثین مثلاً حافظ ابن حبان، ابن خزیمہ اور حاکم وغیرہ نے اپنی کتب میں صحیح اور حسن کو جمع کرنے کے بعد ان سب کو صحیح قرار دیا ہے۔ حسن لذاتہ حدیث

اگر راوی کے صدوق سے متاثر ہو تو وہ ضعیف کہلاتی ہے لیکن تائید حاصل ہونے کی صورت میں حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔

ضعیف حدیث

ہر وہ حدیث جس میں صحیح اور حَسن جیسی خصوصیات موجود نہ ہوں تو وہ حدیث ضعیف کہلاتی ہے، چونکہ حدیث کی صحت اور ضعف کا فیصلہ اکثر اوقات راویوں کے احوال اور سند کے اتصال پر موقوف ہے لہذا یہ دو امور ضعیف احادیث کی مختلف اقسام مرتب کرتے ہیں۔

راوی میں عیب کی وجہ سے ضعف کی اقسام:

۱. موضوع: اگر راوی میں یہ عیب ثابت ہو جائے کہ وہ حضور ﷺ پر جھوٹ باندھتا ہے اور آپؐ کی طرف من گھڑت باتیں منسوب کرتا ہے تو ایسے راوی کا کسی سند میں موجود ہونا ہی اس حدیث کے موضوع ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

۲. متروک: یہ ترک سے اسم مفعول ہے لغوی مطلب چھوڑ دینا ہے؛ اصطلاحِ حدیث میں جس حدیث کی سند میں کوئی ایسا راوی ہو جس پر جھوٹے ہونے کی تہمت ہو اس کی روایت کو متروک کہتے ہیں۔

۳. منکر: وہ حدیث جسے کوئی ضعیف راوی ثقہ راوی کے خلاف روایت کرے یا ایسا راوی جو فاش غلطیاں کرتا ہو، یا فسق کا مرتکب پایا جائے ایسی روایت منکر کہلاتی ہے اور اس کے الٹ روایت معروف کہلاتی ہے۔

۴. معلل: ایسی حدیث جس میں کوئی ایسی مخفی علت پائی جائے جو اس کو درجہ صحیح میں لانے میں رکاوٹ ہو جبکہ ظاہری طور پر حدیث بے عیب معلوم ہوتی ہو تو ایسی حدیث معلل کہلاتی ہے یہ علت سند اور متن حدیث دونوں میں ہو سکتی ہے اور ایسی علت کو صرف اہل علم ہی جان سکتے ہیں۔

۵. مخالفت ثقہ: جب کسی راوی میں یہ عیب پایا جائے کہ وہ دیگر ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا ہو تو اس وجہ سے اس راوی کی حدیث ضعیف ہو جاتی ہے۔ یہ مخالفت پانچ طرح سے ہوتی ہے اور ہر قسم کا اپنا خاص نام اور تفصیل ہے۔ ۱- مدرج، ۲- مقلوب، ۳- المزید فی متصل الاسانید، ۴- مضطرب، ۵- مصحف۔

۶. شاذ: اس سے مراد کسی مقبول راوی کی ایسی روایت جو اس نے کسی افضل اور اولیٰ کی مخالفت میں بیان کی ہو شاذ کہلاتی ہے جبکہ اس سے افضل کی روایت محفوظ کہلاتی ہے۔ شاذ متن اور سند دونوں میں واقع ہوتا ہے۔

سند میں سقوط کی وجہ سے ضُعف کی اقسام:

۱. معلّق: ہر وہ حدیث جس کے ایک یا ایک سے زائد راوی - چاہے وہ آخر سند تک ہی کیوں نہ ہوں - ابتدائے سند سے حذف کر دیے جائیں تو ایسی حدیث معلق کہلاتی ہے۔ اس حذف کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں، بعض اوقات اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے سند حذف کر دی جاتی ہے یا پھر حدیث کو بطور تقویت بیان کیا جاتا ہے۔ معلق کی مختلف صورتیں ہیں:

۲. پوری سند حذف کر دی جائے اور قال رسول اللہ ﷺ سے حدیث شروع کی جائے۔

۳. صحابی اور تابعی کے علاوہ تمام سند حذف کر دی جائے۔

۴. مصنف اپنے شیخ کو حذف کر دے اور اس سے بالا شیخ سے ملا دے۔

۵. مرسل: ایسی حدیث جو کسی تابعی نے رسول اللہ ﷺ کے قول، فعل یا تقریر کے بارے میں بیان کی ہو، یعنی جس حدیث کی سند میں تابعی کے بعد والا راوی (مثلاً صحابی) ساقط ہو۔ مرسل حدیث کا حکم سند کے متصل نہ ہونے کے باعث ضعیف کا سا ہے اور اس بارے میں تین آراء ہیں:

۶. جمہور محدثین، اکثر اصولیین اور فقہاء اسے ضعیف اور مَردُود شمار کرتے ہیں۔

۷. امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم اسے صحیح اور حجت تسلیم کرتے ہیں۔

۸. امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر اسے مشروط طور پر قبول کرتے ہیں۔
۹. مُعضل: وہ حدیث جس کی سند میں سے دو یا دو سے زائد راوی یکے بعد دیگرے ایک ہی جگہ سے ساقط ہو جائیں تو ایسی حدیث معضل کہلاتی ہے مثلاً اگر کوئی تابعی کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس سند سے تابعی اور صحابی ساقط ہیں لہذا حدیث معضل ہے۔
۱۰. منقطع: ایسی حدیث جس کی سند میں سے کوئی ایک راوی ساقط ہو یا اس سند میں مبہم راوی ہو تو ایسی حدیث منقطع کہلاتی ہے مثلاً اگر کوئی تبع تابعی براہ راست صحابی سے روایت کرے۔
۱۱. مُدلّس: ایسی روایت جس میں تدلیس واقع ہو، عربی میں تدلیس سے مراد "عیب چھپانا" ہوتا ہے مثلاً جب بیوپاری مال بیچتے وقت گاہک سے اس کا عیب چھپائے لہذا جب کسی حدیث کا کوئی عیب طالب حدیث سے چھپا لیا جائے تو ایسی حدیث مدلس کہلاتی ہے اصطلاحاً سند کے عیب کو چھپانا اور اس کی تحسین کو ظاہر کرنا تدلیس کہلاتا ہے۔ تدلیس کی دو اقسام ہیں:
- تدلیس الاسناد
- تدلیس الشیوخ

۱۲. مُرسَل خفی: اگر راوی اپنے کسی ہم عصر یا ملنے والے شخص سے کوئی ایسی روایت بیان کرے جو اس نے اس (ہم عصر) سے نہ سنی ہو مگر ایسے الفاظ استعمال کرے جو سماع کے متحمل ہوں مثلاً قال وغیرہ کہے تو اس قسم کی روایت کو مرسل خفی کہا جاتا ہے اور ایسی روایت ضعیف شمار ہوتی ہے۔

اس کے ساتھ ہی ضعیف احادیث کی اقسام مکمل ہوئیں۔

انتہائے سند کے اعتبار سے حدیث کی اقسام:

۱. مَقطوع: اس سے مراد ہر وہ قول یا فعل جو کسی تابعی یا اس سے نچلے درجے والے شخص کی جانب منسوب ہو مثلاً حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول: بدعتی کے پیچھے نماز پڑھ لو، مقطوع قول

ہے۔ مقطوع اقوال یا افعال شرعی احکام میں حجت نہیں تاہم اگر تابعین کے اقوال اور صحابہ کے اقوال کے خلاف نہ ہوں تو قابل ترجیح ہیں کیونکہ یہ لوگ خیر القرون میں شامل ہیں۔

۲. موقوف: اس سے مراد ہر وہ قول، فعل یا تقریر جو صحابی کی طرف منسوب ہو چاہے اس کی سند متصل ہو یا منقطع ہو، اسے اثر بھی کہا جاتا ہے۔ اگر اس کی سند صحابی تک صحیح ہو اور مرفوع احادیث میں سے کوئی حدیث اس قول کے خلاف نہ ہو تو ایسی موقوف حدیث قابل حجت تصور ہوتی ہے۔

۳. مرفوع: محدثین کے نزدیک ہر وہ قول، فعل، تقریر یا صفت جو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہو، چاہے اس کی سند متصل ہو یا منقطع ہو۔

کتابیات

Addas, Claude. Quest for the Red Sulphur The life of Ibn Arabi . Washington D.C.: Islamic Texts Society, 1993.

Arabi, Muhyiddin Ibn. Divine Sayings, The Mishkat al Anwar of Ibn Arabi. Oxford: Anqa Publishings, 2005.

Elmore, Gerald. "Sadr al-Din al-Qunawi's Personal Study-List of Books." Journal of Near Eastern Studies Volume 56 (1997): 161-181.

—. "Testament on the Mantle of Initation (al-Khirqa)." Journal of the Muhyiddin Ibn Arabi Scoeity XXVI (1999): 1-33.

Hirtenstein, Stephen. Unlimited Mercifier; The spiritual life and thought of Ibn Arabi. Oxford: Anqa Publishings, 1999.

أبو عبد الرحمن عصام الدين الصبابطي. جامع الأحاديث القدسية، موسوعة جامعة مشروحة ومحققة. القاهرة: دار الريان للتراث، بلا تاريخ.

الشيخ الأكبر ابن عربي. التجليات الإلهية لإبن عربي مع التعليقات ابن سودكين. المحقق عثمان إسماعيل يحيى. طهران: مركز دانشگاهي طهران، 1988.

—. التدبيرات الإلهية في إصلاح المملكة الإنسانية. بيروت: دار الكتب العربية، 2004.

—. الفتوحات المكية. دار الكتب العربية بمصر على نفقة الحاج فداء محمد الكشميري وشركاوه، بلا تاريخ.

—. الفتوحات المكية. المحرر د.عثمان إسماعيل يحيى. المجلدات 1-14. القاهرة: الهئية المصرية العامة للكتب، 1985.

—. ذخائر الأعلاق شرح ترجمان الأشواق. بيروت: مطبعة الأنيسة، 1213هـ.

—. رسائل ابن عربي. بيروت: دار الكتب العربية، 2004.

—. رسالة المبشرات. بلا تاريخ.

—. روح القدس في محاسبة النفس. دمشق: مطبعة نضر، 1994.

—. عقلة المستوفز. بيروت: دار الكتب العلمية، 2004.

—. فصوص الحكم. المحرر أبو العلاء العفيفي. بيروت: دار الكتاب العربي، بلا تاريخ.
—. محاضرة الأبرار ومسامرة الأخيار. بيروت: دار الكتب العلمية، بلا تاريخ.
العلامة المحدث ظفر أحمد العثماني التهانوي. قواعد في علوم الحديث. حلب: مكتب المطبوعات الإسلامية، بلا تاريخ.
د. سعاد الحكيم. المعجم الصوفي الحكمة في حدود الكلمة. دندرة للطباعة والنشر، 1981.
دكتور سهيل حسن. معجم اصطلاحات الحديث. اسلام آباد: اداره تحقيقات اسلامي، 2003.
عثمان إسماعيل يحيى. مؤلفات ابن عربي تاريخها وتصنيفها. المترجم أحمد محمد الطيب. مصر: دار الهداية، 1992.
علامه وحيد الزمان. لغات الحديث. لاهور: نعماني كتب خانه، 2005.
محمد شفيع بلوچ. شيخ اكبر محى الدين محمد ابن عربى. لاهور: مكتبه جمال لاهور، 2006.
محمد علي حاج يوسف. شمس المغرب سيرة الشيخ الأكبر. حلب: فصلت للدراسات والترجمة والنشر، 2006.
محمود محمود الغراب. الرؤيا والمشرات من كلام الشيخ الأكبر. الطبعة الثانية. دمشق: مطبعة نضر، 1993.
—. الفقه عند الشيخ الأكبر. دمشق: مطبعة نضر، 1993.

روحانی اسفار اور ان کے ثمرات

کِتَابُ الإِسفَار عَن نَتَائِجِ الأَسفَار

سفر اور حقیقت سفر پر شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی جانب سے لکھا گیا ایک نایاب رسالہ جس میں آپ نے سالکینِ راہ طریقت و حقیقت کے لیے روحانی اَسفار کے حقائق آشکار کیے ہیں۔ اس کتاب میں آپ نے روحانی اسفار کو تین بنیادی اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ یہ اُس ذات میں، اُس ذات تک اور اُس ذات سے سفر ہی ہیں۔ مکمل کتاب مقدمے اور ۱۷ اسفار پر مشتمل ہے جن میں مختلف انبیائے کرام علیہم السلام کے ظاہری اسفار کو اپنے نفس کے آئینہ میں دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

سفر لوط علیہ السلام میں فرماتے ہیں: (اس کتاب میں) ہر وہ سفر جس کا میں تذکرہ کرتا ہوں، میں اِس میں اپنی ذات کی بات کرتا ہوں، میرا مقصد اُن لوگوں کے حق میں اس واقعے کی تفسیر بیان کرنا نہیں۔ یہ اسفار تو بنائے گئے وہ پل ہیں جن کو پار کر کے ہم اپنی ذوات، اور خود سے مخصوص اپنے احوال تک پہنچتے ہیں اور اسی میں ہمارا فائدہ ہے۔

ابن عربی فاؤنڈیشن کو یہ اعزاز حاصل ہوا ہے کہ اس اشاعت میں کتاب کو مکمل تحقیق شدہ عربی متن اور سہل معاصر اردو ترجمے کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ کتاب کی اشاعت میں بین الاقوامی معیار کو پیش نظر رکھا گیا ہے اور اسے شیخ اکبر پر تحقیق کرنے والے بین الاقوامی اداروں کے اشتراک سے شائع کیا گیا ہے۔ کتاب کے عربی متن کی تحقیق کے لیے شیخ اکبر کے ہاتھ سے لکھے قلمی نسخے پر بھروسا کیا گیا ہے جس کی وجہ سے عربی عبارت کتابت کی غلطیوں سے پاک ہے۔ ترجمہ شستہ رکھا گیا ہے اور مشکل مقامات پر حواشی میں بات سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ امید ہے علوم شیخ اکبر کے بہتر فہم میں یہ کتاب آپ کی معاون و مددگار ہو گی۔

ابرار احمد شاہی

فتوحات مکیہ اردو ترجمہ

آج ہمیں یہ اعلان کرتے ہوئے نہایت خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ ہم نے ابن عربی فاؤنڈیشن میں شیخ اکبر محی الدین محمد ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے بڑی اور مشہور کتاب فتوحات مکیہ کے اردو ترجمے کا آغاز کر دیا ہے۔ ابتدا میں ہم شیخ اکبر کے مرتب کردہ طریقے کے مطابق (۳۷) سینتیس اجزا میں سے پہلے دو اجزا کو ایک جلد میں پیش کریں گے۔ اور پھر ہر نئی جلد میں اگلے دو اجزا کو شائع کیا جائے گا۔

فتوحات مکیہ شیخ اکبر کا ایک ایسا شاہکار ہے جس کے بارے میں آپ کا کہنا ہے کہ "ایسی کتاب نہ پہلے کبھی لکھی گئی ہے اور نہ آئندہ کبھی لکھی جائے گی۔" آپ نے اس تصنیف کا آغاز سن ۵۹۸ھ میں مکہ مکرمہ سے کیا فرماتے ہیں: "اس کتاب میں میں نے زیادہ تر وہ باتیں بیان کی ہیں جو اللہ تعالی نے اپنے عزت والے گھر کے طواف، یا اس کے پاس بیٹھنے کے دوران مجھ پر کھولیں۔" اور ٹھیک ۳۰ سال بعد ۶۲۹ھ دمشق میں آپ نے اسے مکمل کیا۔ یہ وہ کتاب ہے جو صحیح معنوں میں شیخ اکبر کے علوم کا خلاصہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں: "میں نے اس کتاب میں اس کے کثیر الحجم ہونے کے باوجود بھی راہ طریقت کی کسی ایک خاطر کو پوری طرح بیان نہیں کیا اور نہ ہی راہ طریقت کا کوئی نقطہ اس کتاب میں شامل ہونے سے رہ گیا ہے۔" لہذا فتوحات مکیہ ہی اس راہِ طریقت کا جامع اختصار ہے۔

آج اللہ تعالی کی توفیق اور مدد سے ابن عربی فاؤنڈیشن میں ہم اِس عظیم کتاب کو سہل معاصر اردو میں شائع کرنے کے لیے پُرعزم ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس عظیم کام کے لیے منتخب کرلے، اس کام کو ہمارے لیے آسان بنا دے اور ہمارے لیے ایسے اسباب مہیا کر دے جن سے ہم محض اس کی توفیق سے اس کام کو احسن طریقے سے پایہ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہو سکیں۔ آمین یارب العالمین۔

ابرار احمد شاہی

تدبیرات الٰہیہ

التدبیرات الالھیۃ فی اصلاح المملکۃ الانسانیۃ

تدبیرات الٰہیہ شیخ اکبر کے مغربی دور کی اولین تصانیف میں سے ایک تصنیف ہے۔ آپ اس کتاب کو لکھنے کا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جب میں نے شہر مورور میں شیخ الصالح ابو محمد الموروریؒ سے ملاقات کی تو میں نے آپ کے ہاتھ میں "سر الاسرار" نام کتاب دیکھی جس کے مصنف نے دنیاوی مملکت کی تدبیر میں غور کیا تھا۔ میرے دوست نے اصرار کیا کہ میں ایک ایسی کتاب لکھوں جس میں مملکتِ انسانی کا موازنہ کائنات اکبر سے کیا جائے اور اس شہر جسم کی ایسی بادشاہت پر غور کیا جائے جس میں ہماری سعادت ہے۔ چنانچہ میں نے چار ایام کے اندر اندر یہ کتاب "تدبیرات الٰہیہ" تالیف کی۔

اس کتاب میں شیخ اکبر نے عالم اکبر (کائنات) اور عالم اصغر (انسان) کے درمیان مثلیت بیان کی ہے۔ انسان کے جسم کو ایک شہر کہا گیا ہے، روح کو اس شہر جسم کا حاکم، عقل کو اس کا وزیر، علم کو مشیر، خواہش کو اس شہر میں روح کا دشمن اور باغی کہا گیا ہے جس کی وسیع سلطنت اور بہت سے امراء اور وزراء ہیں ان میں شہوت وزیر اعظم ہے۔ اس کتاب میں ان تمام جنگوں کا ذکر ہے جو روح اور خواہش کے درمیان جاری ہیں۔ اور جن میں اس انسان کی سعادت یا شقاوت کا فیصلہ ہوتا ہے۔ کتاب مقدمہ، تمہید اور ۲۲ ابواب پر مشتمل ہے، سالکین اور مبتدئین کے لئے تحفہ خاص ہے کیونکہ اس کتاب میں شیخ اکبر نے سمجھانے کی غرض سے ان مقدمات پر خصوصی روشنی ڈالی ہے جو اس طریقہ تصوف کی بنیاد ہیں۔ ابن عربی فاؤنڈیشن کو یہ اعزاز حاصل ہوا ہے کہ اردو زبان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ یہ کتاب ترجمہ کر کے شائع کی گئی ہے۔

ابرار احمد شاہی

Muḥyiddīn Ibn ʿArabī's

101 Ḥadīth Qudsī

The Mishkāt al-Anwār

ARABIC TEXT BY
STEPHEN HIRTENSTEIN & MARTIN NOTCUTT

URDU TRANSLATION BY
ABRAR AHMED SHAHI

ابن عربی فاونڈیشن

www.ibnarabifoundation.com
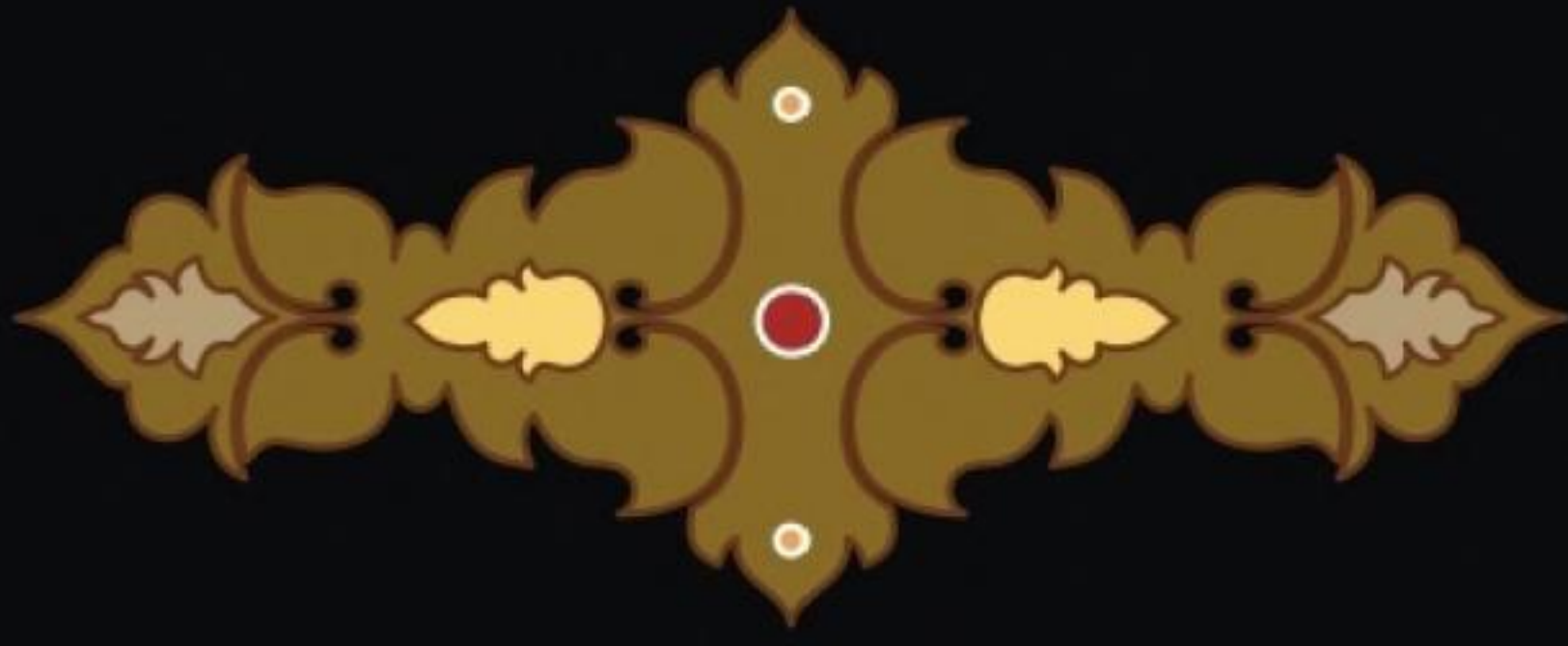
ہماری اس کتاب کو لکھنے کا سبب یہ ہے کہ میں نے جب آپؐ کا یہ قول سنا: ”جو میری امت کے لیے (میری) سنت میں سے چالیس احادیث محفوظ کرے گا میں قیامت والے دن اس کی شفاعت کروں گا۔“ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: ”جو کوئی میری امت کے لیے ایسی چالیس احادیث محفوظ کرے گا جن کی انہیں ضرورت ہو تو اللہ اُسے فقیہ اور عالم بنا دے گا۔“ چونکہ انسان اپنی آخرت کا۔ جس کی طرف اسے لوٹنا ہے - اپنی دنیا سے زیادہ محتاج ہے، تو میں نے یہ چند احادیث سن ۵۹۹ ہجری کے چند مہینوں میں شہر مکہ میں جمع کیں۔ پس یہ کل ملا کر ۱۰۱ احادیث قدسی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ ہمیں اور آپ کو علم سے فائدہ پہنچائے اور محض اپنے احسان اور برکت سے ہمیں اِس کا اہل بنائے، وہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

شیخ اکبر محی الدین محمد ابن عربی

ابن عربی فاونڈیشن

9 789699 305030

سرورق تصویر: غلاف کعبہ